وَاعِظُ الْجُمُعَة
تحسینِ خطابت
جلد دوم
2020ء
مدیر
ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی
معاونین
مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی
مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری
مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی
www.facebook.com/darahlesunnat

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

جلد دوم ۲

(اگست تا دسمبر ۲۰۲۰ء)

تالیف

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: تحسینِ خطابت (جلد دُوم ۲ - اگست تا دسمبر ۲۰۲۰ء)

تالیف: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

معاونین: مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی حفظہم اللہ تعالیٰ

مجموعی تعدادِ صفحات: ۹۹۲

عددِ صفحات جلدِ دُوم: ۴۸۰

سائز: 23×36

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

www.facebook.com/darahlesunnat

: idarakutub@gmail.com

: 00971559421541

: 00923458090612

آن لائن

۱۴۴۳ھ / ۲۰۲۲ء
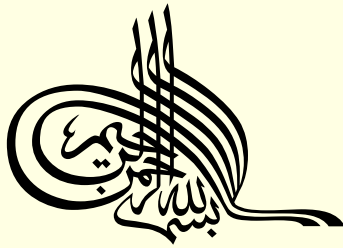
فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

تحسینِ خطابت

جلد دُوم ۲

(اگست تا دسمبر ۲۰۲۰ء)

کامل الحیاء والایمان
حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالی عنہ

(جمعۃ المبارک ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۷/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم صدق ووفا کے پیکر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، ان حضرات کا مقدّس وُجود ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ذریعے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہدایت پاتے ہیں!۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ، بِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ»[۱] "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی بھی کروگے، ہدایت پاجاؤگے!"۔

میرے قابلِ صد احترام بھائیو! انہی عظیم ہستیوں میں سے گوناگوں اور منفرِد

(١) "جامع بيان العلم" باب ذكر الدليل من ...إلخ، ر: ١٧٦٠، ٢/ ٩٢٥.

خصوصیات کی حامل ایک شخصیت، نیّرِ تاباں حضرت سیِّدنا عثمانِ غنی ذوالنورَین رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ بھی ہیں۔ آپ دامادِ رسول اور مسلمانوں کے تیسرے خلیفۂ راشد ہیں۔ حضرت سیِّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کی سیرتِ طیّبہ، نہ صرف مسلمانوں کے لیے، بلکہ عالَمِ انسانیت کے لیے بھی ایک مشعلِ راہ ہے۔ حضرت سیِّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیاء اور پیکرِ جُود وسخا جیسی عظیم صفات سے متّصف فرمایا۔

آپ اُن دَس ۱۰ خوش نصیب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُم میں سے ہیں، جن کو نبئ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت عطا فرمادی، اور اُن کے حق میں دو ۲ بار یہ ارشاد فرمایا: «مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ اليَوْمِ!»(۱) "آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں دے گا!"۔

اسمِ گرامی اور شجرۂ نسب

عزیزانِ مَن! امیر المؤمنین حضرت سیِّدنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کا نامِ نامی اسمِ گرامی: عثمان، کنیت: ابو عبد اللہ اور ابو عمر، جبکہ آپ کا لقب "ذوالنورَین" ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کا سلسلۂ نَسَب کچھ اس طرح ہے: عثمان بن عفّان، ابن ابی العاص، ابن اُمیّہ، ابن عبدِ شمس القرَشی۔ جبکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کی والدۂ ماجدہ کا نام اَرویٰ بنت کُریز بن رَبیعہ بن حبیب بن عبدِ شمس ہے۔

اُمیّہ بن عبدِ شمس کی طرف نسبت کے سبب، آپ کا خاندان بنو اُمیّہ کہلاتا ہے، جو قبیلہ قریش ہی کی ایک شاخ ہے۔ دَورِ جاہلیت میں بھی آپ کا خاندان غیر معمولی جاہ وحَشمت کا حامل تھا، بنو ہاشم کے بعد شرف وسیادت میں کوئی خاندان یا قبیلہ بنو اُمیّہ

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ۳۷۰۱، صـ۸٤۲.

کے ہم پلّہ نہیں تھا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا سلسلۂ نَسب پانچویں پشت میں عبدِ مَناف پر، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم سے جا ملتا ہے۔ حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی نانی محترمہ امِّ حکیم البیضاء، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی سگی پھوپھی ہیں، اس رشتے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے قریبی رشتہ دار (یعنی بھانجے) بھی ہیں۔

آپ کی ولادت عام الفیل کے چھٹے سال مکّۂ مکرّمہ میں ہوئی[1]۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیّدنا علی المرتضی اور حضرت سیّدنا زَید بن حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کے بعد، اسلام قبول کرنے والی چوتھی شخصیت، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی ہے[2]۔

کامل الحیاء والایمان

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ایسے صحابی ہیں، جنہیں "کامل الحیاء والایمان" بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے کمالِ حیاء کا بیان حضور عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود اِن الفاظ سے فرمایا: «أَشَدُّ أُمَّتِي حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ»[3] "میری ساری اُمّت میں، سب سے زیادہ باحیاء عثمان بن عفّان ہیں"۔

انسان تو کیا ملائکہ اور خود رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم بھی، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے حیاء فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ عابدہ زاہدہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی دونوں

---

(١) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤- عثمان بن عفّان، ٤/ ٣٧٧.

(٢) "تاريخ دِمشق" حرف العين، تحت ر: ٤٦١٩- عثمان بن عفّان، ٣٩/ ١٠.

(٣) "حلية الأولياء" ٣- عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، ر: ١٥٨، ١/ ٩٣.

پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حاضری کی اجازت چاہی، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اجازت عطا فرمادی، اور اسی طرح لیٹے رہے، گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت مانگی، تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی اجازت عطا فرمادی، اور اسی طرح لیٹے رہے، محوِ گفتگو رہے۔ پھر حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت چاہی، تب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور اپنے لباس مبارک کو درست کر لیا، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حاضرِ بارگاہ ہوکر گفتگو کرتے رہے۔

جب وہ سب حضرات چلے گئے، تو حضرت عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ نے ان کا کچھ خیال نہ کیا، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، لیکن جب حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور اپنے کپڑے بھی درست کر لیے؟! رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ!»[۱] "کیا میں اُس شخص سے حَیاء نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں!"۔

جب حضور نورِ مجسّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انصار ومہاجرین میں بھائی چارے کا عقد فرمایا، تو وہاں حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی موجود تھے، اتفاقاً جب ان کے سینے سے کُرتہ ہٹا تو وہاں موجود فرشتے اس مجلس سے ہٹ گئے، حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ملائکہ سے ہٹنے کا سبب پوچھا، تو انہوں نے عرض کی: حضرت عثمان سے ہم کو شرم آتی ہے[۲]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" باب من فضائل عثمان بن عفّان، ر: ٦٢٠٩، صـ١٠٥٦.

(۲) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٦٩، ١٠/ ٤٣١.

میرے دوستو! حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم وحیاء کا یہ عالم تھا، کہ آپ غسل خانہ میں تہبند باندھ کر غسل کرتے، صرف اوپر کا بدن برہنہ ہوتا تھا، تب بھی آپ سیدھے نہ بیٹھتے، حیاء کے مارے جھکے ہوئے ہی غسل فرمایا کرتے[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے، کہ جس دن سے دینِ اسلام قبول کیا، اس کے بعد اپنی آنکھوں سے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں دیکھا، اور خود فرماتے ہیں: «لَا مَسسْتُ ذَكَرِي بِيَمِينِي مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ الله ﷺ»[2] "جب سے رسولِ اکرم ﷺ سے بیعت کی ہے، دائیں ہاتھ سے کبھی شرمگاہ کو نہیں چُھوا"۔

میرے عزیز بھائیو! جن کی شرم وحیاء کا یہ عالم ہو، کہ وہ اپنے آپ سے بھی حیاء کریں، تو پھر کیوں نہ انسان، فرشتے اور خود رسول اللہ ﷺ بھی اُن سے حیاء فرمائیں۔

پیکرِ جُود وسخا

حضراتِ محترم! ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو میٹھے پانی کی شدید قلّت کا سامنا تھا، شہرِ مدینہ میں (مشہور کنواں) بئرِ رُومہ کے نام سے میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ، فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ، بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ!»[3] "کون ہے جو بِئرِ رُومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے؟ کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز اسے

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند عثمان بن عفّان، ر: ٥٤٣، ١/ ١٦٠.

(٢) "سُنن ابن ماجه" كتاب الطهارة وسننها، ر: ٣١١، صـ٦٢.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٧٠٣، صـ٨٤٢.

عطا کی جائے گی!"۔ لہذا حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

ایک بار مسجدِ نبوی کی توسیع کے لیے حضور رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ؛ فَيَزِيدَهَا فِي المَسْجِدِ، بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الجَنَّةِ!»[1] "فُلاں خاندان کے قطعۂ زمین کو خرید کر، کون ہے جو مسجد میں شامل کردے؟ کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز اسے عطا ہوگی!"۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجد سے متّصل وہ قطعۂ زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دیا، جس سے مسجد میں لوگوں کے لیے وسعت پیدا ہوگئی۔

حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ میں دو جہاں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُسرت کے لشکر (غزوۂ تبوک) پر رغبت دلا رہے تھے، حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہو کر بولے: یا رسول اللہ! میرے ذمّہ اللہ کی راہ میں سو ۱۰۰ اونٹ ہیں، ان کے کمبل اور پالان کے ساتھ! آقائے کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس لشکر سے متعلق پھر رغبت دی، پھر جناب عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہوگئے اور عرض کی: میرے ذمّہ دو سو ۲۰۰ اونٹ ہیں، ان کے کمبل اور پالان کے ساتھ! حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پھر رغبت دلائی، تو عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر کھڑے ہوگئے اور بولے: یا رسول اللہ! میرے ذمّہ تین سو ۳۰۰ اونٹ ہیں مع ان کے کمبل وپالان کے، تب میں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا، کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ منبر سے اُتر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: «مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ! مَا عَلَى

---

(۱) "سنن النّسائي" باب وقف المساجد، ر: ٣٦٠٧، الجزء ٦، صـ٢٣٧.

عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ!»[1] "اب اس کے بعد عثمان پر کوئی مُؤاخذہ نہیں، وہ جو چاہیں کریں! اس کے بعد عثمان پر کوئی مُؤاخذہ نہیں، وہ جو چاہیں کریں!"۔

آپ کا لقب ذُوالنورَین

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فطری طور پر انتہائی سلیمُ الطبع واقع ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے عہدِ جاہلیت میں ہی شراب اور بدکاری کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، حالانکہ اس دَور میں ملکِ عرب کا یہ حال تھا، کہ زمانے کی کوئی برائی ایسی نہ تھی، جو انہوں نے اپنا نہ رکھی ہو! شراب ورباب کے رسیا تھے، قتل وغارتگری ان کا پیشہ تھا، مال ودَولت کے حصول کی خاطر چوری اور ڈاکہ زَنی ایک عام سی بات تھی۔ اس کے باوُجود حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اُس پُرفتن اور پُرآشوب دَور میں بھی، ان تمام برائیوں سے اجتناب کرتے رہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے جُودوکرم اور حُسنِ اَخلاق کی ہر طرف دُھوم تھی!۔

قبولِ اسلام کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی یہ صفاتِ حمیدہ مزید نکھر آئیں، اور آپ پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی بے بہا عنایات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ کی شرافت اور حُسنِ اَخلاق کو دیکھتے ہوئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے اپنی پیاری بیٹی سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے نکاح میں دے دیا۔

برادرانِ اسلام! یہ نکاح اتنا بابرکت تھا، کہ مکّۂ مکرّمہ میں عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ "بہترین جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا، وہ سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا اور ان کے شَوہرِ نامدار حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا ہے"[2]۔

---

(۱) "سنن الترمذي" باب في مناقب عثمان بن عفّان، ر: ۳۷۰۰، صـ۸٤۲.

(۲) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤- عثمان بن عفّان، ٤/ ۳۷۷.

بعد اَزاں غزوۂ بدر کے دَوران جب حضرت سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا وصال ہوا، تو اس پر حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت روئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: «مَا يُبْكِيكَ؟» "تم کیوں روتے ہو؟" عرض کی: اس لیے کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دامادی کے شرف سے محروم ہو گیا! رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: «هذا جبريلُ بأمرِ الله عَزَّوَجَلَّ أنْ أُزوِّجَكَ أُختَها»[۱] "یہ جبریلِ امین اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم لے کر تشریف لائے ہیں، کہ میں رُقیہ کی بہن کا نکاح تم سے کر دُوں!"۔

چنانچہ پھر حضرت اُمّ کُلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نکاح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کر دیا گیا۔ دنیا میں آپ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، جس کے نکاح میں نبی کی دو ۲ بیٹیاں آئی ہوں، اسی لیے آپ کو ذوالنورَین کہا جاتا ہے[۲] یعنی دو ۲ نور والے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی نُور ہیں، اور رحمتِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اولاد بھی نُور نُور ہے۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس بات کو اپنے شہرۂ آفاق نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے: ؏

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تُو ہے عینِ نُور، تیرا سب گھرانا نُور کا

نُور کی سرکار سے پایا دوشالہ نُور کا — ہو مبارک تم کو ذُوالنورَین جوڑا نُور کا[۳]

برادرانِ گرامی قدر! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدہ اُمّ کُلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

---

(۱) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٨٠، ١٠/ ٤٤٥.
(۲) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب النكاح، ٧/ ٧٣، ملخصاً.
(۳) "حدائق بخشش" "صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا"، حصّہ دُوم، ص۲۴۶۔

کی وفات پر فرمایا: «لو كان عندي مئةُ بنتٍ تموتُ واحدةٌ بعدَ واحدةٍ، زوّجتُكَ أُخرى!»[1] "اگر میری سو ۱۰۰ بیٹیاں بھی ہوتیں، جو ایک کے بعد ایک وفات پاتیں، تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دے دیتا (اے عثمان!)"۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «ذاكَ امْرؤٌ يُدعَى في الملإِ الأعلى: ذَا النُورَين!»[2] "حضرت عثمان ایسی عظیم الشان ہستی ہیں، جنہیں آسمانوں میں ذوالنورَین کہا جاتا ہے!"۔

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عملی نمونہ تھے، ان کے تمام اَقوال واَفعال میں عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم چھلکتا نظر آتا۔ ایک بار وضو کرتے ہوئے مسکرانے لگے، لوگوں نے سبب پوچھا؟ تو فرمایا: «تَوَضَّأَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ تَبَسَّمَ»[3] "ایک بار رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے ہی وضو فرمایا، جس طرح میں نے وضو کیا، پھر مسکرائے (لہٰذا میں بھی اُسی ادا کو ادا کر رہا ہوں)"۔

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عشقِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، ایک اچھوتا اور انوکھا انداز اس وقت سامنے آیا، جب نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سن ۶ ہجری میں عمرے کا ارادہ فرمایا، تقریبًا چودہ سو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

---

(۱) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٨٠، ١٠/ ٤٤٥.

(۲) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤، ٤/ ٣٧٧، ٣٧٨.

(۳) "مسند الإمام أحمد" مسند عثمان بن عفّان، ر: ٤٣٠، ١/ ١٣٤.

معیت میں عازمِ سفر ہوئے، کفّارِ قریش نے آپ کو مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بات چیت کے لیے بطورِ سفیرِ رسول، حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روانہ فرمایا؛ تاکہ وہ کفّارِ مکہ کو اس بات کا یقین دلائیں، کہ ہم صرف بغرضِ عمرہ آئے ہیں، ہم جنگ وجدال کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتے!۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ مکرّمہ کے اندر پہنچے، اور رُؤسائے قریش سے گفت وشنید کی، لیکن وہ کسی قیمت پر تیار نہ ہوئے، البتہ آپ کو یہ پیش کش ضرور کی، کہ آپ اگر چاہیں تو طواف اور عمرے کے دیگر اَرکان ادا فرمالیں، مگر اس پروانۂ شمعِ رسالت نے یہ کہہ کر انکار کردیا، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حدَیبیہ میں تشریف فرما ہوں، اور میں ان سے پہلے طواف کرلُوں! یہ کیسے ممکن ہے؟[۱]۔

پیارے بھائیو! یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی تھا، کہ حالتِ اِحرام اور کعبۃ اللہ کے سامنے موجود ہونے کے باوُجود، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بغیر عمرہ ادا کرنے کے بجائے، اِحرام کی مزید پابندیوں میں رہنا گوارہ فرمایا!۔

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی کا حُسنِ اَخلاق

محترم بھائیو! اَخلاقِ عالیہ، صفاتِ حمیدہ، عاداتِ شریفہ اور خصائلِ کریمہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خمیر میں تھے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بابت فرمایا: «فَإِنَّهُ مِنْ أَشْبَهِ أَصْحَابِي بِي خُلُقاً!»[۲] "یقیناً خُلق کے اعتبار سے عثمان، میرے صحابہ میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہیں!"۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" کتاب الفضائل، باب مناقب عثمان، فصل ثانی، ۸/ ۳۵۴، ملخصاً۔

(۲) "المعجم الكبير" صفة عثمان بن عفّان ...إلخ، ر: ۹۹، ۱/ ۷٦، ۷۷.

بیعتِ رضوان

پیارے بھائیو! واقعۂ حدَیبیہ کے موقع پر، جب حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی غلط اَفواہ پھیلی، تب حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تقریبًا چودہ سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جمع کر کے، ان سے جہاد پر بیعت لی، اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر مارتے ہوئے فرمایا: «هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ»(۱) "یہ عثمان کا ہاتھ ہے"۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان بھی کہتے ہیں۔

حضرتِ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دَورِ خلافت

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دَورِ خلافت بھی مسلمانوں کے لیے ایک سنہری دَور کی حیثیت رکھتا ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارہ ۱۲ سالہ دَورِ خلافت میں، اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ آذر بائیجان، آرمینیا، الجزائر، مُرّاکش، طرابلُس، کسکر، بلخ، نیشاپور، سجستان، کابُل اور بلوچستان جیسے انتہائی اہم علاقے فتح ہوئے۔ سن ۲۸ ہجری میں ملکِ شام کے قریب قُبرص کو بحری جہاد کے ذریعے فتح کیا۔ سن ۳۰ ہجری میں طبرستان، ۳۳ ہجری میں قُسطنطینیہ سے متّصل مردور، اور جوزجان فتح ہوئے۔ فُتوحات کا یہ سلسلہ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد تعطُّل کا شکار ہوگیا(۲)۔

واقعۂ شہادت

عزیزانِ مَن! آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دَور خلافت کے آخری ایّام میں، فتنوں اور سازشوں نے خُوب سر اُٹھایا، کابُل سے مُرّاکش تک مفتوحہ علاقوں میں، مختلف مذاہب

---

(۱) "صحيح البخاري" باب مناقب عثمان ...إلخ، ر: ٣٦٩٩، صـ٦٢٢.

(۲) "فانوس" خلافتِ راشدہ نمبر، ص۱۸۲، بزمِ انوار القرآن، کراچی۔

کی ماننے والی سینکڑوں اَقوام آباد تھیں، فطری طور پر مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات ان غیر مسلموں میں موجود تھے، مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا، جس میں یہود، مجوس اور خارجی پیش پیش تھے، اسی سازش کے نتیجہ میں مختلف مقامات سے دو ہزار فتنہ پرداز، اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے، حاجیوں کی وضع قطع میں مدینہ منوّرہ پہنچے، اور حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان کا مُحاصرہ کر لیا، جو چالیس ۴۰ روز تک جاری رہا، باغیوں نے کھانا، پانی اور آمد ورفت کے تمام راستے بند کر دیے، حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضراتِ حسنینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے پر پہرہ دینے کے لیے مقرر فرما دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان کے اندر آپ کے جانثاروں کی تعداد بھی، مُحاصرہ کرنے والوں سے کہیں زیادہ تھی، جو آپ سے مُحاصرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتے رہے، لیکن آپ نے کسی کو اجازت نہیں دی۔

منقول ہے کہ "جب آپ کے جانثار اور غلام ہتھیاروں سے لیس ہو کر اجازت کے لیے حاضر ہوئے، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اگر تم لوگ میری خوشنودی چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو، اور سنو! تم میں سے جو بھی غلام ہتھیار کھول دے گا، میں نے اُسے آزاد کیا، اللہ کی قسم! خون ریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے! بہ نسبت اس کے کہ میں خون ریزی کے بعد قتل کیا جاؤں"[1]۔ یعنی میرا شہید ہونا تو مقدّر ہے، اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے شہادت کی بِشارت دے رکھی ہے، اگر تم نے جنگ کی، پھر بھی میری شہادت تو ہو کر رہے گی!۔

---

(١) "نهاية الأرب في فنون الأدب" ٣/ ٧.

حضراتِ گرامی! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ شہادت کے روز جب میں حضرت عثمان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ روزے سے تھے، آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن سلام! آج رات میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہوا، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کروں! اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آکر روزہ اِفطار کرو! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ کے دربار پُر انوار میں حاضر ہو کر روزہ اِفطار کرنا چاہتا ہوں!۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ مزید فرماتے ہیں، کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا، اور اسی دن باغیوں نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو (۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ تقریباً نمازِ عصر کے وقت) شہید کر دیا[1]۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت اور عظمت پر لاکھوں سلام، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے بھوک، پیاس، مُحاصرہ اور جان کی قربانی دینا تو پسند فرما لیا، مگر اپنی ذات اور خلافت کے دِفاع کی خاطر، مدینہ منوّرہ کی سرزمین اور حرمتِ مسلم کو ہرگز پامال نہیں ہونے دیا! لہٰذا ہمیں بھی آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرتِ مبارکہ سے یہ سبق ملتا ہے، کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خاطر، دینِ اسلام پر جان ومال کی قربانی سے بھی، کسی طرح دریغ نہ کیا جائے!۔

(۱) "كتاب المَنامات" مع موسوعة الإمام ابن أبي الدنيا، ر: ۱۰۹، ۳/ ۷٤.

دعا

اے اللہ ! ہمیں حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت سے حصہ نصیب فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل اور کنجوسی سے محفوظ فرما، خوشدلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

اسلام، لبرل ازم اور اِلحاد
(Islam, Liberalism and atheism)

(جمعۃ المبارک ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۸/۷ء)

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آلہِ وصحبہِ أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ باللہِ مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسمِ اللہ الرّحمنِ الرّحیم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّھمّ صلِّ وسلِّم وبارِك علی سیِّدِنا ومولانا وحبیبِنا محمّدٍ وعلی آلہِ وصَحبہِ أجمعین.

برادرانِ اسلام! کفّار ومشرکین اور مُلحِد وبےدین لوگ، ہمیشہ سے دینِ اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ حق وباطل کی یہ جنگ تیر وتلوار اور قلم وقرطاس سے لے کر، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا(Electronic and print media) تک ہر محاذ پر، پوری شدّت سے جاری وساری ہے۔ ہر دَور میں اس کے مختلف انداز رہے ہیں، ہمارے زمانے میں اسلام کی خیر خواہی کے نام پر دینِ اسلام کو نقصان پہنچانا، اس کے قطعی اَحکام کو، محض مفروضات کی بنیاد پر، جرح وتنقید کا نشانہ بنا کر پامال کرنا، نام نہاد سیکولرز (Seculars) اور لبرلز ملحِدین (Liberals atheists)کا طرّۂ امتیاز اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔

زبان کی سلاست، روانی اور چرب زبانی کے ذریعے، قُلوب واَذہان کو متاثر

کر کے، مذہبِ اسلام اور اس کے اَحکام سے باغی کرنا، گویا ان کے فرائضِ منصبی میں سے ہے، اور اگر کچھ نہ بن پڑے، توکم از کم اچھے بھلے مسلمان کو، اس کے عقائد ونظریات سے متعلق، شُکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس کا ایک بنیادی سبب، ہماری علمِ دین سے دُوری، لاپرواہی اور توکُّل علی اللہ کی کمی بھی ہے۔ اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾[1] "جس نے میری یاد سے منہ پھیرا، تو یقیناً اس کے لیے تنگ زندگانی ہے!"۔

آج دنیا بھر میں ہماری پستی، ذلّت اور رُسوائی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، کہ ہم نے اپنے خالق ومالک جلّ جلالہٗ اور اس کی یاد ہی سے رُوگردانی کر رکھی ہے!۔

سیکولرازم اور لبرل ازم کی حقیقت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس کے تمام دینی ودنیاوی اُمور، اللہ رب العزّت کی حاکمیت کے تابع ہیں، جبکہ سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کی بنیاد، مذہب کی پابندی کے انکار (یعنی مادَر پدر آزادی) پر قائم ہے، لہٰذا اسلام کے اصل دشمن سیکولرز اور لبرلز ہیں۔ مغرب کا سیکولر دانشور طبقہ، اور وہاں کے تمام ذرائع اِبلاغ، وہاں کے حکومتی آشیرباد پر، دینِ اسلام کے خلاف فکری لڑائی میں مصروفِ عمل ہیں، جبکہ ان کی اَفواج اور حکومتیں کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان، یمن اور ملکِ شام جیسے مختلف اسلامی ممالک میں، مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہوکر، انہیں گاجر مُولی کی طرح کاٹ رہے ہیں، اور انہیں سیاسی ومُعاشی طور پر تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔

---

(۱) پ١٦، طٰه: ١٢٤.

آج مسلمانوں کی اکثریت سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسلم ممالک کے بعض سیکولر حکمران، ادبی، ثقافتی اور صحافتی حلقوں میں، اثر ورُسوخ رکھنے والے بعض لبرلز اور سیکولرز افراد، یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ، رسول اور دینِ اسلام کا نام تو لیتے ہیں، مگر عملاً اسلامی نظام کے نفاذ سے بہت بِدکتے بھی ہیں! یہ لوگ عوام الناس کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنے کی مذموم کوشش میں لگے ہیں، کہ ایک شخص بیک وقت مسلمان اور سیکولر یا لبرل بھی ہوسکتا ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے؛ کیونکہ لبرل (Liberal) سے مراد وہ شخص ہے، جو اللہ ورسول کی تعلیمات، اور مذہبی اَقدار کی پاسداری سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہو، جبکہ سیاسی ومُعاشی مُعاملات میں، مذہب کی عدمِ مُداخلت کا نام سیکولرازم (Secularism) ہے، یعنی ایک ایسا طرزِ زندگی، جس میں ریاستی اداروں اور دینی مُعاملات کو الگ الگ کر دیا جائے؛ تاکہ دینِ اسلام اور اس کے نفاذ کی کوشش کرنے والے تختِ حکومت پر کبھی نہ آسکیں، اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ نہ ہوسکے!۔

اس طرح اسلامی حکومت کے قیام سے، جو دینی ودنیاوی مسائل کا حل ہونا ہے، اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاسکیں؛ کیونکہ آج تک جتنی بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انہوں نے لوگوں کے مسائل حل کرکے، نا صرف ان کے دلوں پر راج کیا، بلکہ اسلامی جہاد اور تبلیغِ دین کے ذریعہ، ان کی حکومتوں کا دائرۂ کار بھی وسیع ہوتا چلا گیا، جس سے قومِ مسلم کا رُعب ودَبدبہ عرصہ دراز تک کفّار کے قُلوب واَذہان پر طاری رہا، اور اس بات پر تاریخ کے اَوراق شاہد عدل ہیں۔ اسی لیے آج دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں، دینِ اسلام کا حقیقی نمائندہ حکمران تخت پر نہیں آنے دیا جاتا، جو باطل

کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکار سکے، اور ان کی ہر بات پر، ہاں میں ہاں ملانے کے بجائے، اپنی بات اور اپنے مطالبات منوا سکے!۔

برادرانِ اسلام! چونکہ اسلامی اَحکام تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اور ایک مسلمان کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل رَہنمائی اور تعلیمات موجود ہیں، لہٰذا آپ خود ہی بتائیے کہ یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کہ "انسان بیَک وقت مسلمان اور سیکولر یا لبرل بھی ہو سکتا ہے"!۔

یاد رکھیے! سادہ لَوح مسلمانوں کو، اپنے دامِ فریب میں پھانسنے، اور انہیں مُلحِد (کافر) بنانے کے لیے، یہ صرف ایک مُغالطہ ہے، وگرنہ لبرل ازم اور سیکولرازم کی صرف تعریف ہی، ان کے اس فریب اور مُغالطے کا پردہ چاک کرنے کے لیے کافی ہے!۔

اِلحاد کا لُغوی وشرعی معنی

حضراتِ گرامی قدر! اِلحاد (Atheism) کا لُغوی معنی میلان اور اِنحراف ہے۔ تفاسیر میں ہے: "اِلحاد حق سے اِعراض واِنحراف کرکے، دوسری طرف مائل ہونا ہے، اسی لیے بغلی قبر کو بھی لحد کہا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ بھی ایک طرف مائل کرکے بنائی جاتی ہے"[1]۔

جبکہ اصطلاحِ شرع میں اس سے مراد اِلحاد فی الدین، یعنی دینِ اسلام سے باطل کی طرف انحراف کرنا ہے، جیسا کہ "تفسیرِ کبیر" میں مذکور ہے کہ "ملحِد اصل میں انحراف کرنے والے کو کہتے ہیں۔ پھر بحکمِ عُرف اس لفظ کا استعمال حق (یعنی دینِ اسلام) سے، باطل کی طرف انحراف کرنے والے کے لیے خاص ہو گیا"[2]۔

---

(١) "التفسير الكبير" پ٩، سورة الأعراف، تحت الآية: ١٨٠، ٥/ ٤١٦.

(٢) المرجع نفسه، سورة فصّلت السجدة، تحت الآية: ٤٠، ٩/ ٥٦٨.

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں: «هُوَ تَبْدِيلُ الْكَلَامِ، وَوَضْعُهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ»[۱] "کلام کو تبدیل کرنے، اور اسے غیر محل پر محمول کرنے کو "اِلحاد" کہا جاتا ہے"۔ یعنی دین کے نام پر، دین سے دُوری اختیار کرتے ہوئے، غلط قسم کی تاویلات، اور دینی اَحکام میں تحریف کرنا، اور حق سے منحرِف ہو کر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کر دینا اِلحاد ہے، اور ایسا کرنے والا مُلحِد (Atheist) ہے۔

مُلحِد کے متعلق حکمِ شرعی

برادرانِ ملّت اسلامیہ! دینِ حق کا مخالف شخص، اگر سرے سے حق کا انکار کرے، اور ظاہراً وباطناً حق (یعنی اسلام) کو قبول نہ کرے، تو وہ کافر ہے۔ اور اگر ظاہراً حق کا اِقرار کرے، مگر دل سے منکِر ہے، تو وہ منافق (Hypocrites) ہے۔ اور اگر بظاہر دینِ حق کا اِقرار تو کرتا ہے، لیکن ضروریاتِ دین میں سے، کسی اَمر کی ایسی تعبیر وتشریح کرتا ہے، جو صحابہ، تابعین اور اِجماعِ امّت کے خلاف ہے، تو گویا وہ شخص اِلحاد کی راہ ہموار کر رہا ہے!!۔

اِلحاد کے اَسباب

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم مسلمانوں میں، اِلحادی فکر (Atheistic thought) بڑی تیزی سے فروغ پا رہی ہے، (نعوذ باللہ) اللہ تعالی کی ذات وصفات سے متعلق، شکوک وشبہات پیدا کیے جا رہے ہیں، ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوّت کے ایشوز (Issues) پر، جس طرح کے اعتراضات، کلمہ پڑھنے والے لبرلز نے کیے، ایسے تو شاید کفّار، مشرکین اور یہود وہنود نے بھی نہیں کیے ہوں گے! اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے، کہ ہم لوگوں نے کلمہ تو پڑھ لیا، مگر اس کے معنی ومفہوم پر شاید کبھی

(۱) "تفسیر القُرطبي" سورة فصّلت، تحت الآية: ٤٠، الجزء١٥، صـ٣١٩.

غور ہی نہیں کیا، کہ بحیثیت مسلمان ہمارے عقائد و نظریات کیا ہونے چاہییں! ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی، کہ قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات کیا ہیں! ہمیں کس چیز کا حکم دیا گیا ہے، اور کن اُمور سے منع فرمایا گیا ہے؟۔

اپنے بچوں کو بھی دینِ اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات سے آگاہ کرنا، اسلامی اصولوں کے مطابق، ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی انتہائی اہم اور ضروری ہے؛ تاکہ بچپن ہی سے وہ اسلامی تعلیمات سے رُوشناس ہوں، اور بڑے ہوکر ان طاغوتی قوّتوں کا مقابلہ کرکے، اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکیں!۔

حضراتِ گرامی قدر! آج ہمارے اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں، جو نظامِ تعلیم رائج ہے، اِلحاد کے فروغ میں اس کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ کل تک جن بچوں کو الف سے اللہ پڑھایا جاتا تھا، آج انہیں الف سے انار، اور ب سے بکری کی تعلیم دی جارہی ہے، ان کی کتابوں میں پنجوقتہ نماز کے لیے دی جانے والی اذان کو، شور وغُل سے تعبیر کیا جارہا ہے! اسکول فنکشنز (Functions) میں مقابلہ حُسنِ قراءت، اور محفلِ حمد ونعت کے بجائے، ڈانس کمپیٹیشن (Dance Competition)، کا انعقاد کرکے، بچوں کو یورپی تہذیب کا دلدادہ بنایا جارہا ہے!۔

اِلحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا ایک سبب، ہمارا دجّالی الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) بھی ہے، جو یہود کی فنڈنگ پر ہماری نوجوان نسل کے، غیر پختہ ذہنوں میں یہ بات راسخ کر رہا ہے کہ ہر چیز کو، صرف اپنی عقل کے ترازو پر پرکھیں، حتی کہ آج قرآن وسنّت کے مسلّمہ نظریات کو بھی، اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات کی جارہی ہے! آزادئ اظہار کے نام پر، لبرلز کہلوانے والے آج کے ملحدوں کو

کھلی چھوٹ دی جاچکی ہے، ہمارے دینی مدارس اور علمائے دین، اُن کی ہِٹ لسٹ (Hit List) پر ہیں؛ کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں، کہ اگر ہم عوام الناس کو، علمائے دین سے متنفر کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو پھر اِلحادی فکر وفلسفہ کو پھیلنے سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا!۔

وبائے اِلحاد کا سدِّباب

عزیزانِ محترم! اسلام کا لبادہ اوڑھے ملحدین، ہمارے بھائیوں بہنوں کو دینِ اسلام سے متنفر کرنے کے لیے، دن رات کوشاں ہیں، تمام عالمی ذرائعِ اِبلاغ اور مال واقتدار اُن کی مٹھی میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری سادہ لَوح عوام کے ساتھ ساتھ، آج اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی، اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا نظر آتا ہے! ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اس فتنے سے خبر دار کیا جائے!!۔

لہذا اپنے مسلمان بھائیوں کو فتنۂ اِلحاد سے بچانے کا، سب سے بہترین راستہ یہی ہے، کہ انہیں قرآن وسنّت کی تعلیم دی جائے، اور کم عمری ہی سے اپنے بچوں کو، اسلامی تعلیمات واَحکام سے رُوشناس کرایا جائے۔ اس سلسلے میں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز، ہسپتال، دینی مدارس اور مساجد کو بطورِ پلیٹ فارم استعمال کیا جائے، اور ان مقامات پر ایسا آسان اور عام فہم لٹریچر (Literature) فراہم کیا جائے، جس میں فتنۂ اِلحاد اور اس کی خرابیوں کو، تفصیل سے بیان کیا گیا ہو۔ مزید معلومات کے لیے جیّد مفتیانِ کرام کے موبائل نمبرز مشتہر کیے جائیں؛ تاکہ عوام الناس کو ان علماء کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو!۔

غامدی، انجینئر، اور نائیک کے فِتن وفسادات

حضراتِ گرامی قدر! قرآن وحدیث، شرعی اَحکام اور دیگر اُصول وضوابط کی ایسی تاویل، جو تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ہو، اور چودہ سو سال کے عرصہ میں، کسی صحابی یا عالمِ دین نے ویسی تاویل نہ کی ہو، اسے گمراہی اور اِلحاد کی طرف پیش قدمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اِلحاد کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ انسان جب ملحِدانہ خیالات ونظریات کو اپنا لیتا ہے، تو اللہ کا انکار، رُشد وہدایت سے دُوری، مابعد الموت زندگی کو جھٹلانا، اور جنّت وجہنم کے وُجود کا بھی انکاری ہونے لگتا ہے، اور بات جب مزید حد سے تجاوُز کر جاتی ہے، تو اللہ ورسول پر سبّ وشتم، اور دینِ اسلام کے رُخِ زیبا کو مسخ کرنے کا ہر ممکن وسیلہ اپناتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[1] "یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے مُعاملے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم سے پوشیدہ نہیں، تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا؟ یا جو قیامت میں امان سے آئے گا؟ جو جی میں آئے کرو! یقیناً وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے!"۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! جاوید غامدی کا نام اور اس کا فساد، ہمارے مُعاشرے میں جانا پہچانا ہے، یہ فتنہ پرور شخص دن بدن اِلحاد کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جارہا ہے، وہ آئے روز کوئی نہ کوئی گمراہ کن شوشہ چھوڑتا رہتا ہے، اس کی طرف سے کبھی حیاتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، کبھی ظہورِ امام مہدی، اور کبھی حدیثِ نبوی کا انکار کیا جاتا ہے۔

---

(١) پ ٢٤، حٰم السجدة: ٤٠.

کبھی داڑھی، کبھی حجیتِ اجماع، کبھی حدِ رَجم، کبھی قرآنِ پاک کی مختلف قراءَتوں، کبھی اسلامی تصوّف، کبھی مرد و عورت کی گواہی میں فرق، اور کبھی زکات کے معیّن نصاب کا انکار کیا جاتا ہے، اور کبھی موسیقی اور شراب نوشی جیسے گناہوں کی حَوصلہ افزائی کے طور پر جھوٹے بہانے لاتا ہے، کہ قرآن میں اس کی ممانعت نہیں۔

اس شخص کی طرف سے کہیں جہاد، مُرتَد کی شرعی سزا، اور مسئلۂ تکفیر کو، قانونِ اِتمامِ حجت کے ذریعے نمٹانے پر زور دیا جاتا ہے، تو کہیں یہ لوگوں کو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ہزاروں سنّتوں سے بیگانہ کرنے کی، مذموم سازش رَچاتا نظر آتا ہے۔

اسی طرح سوشل میڈیا (social media) کے ذریعے ایک انجینئر محمد علی مرزا نامی شخص، اپنی چرب زبانی اور لوگوں کی کم علمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، آئے دن مختلف بزرگانِ دین کی کتب سے عبارات پیش کرکے، ان پر بلاوجہ طعن وتشنیع کرکے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی طرح دینِ اسلام کی حقّانیت کے ثبوت، اور مختلف مذاہب کی خرابیوں کے اظہار کے نام پر، گزشتہ کچھ عرصہ سے عالمی سطح پر اپنے دائرۂ کو بڑھاتے ہوئے، اُردُوْ اور انگلش زبانوں میں کثیر لوگوں کو متاثر کرکے، اپنے دامِ فریب میں پھنسانے والا ذاکر نائیک، درپردہ کئی بار عقائدِ اسلامیہ، بالخصوص مذہبِ حق اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف ہرزہ سرائی کرکے، لوگوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں لگا ہوا ہے۔

بعض بہروپیے

حالیہ چند مہینوں میں خود اہلِ سنّت وجماعت کا لبادہ اوڑھے، نیم رافضی مولویوں، پیروں اور بعض خود ساختہ سادات نے بھی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن

وتشنیع کرکے، لبرل ازم کے دلدادہ دین بیزار لوگوں کو مزید موقع فراہم کررکھا ہے، کہ وہ مذہب بیزار سوچ کو فروغ دے سکیں۔ اگرچہ علمائے اہلِ سنّت وجماعت کی جانب سے، وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کی علمی گرفت کرکے جوابات دیے جاتے ہیں، لیکن اس کام پر بھی باقاعدہ طور پر ایسے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں تک رَسائی حاصل کرکے، نیز عام سادہ لَوح لوگوں کو بھی ان کی علمی لیاقت کے مطابق رَہنمائی کرکے، ایسے فتنوں کا سدِّباب کرسکیں!!۔

میرے محترم بھائیو! بالفرض اگر تھوڑی دیر کے لیے فہمِ دین کے نام پر، جاوید غامدی، محمد علی مرزا اور ذاکر نائیک جیسے لوگوں کے وضع کردہ اصول وقوانین کو درست مان لیا جائے، تو امّتِ مسلمہ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی نظر آئے گی، ان ملحدانہ اَفکار کے نتیجے میں مذہب بیزاری، دینی تشکیک وتذبذب، اور علمائے امّت ناقابلِ اعتماد مجرِم قرار پاتے ہیں۔

عزیزانِ محترم! غامدی کے نزدیک قرآنِ مجید سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان پر مہارت ہونا، اور محمد علی مرزا کے بقول ترجمۂ قرآن پڑھ لینا ہی کافی ہے، اور یوں اقوالِ صحابہ وتابعین، مفسّرین کی تشریحات، اور فقہائے کرام کے قرآن وحدیث سے اخذ کردہ مسائل، بیک جنبشِ قلم ناقابلِ اِلتفات ٹھہرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اِجماع کی حیثیت ایک بدعت، اور علمی اَفسانے سے زیادہ کچھ نہیں! یہ لوگ اسلامی تصوّف کو ایک عالمگیر گمراہی قرار دیتے ہیں۔

طُرفہ تماشا یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ہونے والی اس تحریف کو، تحقیق، اِظہارِ حقیقت اور آزادیٔ اظہارِ رائے قرار دے کر، پرنٹ میڈیا (Print media) اور

الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) پر بھرپور پروموٹ (Promote) کیا جارہاہے۔ افسوس کہ ہمارے ٹی وی چینلز، اور تعلیمی ادارے بھی بیرونی فنڈنگ پر، اپنے اپنے پروگرامز، اور نصابِ تعلیم کے ذریعے، اِلحادی فکر (Atheistic thought) کو پھیلانے میں شب وروز سرگرم عمل ہیں، انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا ہی نہیں، شاید اسی صورتِ حال کی عکّاسی کرتے ہوئے شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا: ع

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ![1]

وطن پرستی جذبۂ حب الوطنی یا دَہریت؟!

عزیزانِ گرامی قدر! اپنے وطن سے محبت، ہر قوم وملّت کے ہاں جذبہ وتحریک کا سامان ہے، قَومیت یا وطنیت کے نام پر، ان کے جذبات کو اُبھارنے یا ملک چلانے میں بھی حرج نہیں، لیکن اگر جذبۂ حبُ الوطنی کو اس قدر بڑھادیا جائے کہ دین ومذہب کہیں پیچھے رہ جائے، اور وطن کی محبت پہلی ترجیح بن جائے، تو یہ چیز بھی آدمی کو رفتہ رفتہ اِلحاد، یعنی دَہریت (خالق کے انکار) کی طرف لے جانے کا سبب بنتی ہے!۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے اس تلخ حقیقت کو کچھ یوں بیان کیا ہے: ع

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پَیرَہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے![2]

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، حصّہ سوم، ص۲۳۵۔

(۲) ایضاً، وطنیت، حصّہ سوم، ص۱۸۴۔

پیارے بھائیو! ایک سچے مسلمان کی سب سے پہلی ترجیح اس کا دین ہوتا ہے، اور وطن سمیت دیگر تمام اشیاء اس کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں؛ کیونکہ دین ایک ایسی چیز ہے، جس کو جغرافیائی حدود میں محدود نہیں کیا جاسکتا، کہ کوئی مسلمان بأمرِ مجبوری اپنا وطن تو تبدیل کرسکتا ہے، لیکن دین ہرگز نہیں بدل سکتا! وطن ہرگز دین کا متبادِل نہیں ہوسکتا، اور دین بدلنے کی مذموم کوشش ایک مُلحد کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر سینے میں دین اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، اور ساتھ ہی وطن سے بھی خوب محبت ہو، تو سونے پر سہاگہ اور لائقِ صد آفرین ہے!۔

سوشل میڈیا مُلحِدوں کا ایک مؤثر پلیٹ فارم

حضراتِ محترم! انٹرنیٹ، فلمیں، ڈرامے، ویب سائٹس اور پرنٹ میڈیا کی صورت میں، آج اِلحاد اور لادینیت کی نشر واِشاعت کے وسائل، اتنے بڑے پیمانے پر، اور اتنی آسانی سے کاروائی کررہے ہیں، کہ ماضی میں اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا تھا! یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں، سوشل میڈیا (social media) پر کفر واِلحاد کا پرچار کرنے والوں کی تعداد میں، خطرناک حد تک اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ تشویشناک امر یہ ہے کہ دَہریت (Atheism) کے عمیق گھڑے میں گرنے والے، زیادہ تر نوجوانوں کی تعلیم وتربیت دینی ماحول میں ہوئی، لیکن اس کے باوُجود وہ لوگ شیطانی بہکاوے میں جا پھنسے! جس نے انہیں کفر وانحراف کے دہانے پر لا کھڑا کیا!۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا﴾[1] "یقیناً وہ لوگ جو

---

(۱) پ۵، النساء: ۱۳۷.

ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر کفر میں مزید بڑھے، اللہ تعالیٰ ہرگز نہ انہیں بخشے گا، نہ انہیں راہ دِکھائے گا!"۔

میرے عزیز دوستو، بزرگو اور بھائیو! سوشل میڈیا پر مختلف پیجز (Pages) بنا کر، کفر واِلحاد کا پرچار کرنے والوں کی تعداد آج لاکھوں میں ہے، ان کا اصل ہدف آج کی نوجوان نسل ہے، جسے مسلمان ہونے کے باوُجود دینی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، یہ لوگ انہیں دین سے برگشتہ کر کے مُلحِد (Atheist) بنانے میں شب وروز مصروفِ عمل ہیں۔

جبکہ دوسری طرف ہماری حالت یہ ہے، کہ ان مُلحِدوں کا راستہ روکنے، اور انہیں مؤثر جواب دینے کے لیے، ہمارے سوشل میڈیا پیجز (Social media pages) نہ ہونے کے برابر ہیں، ان پیجز میں بھی جو لوگ جواب دے رہے ہیں، ان کی دینی معلومات محدود ہیں، اور جو اہلِ علم اور مفتیانِ کرام جواب دے سکتے ہیں، انہیں فیس بک پر اپنی سیلفی شیئرنگ (Selfie sharing) کے مشغلے سے ہی فرصت نہیں!۔

فتنۂ اِلحاد اور علمائے امّت کی ذمّہ داری

عزیزانِ گرامی قدر! ہر گزرتے وقت کے ساتھ صورتحال مزید گھمبیر ہوتی جا رہی ہے، سیکولرازم اور لبرل ازم کے حامیوں کا رُوپ دھارے مُلحِد، اپنے مذموم مقاصد میں بظاہر کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارا دینی طبقہ اس اِلحادی طوفان کے آگے پُل باندھنے سے قاصر نظر آتا ہے، اور اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے، کہ ہم نے اپنے مدارس میں دینی طلباء کو یہ بتایا ہی نہیں کہ اِلحاد کیا ہے! اور اس کا مقابلہ کیسے کرنا ہے! کیا یہ ایک تلخ حقیقت نہیں؟ کہ ہم نے تقابلِ اَدیان کے نام پر، انہیں صرف اپنے مخالف فرقوں کا تقابُل اور رَد کرنا سکھایا!

کتنے دینی مدارس اور جامعات ایسے ہیں، جہاں مسیحیت یا ہندومت کے تقابُل سے متعلق مواد پڑھایا جاتا ہے ؟۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء دَورِ جدید کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھیں! اور روایتی نصاب کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیشنل چیلنجز (International Challenges)، اور ضروریات کو مدِّ نظر رکھ کر، طلباء کی تعلیم وتربیت کا خوب اہتمام کریں؛ تاکہ ایسے عالمی مبلّغ تیار کیے جا سکیں جو دنیا کے کونے کونے میں جاکر، ہر محاذ پر اسلام کا دِفاع کرتے ہوئے، اس کی حقّانیت کو واضح کر سکیں !۔

ہمارے نصابِ تعلیم میں تصوّف کی حقیقی تعلیمات، جو ہمارے اکابر صوفیہ نے جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، غرور وتکبر، حُبِ جاہ اور دیگر باطنی قلبی رُوحانی اَمراض، نیز بُری خصلتوں کی مذمت بیان فرمائیں، اور ان کی اصلاح وعلاج کا عملی نمونہ بھی پیش کیا، ان تعلیمات کو اصل اُسلوب پر پیش کیا جائے، انہیں باقاعدہ طور پر پڑھایا جائے۔ اس چیز کو نافذ کرنے کے لیے ہمارے اکابر علماء کی سیرت کا مطالعہ کر کے، ان کے طریقۂ کار کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائے؛ تاکہ درسگاہوں سے علم وعمل سے مزیّن طلبہ فراغت پاکر، مُعاشرے کی تعمیر واِصلاح میں اپنا اہم ترین کردار ادا کر سکیں !۔

صوفیائے کرام کے کلام کو آلاتِ موسیقی، لہو ولعب اور کوک اسٹوڈیو (Coke Studio) کی رنگین محفل کے بجائے، اسلامی آداب اور انتہائی سوز وگداز کے ساتھ پڑھا جائے؛ تاکہ دلوں میں بزرگوں کی عقیدت ومحبت، اور اس کے ذریعے اللہ تعالی کے قُرب کی راہ مل سکے، نیز خود ساختہ تصوّف، جھوٹی کرامات اور بزرگوں کے نام پر، لوگوں کو اپنے دامِ فریب میں پھنسانے والے، عیّار ومکّار پیروں فقیروں کا پردہ بھی چاک ہو، اور لوگ

اسلامی تعلیمات کی حقیقی رُوح سے آشنا ہو کر، اپنی دنیاوآخرت کو سنوار سکیں !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں ہمیشہ دینِ اسلام پر ثابت قدم رکھ ! سیکولرز، لبرلز اور کفر واِلحاد کا پرچار کرنے والوں سے محفوظ رکھ، حق کا بول بالا اور باطل قوّتوں کا منہ کالا فرما۔ ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشدلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

یومِ آزادی

(جمعۃ المبارک ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۱۴/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

عزیزانِ گرامی قدر! دنیا کی تمام اَقوام اپنا قومی وملّی دن (عیدِ وطنی)، بڑے جوش وخروش اور شان وشوکت سے مناتی ہیں۔

یومِ آزادئ پاکستان

یومِ آزادئ پاکستان ہر سال ۱۴ اگست کو آزادی کے دن کی نسبت سے منایا جاتا ہے، یہ وہ دن ہے جب ۱۹۴۷ء میں انگلستان سے آزاد ہو کر، ملکِ پاکستان معرضِ وُجود میں آیا۔ ۱۴ اگست کا دن پاکستان میں سرکاری سطح پر، قومی تہوار کے طور پر بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، پاکستانی عوام اس روز اپنا قومی پرچم فضا میں بلند کرتے ہوئے، اپنے قومی محسنوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، ملک بھر کی اہم سرکاری عمارتوں پر بھی چراغاں کیا جاتا ہے۔

اسلام آباد جو پاکستان کا دار الحکومت ہے، اسے خاص طور پر سجایا

جاتا ہے، اس دار الحکومت کے مَناظر جشن کا سماں پیش کرتے ہیں، اور یہیں قومی حیثیت کی حامل ایک تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں صدر مملکت، وزیرِ اعظم پاکستان، تینوں مسلح اَفواج کے سربراہان اور ملکی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے قومی ہیروز (National heroes) خاص طور پر شرکت کرتے ہیں۔

ان تقریبات کے علاوہ نہ صرف صدارتی اور پارلیمانی عمارتوں پر قومی پرچم لہرایا جاتا ہے، بلکہ پورے ملک میں سرکاری اور نیم سرکاری عمارتوں پر بھی سبز ہلالی پرچم، پوری آب و تاب کے ساتھ بلندی کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اس روز ریڈیو اور TV پر براہِ راست صدر اور وزیرِ اعظم پاکستان کی تقریریں نشر کی جاتی ہیں، اور اس عہد و پیما کی تجدید کی جاتی ہے، کہ ہم سب نے مل کر اس وطنِ عزیز کو ترقی، خوشحالی اور کامیابیوں کی بلندی تک لے جانا ہے۔

سرکاری سطح پر یومِ آزادی

سرکاری سطح پر یومِ آزادی انتہائی شاندار طریقے سے مناتے ہوئے، اعلیٰ عہدہ داران اپنی حکومت کی کامیابیوں، اور بہترین حکمتِ عملیوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہوئے، اپنی عوام سے یہ عہد کرتے ہیں، کہ ہم اپنے تن من دھن کی بازی لگاکر بھی، اس وطنِ عزیز کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھیں گے، اور ہمیشہ اپنے رَہنما قائدِ اعظم محمد علی جناح کے قول: "ایمان، اتحاد اور تنظیم" کی پاسداری کریں گے۔

جشنِ آزادی کا مفہوم

آزادی اور جشنِ آزادی کا مفہوم کیا ہے؟ عام لوگ اور بالخصوص نئی نسل کی اکثریت اس سے واقف نہیں۔ ناخواندہ لوگ تو پروپیگنڈے کا شکار ہیں، لیکن بہت

سے پڑھے لکھے بھی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، آزادی کا تصوّر ان سب کے لیے ایک عجوبہ اور خیالی داستان کی حیثیت رکھتا ہے، وہ لوگ بس اتنا سمجھتے ہیں کہ ہم نے ۱۴ اگست کو آزادی حاصل کی۔کیوں، کیسے اور کس سے حاصل کی؟ ان بنیادی سوالات سے انہیں کوئی غرض نہیں۔اس بے خبری کا نتیجہ یہ برآمد ہورہاہے، کہ ۱۴ اگست اور آزادی کا تصوّر، محض ایک کھوکھلا نعرہ بن کر رہ گیا ہے، اور غل غپاڑا، ہُلڑ بازی، بے شرمی، بے حیائی اور لاقانونیت اس دن کی پہچان بنتی جارہی ہے!!۔

ہم لوگ ساراسال پاکستان کے مختلف اداروں کی کمزوریوں پر بحث ومُباحثہ میں اُلجھے رہتے ہیں، جو خصوصاًاگست کے مہینے میں مزید دھواں دار صورت اختیار کرلیتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے کہ گزشتہ ایک سال میں ہم نے بحیثیت پاکستانی، اپنے وطنِ عزیز کی ترقی، اور اَہلیانِ وطن کی بھلائی کے لیے کیا کام کیے؟ ہمارا کونسا عمل صرف اور صرف پاکستان کے مفاد میں تھا؟ تو یقیناً جواب نفی میں ہوگا! جبکہ اس بات پر غور کرنے کے بعد، ہم بہت سی بے مقصد باتوں پر بحث ومُباحثہ سے بھی بچ سکتے ہیں!۔

ہمارا قومی تہوار

۱۴ اگست ہمارا قومی تہوار ہے، جس کا اہتمام پاکستان سے باہر، دیگر ممالک میں مقیم پاکستانی بھی، بڑے جوش وخروش اور قلبی جذبات کے ساتھ کرتے ہیں، یہ دن وہاں موجود پاکستانیوں کے لیے باعثِ فخر ومسرّت ہوتا ہے۔اس دن نہ صرف پاکستان، بلکہ بیرونِ ملک پاکستانی بھی اپنے گھروں، دُکانوں، گلیوں، بازاروں اور سواریوں پر، سبز ہلالی پرچم لہراتے ہیں، دنیا کو دکھاتے اور بتاتے ہیں، کہ آج کے دن ہمارا ملک پاکستان آزاد ہوا تھا، نیز دو۲ قومی نظریہ کی اَہمیت بھی اُجاگر کراتے ہیں۔

پاکستان بنانے کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں

پاکستان بنانے کے لیے بزرگوں، جوانوں، عورتوں اور بچوں، یعنی ہندوستان کے تمام طبقات کے مسلمانوں نے خوب قربانیاں دیں، تب جاکر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کا سورج، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزادی کا پیام لے کر طلوع ہوا، اور ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف انگریزوں، بلکہ ہندوؤں کی متوقّع غلامی سے بھی نَجات ملی، اور یہ کوئی آسان سی چیز نہیں تھی، جیسا آج بعض حلقوں میں سمجھا جارہا ہے۔ نواب سراج الدَولہ سے لے کر ٹیپو سلطان شہید، اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر تک کی قربانیاں، ہماری تاریخِ حُرّیت وآزادی کی لازوال داستانیں ہیں!۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے اَلمناک واقعات بھی، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں، سات سمندر پار سے، تجارت کی غرض سے آنے والے انگریز دہشتگرد ڈاکو (British terrorist bandits) کی، مسلسل سازشوں، ریشہ دوانیوں اور مقامی لوگوں کی غدّاریوں کے نتیجے میں، برصغیر میں مسلمانوں کی حکومتیں، یکے بعد دیگرے زوال کا شکار ہوتی چلی گئیں۔ اگرچہ مسلمان حکمرانوں اور مختلف قبائل کے سرداروں نے، سر دھڑ کی بازی لگاکر، اپنی جان ومال کی عظیم قربانیاں دے کر، انگریزوں کا تسلّط روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے، کبھی بھی انگریز کی حکمرانی دل سے تسلیم نہیں کی تھی، انگریزوں اور ان کے نظام سے نفرت اور بغاوت کے واقعات، وقفے وقفے سے سامنے آتے رہتے تھے۔ برطانوی اِقتدار کے خاتمے کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے جو عظیم قربانیاں دیں، اور جو بے مثال جدوجہد کی، یہ ان کے اسلام

اور دو۲ قومی نظریہ پر غیر متزلزل یقین کا واضح ثبوت ہے۔ انہی قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں، بالآخر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

جب ہم تحریکِ آزادی کے تاریخی منظر نامہ پر نظر ڈالتے ہیں، تو اس تاریخی جدوجہد میں یہ بات سب سے نمایاں نظر آتی ہے، کہ مسلمان اپنے جُداگانہ اسلامی تشخص پر مُصِر رہے، یہی چیز نظریۂ پاکستان اور علیحدہ وطن کے قیام کی دلیل تھی۔ ہر قسم کے جابرانہ وغلامانہ نظام سے بغاوت کر کے، خالص اسلامی خطوط پر مبنی نظامِ حیات کی تشکیل، ان کا مدّعا اور مقصود تھا، جس کا اظہار واعلان قائدِاعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بار بار، اپنی تقریروں اور خطابات میں کیا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ تحریکِ آزادی کے دَوران، برِصغیر کے کونے کونے میں "لے کے رہیں گے پاکستان"، "بن کے رہے گا پاکستان" اور "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" کے نعرے، برصغیر کے مسلمانوں کے دلی جذبات کے حقیقی ترجمان تھے!۔

دو قومی نظریہ اور قائدِاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دو۲ قومی نظریہ اور اس کی بنیاد کا اندازہ، بانیٔ پاکستان قائدِاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس خطاب سے لگایا جاسکتا ہے، جو انہوں نے ۸ مارچ ۱۹۴۴ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں طلبہ کے اجتماع میں کیا، آپ نے فرمایا کہ "پاکستان اس دن معرضِ وُجود میں آگیا تھا، جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا"۔ اسی طرح ۱۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو بابائے قوم نے ایڈورڈ کالج (Edward College) پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب کا فرق نہیں، ہمارا کلچر بھی ایک دوسرے سے الگ ہے، ہمارا دین ہمیں ایک ضابطۂ حیات دیتا ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں

ہماری رَہنمائی کرتا ہے، ہم اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں"۔

دو قومی نظریہ کی بنیاد

دو۲ قومی نظریہ کی بنیاد غیر منقسم ہندوستان میں، سب سے پہلے البیرونی (متوفّٰی ۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء) نے اپنی تحریر "کتاب الہند" میں پیش کی۔ اس نے واضح طور پر لکھا کہ "مسلمان اور ہندو، دو۲ الگ الگ قومیں ہیں"۔ بلکہ اس نے تو یہاں تک لکھا کہ "ہندو مسلمانوں کو ایک حقیر قوم قرار دیتے ہوئے، ان سے کراہت محسوس کرتے ہیں"[۱]۔

پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وُجود میں آیا

ہم علّامہ اقبال اور قائدِ اعظم جیسے زعمائے قوم کی بصیرت کو سلام پیش کرتے ہیں، جنہوں نے کانگریسی ہندو لیڈروں کے جھوٹے پروپیگنڈے: "ہندوستان میں بس ایک قوم، یعنی ہندوستانی بستے ہیں" کا پردہ چاک کرتے ہوئے، مسلمانوں کو باوَر کروایا کہ "ہندوستان میں ایک قوم نہیں، بلکہ دو۲ قومیں ہیں: ہندو اور مسلمان، جن کا رہن سہن، کھانا پینا، قومی ہیروز (National heroes) اور مذہبی عقیدہ، غرض بہت کچھ ایک دوسرے سے جُدا ہے"۔

یوں دو۲ قومی نظریہ، اور پھر اس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وُجود میں آیا، والحمد للہ!۔

قیامِ پاکستان میں علمائے اہلِ سنّت اور مشائخِ طریقت کا کردار

تاریخِ ہند سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے، کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، علمائے اہلِ سنّت اور مشائخِ طریقت کا نہایت بنیادی کردار رہا، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ "شمالی ہند میں انگریزوں کے خلاف، مسلم رائے عامّہ ہموار

---

(۱) "کتاب الہند" مترجم اردو، باب ۱، ۱/۲۰-۲۲، ملتقطاً۔

کرنے، اور پورے خطّے میں انقلاب برپا کرنے کا بنیادی سہرا، انہی قائدین و بزرگانِ دین کے سَر ہے"۔

ان مجاہدین میں مولانا امام بخش صہبائی دہلوی (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء)، مولانا سیّد احمد اللہ شاہ مدراسی (م ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء)، مولانا وہّاج الدین مرادآبادی (م ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء)، مجاہدِ اعظم جنگِ آزادیٔ ہند ۱۸۵۷ء بطلِ حُریت، علّامہ مفتی فضلِ حق خیرآبادی شہید (م ۱۲۷۸ھ /۱۸۶۱ ء)، مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۲۷۹ھ /۱۸۶۳ ء)، مفتی صدر الدین خاں آزُردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)، مولانا رضا علی خان بریلوی (اعلیٰ حضرت کے دادا) (م ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء)، مولانا ڈاکٹر وزیر خان اکبرآبادی (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۳ء)، رئیس المتکلّمین علّامہ نقی علی خان بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ /۱۸۹۱ء)، حکیم سعید اللہ قادری (م ۱۳۲۵ھ /۱۹۰۹ء) رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے، انقلابی کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور شہیدِ جنگِ آزادی حضرت مولانا مفتی سیّد کفایت علی کافی مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا نام تو اس فہرست میں بہت بلند اور نمایاں ہے[1]۔

حضرت علّامہ نقی علی صاحب رحمۃ اللہ تعالی (والدِ اعلیٰ حضرت) کو، ملک میں انگریز اقتدار سے شدید نفرت تھی، آپ نے تاحیات انگریزوں کی سخت مخالفت کی، اور انگریزی اقتدار کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وطنِ عزیز کو انگریزوں کے جبر واستبداد سے آزاد کرانے کے لیے، آپ نے زبردست قلمی ولسانی جہادی خدمات انجام دیں، اس بارے میں چندہ شاہ حسینی لکھتے ہیں کہ "مولانا رضا علی

(۱) "علماءِ ہند کا شاندار ماضی" حصّہ چہارم م ۴، ص ۸۹۴-۸۹۸، ملتقطاً۔

خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ انگریزوں کے خلاف، لسانی وقلمی جہاد میں مشہور ہوچکے تھے، انگریز مولانا کی علمی وَجاہت ودَبدبہ سے بہت گھبراتا تھا، آپ کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے، مولانا نقی علی خاں کا ہند کے علماء میں بہت اونچا مقام تھا، انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں"(۱)۔

ملک ہند سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لیے، علماء نے ایک جہاد کمیٹی بنائی، انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لیے، جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا، اس جہاد کمیٹی میں امام العلماء مولانا رضا علی خاں، علّامہ فضلِ حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علی خاں بریلوی، مولانا احمد اللہ شاہ، مولانا سیّد احمد مشہدی بدایُونی ثمّ بریلوی، جنرل بخت خاں وغیرہم کے اسمائے گرامی، خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں(۲)۔

حضرت مولانا نقی علی خاں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچایا کرتے۔ آپ نے اپنی انگریز مخالف تقریروں سے، مسلمانوں میں جہاد کا جوش ووَلولہ پیدا کیا، بریلی کا جہاد کامیاب ہوا، انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دی، اور بریلی چھوڑنے پر مجبور کردیا(۳)۔

انگریز کی آمد اور برِ صغیر پر اس کے مکمل قبضہ کے بعد، وقت کے تقاضے نے علماء ومشایخ کو، مسندِ دعوت وارشاد سے اُٹھاکر، رسمِ شبیری ادا کرنے کے لیے، میدانِ عمل میں اُترنے پر مجبور کردیا۔ ۱۸۵۷ء کے معرکۂ کارزار میں، مذکورہ بالا علماء ومشایخِ

---

(۱) دیکھیے: "اُصول الرَشاد" رئیس الاتقیاء حضرت... الخ، ص۲۲-۲۳ بحوالہ "شمس التواریخ"۔

(۲) دیکھیے: "برطانوی مظالم کی کہانی عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری کی زبانی" بابِ ا، ص۱۲۶، ملتقطاً۔

(۳) "جواہر البیان فی اَسرار الاَرکان" مختصر حالات حضرت مصنّف علّام، ص۱۰۔

اہلِ سنّت نے تحریکِ آزادی کی شمع روشن کی۔

۱۸۵۷ء کی اس جدوجہد کے بعد، امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس قافلۂ حُریت کی فکری آبیاری فرمائی، اور دو ۲ قومی نظریہ کا شُعور دیا۔ دو ۲ قومی نظریہ کا پرچار کیا، اور ہر سطح پر ہندو مسلم اتحاد کا رَد کیا، تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ خلافت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا، کہ ان تحریکوں میں مسلم ہندو اتحاد کا نعرہ لگایا جارہا ہے، جو شرعی حیثیت سے ناجائز ہے[1]۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور دیگر علمائے اہلِ سنّت: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الاَفاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی، مبلّغِ اسلام علّامہ عبدالعلیم صدیقی (والدِ محترم علّامہ شاہ احمد نورانی)، علّامہ سیّد محمد محدّثِ اعظم کچھوچھوی (والدِ گرامی شیخ الاسلام علّامہ مدنی وہاشمی میاں)، فقیہِ اعظم ہند علّامہ امجد علی اعظمی، ابوالحسنات علّامہ سیّد محمد احمد قادری، ابوالبرکات علّامہ سیّد احمد قادری، علّامہ عبدالحامد بدایونی، امیرِ ملّت پیر جماعت علی شاہ، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدّین سیالوی، علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مفتئ سرحد مفتی شائستہ گُل، پیر عبدالرحیم پیر آف بھرچونڈی شریف، پیر آف مانکی شریف اور پیر آف زکوڑی شریف رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم حضرات نے، برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی شُعور کی بیداری میں، بہت اہم کردار ادا کیا، اور تحریکِ آزادی میں ہراَول دستے کی حیثیت سے کردار ادا کرتے ہوئے "آل انڈیا مسلم لیگ" اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔

---

(۱) "شاہکار انسائیکلوپیڈیا قرآنیات" از سیّد قاسم محمود (۲۰۰۹ء)، ص۴۰۲۔

اکابر اہلِ سنّت کی یہ تاریخی جدوجہد "جماعتِ رضائے مصطفی"، "شُدھی تحریک"، "تحریکِ خلافت"، "تحریک ترکِ مُوالات وہجرت" اور "آل انڈیا سنّی کانفرنس" کے قیام ۱۹۲۵ء سے لے کر، "بنارَس سنّی کانفرنس" ۱۹۴۵ء کے تاریخ ساز اِجلاس، اور ۱۴ /اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان تک پھیلی ہوئی ہے۔

بلاشبہ قیامِ پاکستان علماء ومشایخ اور عوامِ اہلِ سنّت کی لازوال جدوجہد اور قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ کوئی بھی منصِف مزاج مؤرِّخ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، کہ تحریکِ آزادی کے سفر میں، تکمیلِ پاکستان تک، کوئی ایک موڑ بھی ایسا نہیں، جہاں حضرات علماء ومشایخِ اہلِ سنّت، قوم کی رَہبری ورَہنمائی کے لیے موجود نہ رہے ہوں!۔

ان اکابر علمائے کرام کے لیے، جذبۂ احسان شناسی کا تقاضا ہے، کہ ان کی شاندار خدمات کو، خراجِ تحسین پیش کیا جائے، اور نسلِ نَو کو ان کے بلند کردار سے آگاہی دی جائے!۔

تحریکِ آزادی میں علمائے اہلِ سنّت کی خدمات

آل انڈیا سُنّی کانفرنس:

تحریکِ آزادی میں "آل انڈیا سُنّی کانفرس" نہایت اَہمیت کی حامل ہے۔ اس کانفرس کا پہلا جلسہ ۱۹۲۵ء، دوسرا ۱۹۳۵ء اور تیسرا ۱۹۴۵ء کو بنارَس میں منعقد ہوا، جس میں کثیر مشایخ، علماءِ کرام اور عوام نے شرکت کی[1]۔

(۱) "سیرتِ امیرِ ملّت" "سُنّی کانفرنس"، ص۲۴۷۔

تحریکِ آزادی کے مخالفین کی گواہی:

تحریکِ آزادی کے مخالفین نے تو یہاں تک کہا کہ "مسلم لیگ مَولویوں اور پیروں کی مدد سے کامیاب ہوئی ہے۔ مَولویوں اور پیروں نے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگایا، اور ووٹروں کو غضبِ الٰہی سے ڈرا کر، مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے میدان صاف کیا"[۱]۔

مذکورہ بالا حالات وواقعات کی روشنی میں، ہم سب کی ذمّہ داری ہے کہ حامیانِ پاکستان، اور ان کے حقیقی جانشینوں کی بے مثال جد وجہد، اور کوششوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، مملکتِ خداداد "اسلامی جُمہوریہ پاکستان" کو عملی طور پر ایک عظیم، اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں، اپنا بھرپور مثالی کردار ادا کریں!!۔

ہر فرد اپنی سرکاری یا غیرسرکاری ملازمت، کاروبار یا محنت مزدوری، الغرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والا، چاہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدیدار ہو، یا کم سے کم تر آمدنی پانے والا مزدور، ہر ایک اپنے گرد وپیش کو خُرد بُرد (Corruption) اور دیگر بدعنوانیوں سے پاک صاف کرنے میں، بھرپور کوشش ولگن سے، اپنا اپنا کام محنت اور ایمانداری سے انجام دے، اور اس کی ابتداء خود اپنی ذات اور کردار سے کرے، تو پھر وہ دن دُور نہیں کہ ہر فرد پھر ہر مُعاشرہ، ہر شہر اور ہر قریہ، اور بالآخر ہمارا سارا ملک، دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صفِ اوّل میں شمار ہونے لگے گا، ان شاءاللہ!۔

(۱) "ماہنامہ کنزالایمان لاہور" اگست ۱۹۹۵ء، تحریکِ پاکستان نمبر، اعترافِ حق، ص۱۸۰۔

نعمتِ آزادی اور ہماری ذمّہ داری

میرے محترم بھائیو! آج کی نوجوان نسل یومِ آزادی مناتی تو ہے، مگر اِن میں وہ جوش وجذبہ نظر نہیں آتا جو ہم سے پہلی نسل میں ہوا کرتا تھا۔ ہماری نوجوان نسل کو یاد رکھنا چاہیے، کہ آج اگر ہم ایک آزاد وطن میں سانس لے رہے ہیں، تو یہ اُن شہیدوں کی برکت ہے، جنہوں نے اپنا کل ہمارے آج کے لیے قربان کیا! ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے، کہ پاکستان کی بنیادوں میں لاکھوں شہیدوں کا لہو شامل ہے؛ کیونکہ اس ایک آزاد مملکت کے حصول کے لیے، مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں!!۔

میرے عزیز دوستو! چونکہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے، لہٰذا اس نعمت کی حفاظت بھی ہماری اجتماعی اور قومی ذمّہ داری ہے۔ آزادی کا جشن مناتے ہوئے ہمیں یہ عہد کرنا ہے کہ "پاکستان کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے، وطنِ عزیز کی سالمیت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے، اور وقت آنے پر پاک فوج، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے شانہ بشانہ کھڑے رہیں گے، جو دہشتگردوں (اور وطن دشمن قوتوں) کے خلاف سربکف ہیں"۔

جشنِ آزادی اور پاکستانی قوم

میرے نوجوان ساتھیو! جشنِ آزادی منانا زندہ قوموں کی ایک نشانی ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم اپنے اُن محسنوں کو نہیں بھولے، جنہوں نے حصولِ آزادی کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، اپنا تَن مَن دَھن سب کچھ قربان کر کے، شجرِ آزادی کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی!۔

میرے عزیز ہم وطنو! یاد رکھیے کہ جو قومیں اپنے شہداء کو نہیں بھولتیں، وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ وجاوید رہتی ہیں، مگر بدقسمتی سے آج ہماری نسلِ نَو کی اکثریت کو، اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ پاکستان کیسے بنا تھا!!۔

جشنِ آزادی اور ہمارا طرزِ عمل

میری قوم کے نوجوانو! زندہ قوموں کے جشن آزادی منانے کا طریقہ یہ ہے، کہ وہ اپنے محسنوں کی قربانیوں کا فخریہ انداز سے ذکر کرتے ہیں، اپنی آنے والی نسلوں کو اُن کے کارناموں سے رُوشناس کراتے ہیں، اپنے شہداء کے لیے دعائے خیر کا اہتمام کرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے آج کا منچلہ اور اَوباش نوجوان، ہوائی فائرنگ، موٹر سائیکل کا سائلینسر (Silencer) نکال کر سڑک پر ہلّا گلّا کرتے، تیز رفتاری اور وَن ویلنگ (One Wheeling) وغیرہ کے ذریعے شور شرابا کرنے، ماؤں بہنوں کی بے احترامی کرتے ہوئے، نیز آتش بازی (fireworks) کے ذریعے جشن آزادی منانے میں فخر محسوس کرتا ہے، جو کسی طور پر بھی قابلِ قبول، اور قابلِ ستائش قرار نہیں دیا جاسکتا!۔

جشنِ آزادی منانے والا آج کا نوجوان کیا جانے، کہ آزادی کیسے حاصل ہوئی؟ اسے کیا پتہ کہ آزادی کے حصول کے لیے کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں؟ آج سوشل میڈیا پر صرف "یومِ آزادی مبارک" کا اسٹیٹس (Status) اَپ ڈیٹ (update) کرکے ہم سمجھتے ہیں، کہ ہم نے اپنے پاکستانی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ شاید اِن فیس بُکی مجاہدوں کے وَہم وگمان میں بھی نہ ہو، کہ آزاد وطن کی فضاؤں میں سانس لینے کی کیا کیا قیمت چکانا پڑتی ہے؟! اور خون کے کتنے دریا عبور کرنا پڑتے ہیں؟!

دعا

اے اللہ! ہمیں آزادی کی نعمتِ عظمیٰ پر صحیح معنی میں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اَغیار کی ظاہری، باطنی اور ذہنی غلامی سے محفوظ فرما کر حقیقی آزادی نصیب فرما! ہمارے ملک کے ہر طبقہ کے لوگوں، اعلیٰ عہدیداروں کو بھی، ملک وقوم کی ترقی وخدمت کے لیے، بھرپور کردار ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما! ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(جمعۃ المبارک ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۱/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات، دو جہاں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے، تمام صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- روشن ستاروں کی مانند ہیں، مسلمان ان میں سے جسے بھی اپنا آئیڈیل (Ideal) اور رَہبر مان کر پیروی کرے گا، وہ ہدایت پا جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ والا صفات بھی، انہی روشن ستاروں میں سے ایک چمکتا اور تابندہ ستارہ ہے، جو صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں، اور اَقوامِ عالَم کے دل ودماغ پر چھائے گمراہی کے اندھیروں کو، تا صبحِ قیامت اپنے نورانی جلووں سے روشن ومنوّر کرتا رہے گا۔

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلمانوں کے دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو شجاعت، بہادُری اور حق گوئی کا پیکر بنایا، اور آپ کو سرچشمۂ ہدایت بنا کر آپ کے ذریعے اسلام کو عزّت بخشی۔ یقیناً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ عظیم ہستی ہیں جن

کی دینِ اسلام کے لیے عظیم الشان خدمات ہیں۔ عدل وانصاف پر مبنی آپ کے فیصلوں، کارناموں، فُتوحات اور شاندار کردار سے اسلام کا چہرہ رَوشن ہے۔ آپ تاریخِ انسانیت کی ایک ایسی معروف شخصیت کے مالک ہیں، جس کی عظمت کو اپنے تو اپنے، بیگانے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ایک باعظمت، انصاف پسند، عادِل حاکم، شمعِ رسالت کے پروانے اور عظیم صحابئ رسول ہیں۔

اسمِ گرامی اور شجرۂ نسَب

حضراتِ گرامی قدر! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نامِ نامی اسمِ گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب "فاروق" ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلہ نَسَب کچھ اس طرح ہے: عمر بن خطّاب، بن نفیل، بن عبد العزیٰ، بن ریاح، بن عبد اللہ، بن قُرط، بن رزاح، بن عدِی، بن کعب۔ جبکہ آپ کی والدہ کا نام حَنتمہ، بنت ہاشم، بن مغیرہ، بن عبد اللہ، بن عمر، بن مخزوم ہے[(۱)]۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نسَب نویں پُشت میں، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جاملتا ہے۔

اسلام قبول کرنے والے آپ چالیسویں صحابی ہیں، آپ سے پہلے اُنتالیس ۳۹ اَفراد نورِ ایمان سے منوّر ہو چکے تھے[(۲)]۔ آپ عامُ الفیل کے تقریبًا ۱۳ سال بعد مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، اور اعلانِ نبوّت کے چھٹے سال عین جوانی کی حالت میں مشرّف باسلام ہوئے[(۳)]۔ آپ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفۂ راشد مقرّر ہوئے۔ آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتہائی معتمَد صحابی ہیں۔

---

(۱) "أُسد الغابة" باب العين والميم، عمر بن الخطّاب، ٤/ ١٣٧، ١٣٨.

(۲) "المعجم الكبير" أحاديث عبد الله بن عبّاس، ر: ١٢٤٧٠، ١٢/ ٤٧.

(۳) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، إسلام عمر، ٢/ ٢٣٤.

آپ ان دَس ۱۰ خوش نصیب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے ہیں، جنہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت دی۔ آپ کا شمار علماء وزاہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔

مُرادِ رسول کا قبولِ اسلام

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مُرادِ رسول بھی کہا جاتا ہے؛ کیونکہ آپ وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خصوصی طور پر یہ دعا کی: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ»[1] "اے اللہ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطّاب میں سے، اپنے پسندیدہ بندے کے ذریعے، اسلام کو عزّت عطا فرما!"۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طرح دعا کی: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً»[2] "اے اللہ! بطورِ خاص عمر بن خطّاب کے ذریعے، اسلام کو عزّت عطا فرمایا!"۔ چنانچہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کو شرفِ قبول سے نوازا گیا، اور چند ہی روز میں اسلام کا سخت دشمن اسلام قبول کر کے، اس کا سب سے بڑا خیر خواہ اور جانثار مُحافظ بن گیا!۔ ؏

وہ عمر جس کے اَعدا پہ شَیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام![3]

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳٦۸۱، صـ۸۳۸.

(۲) "سنن ابن ماجه" مقدّمة المؤلِّف، فضل عمر رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ، ر: ۱۰۵، صـ۲۸.

(۳) "حدائق بخشش" حصہ دوم، مصطفٰی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۱۲۔

لقب فاروق کی وجہ تسمیہ

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب "فاروق" ہے، جو حق وباطل میں تفریق کے وصف پر، آپ کو اللہ ورسول کی بارگاہ سے عطا ہوا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ آپ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے تین ۳ روز پہلے اسلام قبول کیا، اللہ عزّوجلّ نے اسلام کے لیے میرا سینہ کھول دیا، اور میں بے ساختہ پکار اٹھا کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں"۔

اس وقت رُوئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخصیت مجھے محبوب نہیں تھی۔ میں نے اپنی ہمشیرہ سے پوچھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ دارِ اَرقم بن ابی اَرقم میں، جو صفا پہاڑی کے نزدیک ہے، حضرت امیر حمزہ اور دیگر صحابۂ کرام گھر کے صحن میں، اور دو جہاں کے سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اندر کمرے میں تشریف فرما تھے، میں نے دروازے پر دستک دی تو سب صحابہ اکٹھے ہو گئے، حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ عمر آگیا ہے! یہ سن کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود باہر تشریف لائے، اور جیسے ہی میں اندر داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے زور سے جھنجھوڑ کر فرمایا: «مَا أَنْتَ بِمُنْتَهٍ يَا عُمَرُ؟!» "عمر تم باز نہیں آؤ گے؟" میں بے ساختہ پکار اٹھا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں!"۔

یہ سن کر دارِ اَرقم سے صحابۂ کرام نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، کہ اس کی گونج کعبۃُ اللہ شریف میں بھی سنی گئی۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! کیا زندگی اور مَوت دونوں صورتوں میں ہم حق پر نہیں ہیں؟! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّكُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ مُتُّمْ وَإِنْ حَيِيتُمْ» "کیوں نہیں! اللہ کی قسم تم لوگ حق پر ہو، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی!"۔ میں نے عرض کی کہ یارسولَ اللہ! پھر ہم چُھپ چُھپ کر کیوں رہ رہے ہیں؟ اُس ربِ کریم کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا! ہم ضرور باہر نکلیں گے! چنانچہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس طرح باہر لائے کہ ہماری دو۲ صفیں تھیں، اگلی صف میں حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور پچھلی صف میں مَیں تھا، اور میری حالت یہ تھی کہ میرے اوپر آٹے جیسا غبار تھا، ہم مسجدِ حرام میں داخل ہوئے، تو کفّارِ قریش نے ایک نظر میں مجھے، اور دوسری نظر میں حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا، اس سے اُن پر ایسا خوف طاری ہوا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اُس دن رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرا نام "فاروق" رکھ دیا؛ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے سبب سے حق وباطل میں امتیاز فرمایا[1]۔ ؏

فارقِ حق وباطل امام الہدیٰ تیغِ مسلولِ شدّت پہ لاکھوں سلام![2]

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مقام ومرتبہ

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے، کتبِ احادیث آپ کے فضائل ومَناقب سے مالا مال ہیں۔ آپ کے مقام

---

(۱) "حلية الأولياء" ٢- عمر بن الخطّاب، ر: ٩٣، ١/ ٧٥، ٧٦.

(۲) "حدائق بخشش" حصہ دوم، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۱۲۔

و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ دو جہاں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي، لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ»(۱) "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ عمر بن خطّاب ہوتے!"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ!»(۲) "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ ایسے نیک لوگ تھے، جو نبی تو نہیں تھے، اس کے باوُجود فرشتے اُن سے ہم کلام ہوتے تھے، اگر میری امّت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہے"۔

عمر کہیں بھی ہو، حق اس کے ساتھ رہے گا

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں ارشادِ محبوب رب العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ موجود کہ «الْحَقُّ بعدِي مَعَ عمرَ حَيْثُ كَانَ»(۳) "عمر کہیں بھی ہو، میرے بعد حق اس کی رَفاقت میں رہے گا!"۔

حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ علم کے نَو حصے لے گئے

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جن کے لیے صحابۂ کرام کا اِجماع ہے کہ «عُمَرَ قَدْ ذَهَبَ بِتِسْعَةِ أَعْشَارِ الْعِلْم»(٤) "حضرت سیّدنا عمر علم کے نَو ۹ حصے لے گئے!"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٨٦، صـ٨٣٨.

(۲) "صحيح البخاری" كتاب فضائل أصحاب ...إلخ، ر: ٣٦٨٩، صـ٦٢٠.

(۳) "نوادر الأصول" الأصل ١٠٠ في حقيقة ...إلخ، ر: ٧٠٥، صـ٢٧٤.

(٤) "المعجم الكبير" عبد الله بن مسعود الهذلي، باب، ر: ٨٨٠٨، ٩/ ١٦٣.

شیاطینِ جن وانس عمر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الإِنْسِ وَالجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ»(۱) "میں شیاطینِ جن وانس کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں"۔

عمر کے اسلام لانے پر آسمان کے فرشتوں نے مبارکباد پیش کی

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اسلام لائے، ملأِ اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں، تہنیت ومبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں، کہ مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: قَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ»(۲) "حضرت جبریل نے میرے پاس آکر کہا، کہ عمر کے اسلام لانے پر آسمان والوں نے مبارک باد دی ہے"۔

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ہی روایت کردہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں، کہ ایک بار رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، جس پر کچھ بچھا ہوا نہیں تھا، سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے دیکھا کہ دوجہاں کے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر میں رونے لگا، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَا يُبْكِيكَ؟» "اے عمر! کیوں روتے ہو؟" میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ!

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۶۹۱، صـ۸٤۰.

(۲) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ر: ٤٤۹۱، ٥/ ۱٦۹۳.

قیصر وکسریٰ دنیا کی تمام آسائشوں اور نعمتوں میں ہیں، جبکہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو اللہ کے رسول ہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لهما الدنيا، وَلَكَ الآخِرَةُ!»(۱) "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو، کہ اُن کے لیے دنیا کی عارِضی نعمتیں ہوں، اور تمہارے لیے آخرت کی اَبدی راحتیں ہوں!"۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کی شجاعت وبہادُری

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے، مسلمانوں کی قوّت وعظمت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا، شروع شروع میں مسلمان چُھپ چُھپ کر عبادت کیا کرتے، لیکن حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے اسلام قبول کرنے کے بعد، مسلمانوں نے کعبۃُ اللہ شریف میں اعلانیہ عبادت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے فرمایا: «إِنْ كَانَ إِسْلَامُ عُمَرَ لَفَتْحاً، وَإِمَارَتُهُ لَرَحمَةً، وَاللهِ! مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ بِالْبَيْتِ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ قَابَلَهُمْ، حَتَّى دَعَوْنَا فَصَلَّيْنَا»(۲) "یقیناً حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کا قبولِ اسلام ہمارے لیے ایک فتح تھی، اور ان کی اِمارت (خلافت) رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! بیتُ اللہ شریف میں نماز پڑھنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے اسلام قبول کیا، تب آپ نے مشرکینِ مکّہ کا سامنا کیا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا، پھر ہم نے خانۂ کعبہ میں نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" باب في الإيلاء ...إلخ، ر: ۳۶۹۲، صـ۶۳۶.

(۲) "المعجم الكبير" باب، ر: ۸۸۲۰، ۹/ ۱۶۵.

ہجرت کے وقت کفّار کے شَر سے بچنے کے لیے، سب مسلمانوں نے خاموشی کے ساتھ ہجرت کی، مگر حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غیرتِ ایمانی نے چُھپ کر ہجرت کرنا گوارا نہیں کیا، آپ نے تلوار ہاتھ میں لی، کعبۃُ اللہ شریف کا طواف کیا، اور کفّارِ مکّہ کو مخاطَب کر کے فرمایا: «شاهتِ الوجوهُ، مَن أرادَ أن تَثكلَه أمُّه، ويُؤتَم ولدُه، وتُرمل زوجتُه، فلْيَلقني وراءَ هذا الوادي» "چہرے خوف زدہ ہوں! اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی ماں اُس پر روئے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں، اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، تو اس وادی کے باہر آکر مجھ سے ملے!" مگر کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کا تعاقُب کرتا(١)۔

مُوافقاتِ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ

حضراتِ گرامی قدر! قرآن پاک کی تقریبًا بیس ۲۰ سے زائد آیات مبارکہ ایسی ہیں، جو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رائے کے مُوافق نازل ہوئیں، یہ بات آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پختہ فہم وفراست اور حکمت ودانائی پر دلالت کرتی ہیں۔ جن آیات مبارکہ میں آپ کی رائے کے مُوافق وحیِ الٰہی نازل ہوئی، ان میں مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کا حکم، مسلمان خواتین کو پردے کا حکم، جنگِ بدر کے قیدیوں سے متعلق رائے، حُرمتِ شراب کا حکم، منافقین کی نمازِ جنازہ اور ان کی قبور پر جانے کی ممانعت، منافقین کے لیے دعائے مغفرت سے متعلق حکم، مقامِ بدر کی طرف جانے کا مشورہ، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ کی پاکیزگی کا بیان، (جبریل کا دشمن، اللہ کا دشمن ہے) کے الفاظ کی مُوافقت، رسول اللہ

(١) "تهذيب الأسماء واللُّغات" باب العين والميم، عمر بن الخطّاب، ٢/ ٥، ٦.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حاکم بنانے کا حکم، بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت، جنّتیوں کے دو ۲ گروہوں سے متعلق رائے میں، مُوافقت کا حکم شامل ہے[۱]۔ ع

ترجمانِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم زبانِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام![۲]

دَورِ فاروقی کی فُتوحات اور طرزِ حکمرانی

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مدّتِ خلافت، دَس ۱۰ سال، پانچ ۵ ماہ اور اکیس ۲۱ دن ہے۔ آپ کے دَورِ خلافت میں مسلمانوں کو بے مثال فتوحات اور شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ آپ نے قیصر وکسریٰ (دو ۲ سپر پاور) کی سلطنتوں کو خاک میں روندتے ہوئے اسلام کا پرچم لہرایا!۔ آپ ہی کے دَورِ خلافت میں عراق، مصر، لیبیا، شام، ایران، خُراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا، اور سجستان فتح ہو کر، مملکتِ اسلامیہ کا حصہ بنے۔ اس طرح اسلامی مملکت کا کُل رقبہ بائیس ۲۲ لاکھ، اِکاوَن ۵۱ ہزار، تیس ۳۰ مربع میل تک پھیل گیا۔ حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کے دَورِ خلافت میں، مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بیت المقدس یہودی تسلط سے آزاد ہوا!۔

حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی مہارت، شجاعت اور عسکری صلاحیت سے، محض دو ۲ سال کے قلیل عرصہ میں ساسانی سلطنت کی شہنشاہیت کو، نہ صرف زیر کرلیا، بلکہ اپنی حُدودِ سلطنت کا انتظام، رِعایا کی جملہ ضروریات کی نگہداشت، اور

---

(۱) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني عمر بن الخطّاب، صـ۹۹-۱۰۱، ملتقطاً.

(۲) "حدائقِ بخشش" حصہ دوم، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۱۲۔

دیگر اُمورِ سلطنت کو بھی خوش اُسلوبی اور مہارت سے نبھایا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دَور خلافت میں، ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۶۰۰ علاقے فتح ہوئے، تقریبًا ۵۰۰۰ ہزار مساجد تعمیر ہوئیں، یتیم، مسکین، بیوہ خواتین اور بزرگ شہریوں کی مالی مدد کے لیے بیت المال کا شعبہ قائم کیا گیا۔ عدل وانصاف اور مقدّمات کے جَلد فیصلوں کے لیے عدالتیں بنائی گئی، اور ان میں میرٹ پر قاضِی (ججز) تعینات کیے گئے۔

ہجری تقویم (کیلنڈر) کا اِجراء بھی کیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ مَردم شماری کا اہتمام کیا، دُور دراز علاقوں میں پانی کی فراہمی کے لیے نہریں کھدوائیں، نئے شہر آباد کرائے، قیدیوں کی سہولت کے لیے جیل خانے بنوائے، پولیس ڈیپارٹمنٹ (Police Department) قائم کیا، رِعایا کے جان ومال کی حفاظت اور بیرونی حملوں سے بچاؤ کے لیے، جگہ جگہ فوجی چھاؤنیاں (Military cantonments) بنوائیں۔ مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے تعمیر کروائے، لاوارث بچوں کی پرورش وکفالت کے لیے وظائف مقرّر کیے۔ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا، ان میں تعلیم دینے والے علماء، ائمہ اور مؤذِّنین کے مُشاہرے (تنخواہ) مقرّر کیے گئے، وقت دریافت کرنے کا طریقہ اِیجاد کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے فلاحی اور اِصلاحی اَحکام صادر فرمائے[1]۔

---

(۱) "فتوح البلدان" صـ۲٤۹-٤۱٦، مُلَخّصاً. "تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني: عمر بن الخطّاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، صـ۱۱۰، ملخّصاً.

سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کی خبر، خود تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اُس وقت دی، جب آپ اُحد پہاڑ کو قدم بوسی کی سعادت بخش رہے تھے۔ حضرت سیّدنا انَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ ایک بار رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ کانپنے لگا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اسے اپنا پاؤں مبارک مار کر فرمایا: «اثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ»[1] "اے اُحد ٹھہر جا! کہ تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو ۲ شہید ہیں!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ۲۶ ذی الحجہ سن ۲۳ ہجری، نمازِ فجر کے وقت، ابو لؤلؤ فیروز نامی بدبخت (مجوسی) نے موقع دیکھ کر، حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر زہر آلود خنجر کے تین ۳ قاتلانہ وار کیے، جو مُہلِک ثابت ہوئے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ پوری مسجد میں شور برپا ہو گیا، لوگوں نے اس کا پیچھا کیا، تب اس نے مزید گیارہ ۱۱ افراد کو شدید زخمی کر دیا، چھ ۶ افراد بعد میں شہید ہو گئے، اور قاتل نے جب بچنے کی کوئی صورت نہ پائی، تو خود کو بھی اسی خنجر سے مار کر خودکشی کر لی[2]۔

مزارِ پُر انوار

میرے دوستو، بزرگو! حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چار ۴ دن تک موت وحیات کی کشمکش میں رہے، وقتِ آخر اپنے بیٹے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا:

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النبي، ر: ٣٦٧٥، صـ٦١٧.

(۲) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، ١/ ٢٩٣، ٢٩٦، ملتقطاً.

«اذْهَبْ يَا غُلَامُ إِلَى أُمِّ المؤمِنِينَ، فَقُلْ لَهَا: إِنَّ عُمَرَ يَسْأَلُكِ أَنْ تَأْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ! ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَأَخْبِرْنِي» "بیٹا ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ کی بارگاہ میں جاکر عرض کرو، کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو عمر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہے! پھر آکر مجھے اُن کے جواب سے آگاہ کرو!" حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا: «فَأَرْسَلَتْ أَنْ نَعَمْ، قَدْ أَذِنْتُ لَكَ!» "ام المؤمنین نے پیغام بھیجا، کہ ہاں میں نے آپ کو اجازت دی!"۔ حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب اجازت ملنے کی خبر دی گئی، تو آپ نے فرمایا: الحمد للہ! مجھے اس سے زیادہ اَور کسی بات کی خواہش نہ تھی، اللہ کا شکر ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوگئی ہے!۔

یکم محرّم الحرام ۲۴ سنِ ہجری، سجدہ کی حالت میں آپ کی روح مبارک نے پرواز کی، إنّا لله وإنّا إليه راجعون!. آپ کی نمازِ جنازہ حسبِ وصیت حضرت سیّدنا صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پڑھائی[1]۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کردیے گئے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شجاعت وبہادُری سے حصّہ عطا فرما، عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی توفیق دے، ان کی سیرت طیّبہ پر چلتے ہوئے اپنا تن من دھن سب کچھ، تیری راہ میں قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، ١/ ٣٠٧، ٣١٠، ملتقطاً.

ہجری کلینڈر

(جمعۃ المبارک ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ- ۲۰۲۰/۸/۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حرمت والا مہینہ

برادرانِ اسلام! محرّم الحرام کی آمد آمد ہے، یہ وہ ماہِ مقدّس ہے جو مسلمانوں کے لیے نئے ہجری سال کی نوید، اور مسرّت کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اس ماہِ مبارک کی اَہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اسے «شهرُ الله»[1] یعنی "اللہ رب العزّت کا مہینہ" قرار دیا ہے، نیز اس کی حرمت قرآنِ پاک میں بھی بیان کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾[2] "یقیناً اللہ کی کتاب میں، اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ۱۲ مہینے

---

(١) "سنن أبي داود" باب في صَومِ المُحرَّم، ر: ٢٤٢٩، صـ٣٥٢.

(٢) پ١٠، التوبة: ٣٦.

ہے، جب سے اُس نے آسمان وزمین بنائے، اُن میں سے چار ۴ حرمت والے مہینے ہیں"۔ اور وہ چار ۴ مہینے: (۱) رجب المرجب، (۲) ذو القعدہ، (۳) ذو الحجہ، (۴) اور محرّم الحرام ہیں۔

حضراتِ گرامی! جس وقت ہجری کلینڈر ترتیب دیا جارہا تھا، اُس وقت محرّم الحرام کی حرمت کے پیشِ نظر، اسے ہجری کلینڈر (Hijri calendar) کے آغاز کا مبدا قرار دیا گیا، جو گزشتہ چودہ سو سال سے زائد عرصہ سے، آج تک چلا آرہا ہے۔

ہجری کلینڈر کا آغاز

عزیزانِ محترم! ظہورِ اسلام سے قبل بھی دنیا میں مختلف کلینڈر رائج تھے، جن کا آغاز کسی بادشاہ کی پیدائش یا وفات، کسی حادثے، زلزلے یا طوفان جیسے واقعات کی بنیاد پر ہوا کرتا۔ چونکہ عرب مُعاشرہ اتنا متمدّن نہیں تھا کہ انہیں کسی کلینڈر کی ضرورت محسوس ہوتی، لہذا یہ لوگ اپنی سہولت کے لیے اپنی قومی تاریخ کے کسی بھی اہم اور مشہور واقعہ، مثلاً عام الفیل وغیرہ کو بنیاد بناکر، حساب کتاب لگالیا کرتے تھے[1]۔

آمدِ اسلام کے بعد بھی کچھ عرصہ تک کسی کلینڈر (Calendar) کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اور مسلمان عہدِ رسالت کے مشہور واقعات، مثلاً بعثتِ نبوی، بیعتِ عُقبہ اور اِذنِ قِتال وغیرہا کو، بطورِ کلینڈر استعمال کرنے لگے۔ تبلیغ واِشاعتِ اسلام، کفّار کے مظالم وریشہ دوانیوں، اور جہاد کے فریضے نے اس قدر مہلت ہی نہ دی، کہ رسول اللہ ﷺ اس کام کی طرف توجہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ بعدازاں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم نے اس اہم کام کی تکمیل فرمائی۔

---

(۱) "عمدة القاري" كتاب مناقب الأنصار، ۱۱/ ٦٥٤، ٦٥٥، ملّخصاً.

اسلامی تقویم (ہجری کلینڈر) کا آغاز بھی انھی اُمور میں سے ایک ہے، جس کی وضع کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، لیکن اسے مسلمانوں میں باقاعدہ رَواج حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت میں دیا۔

امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جنہوں نے سب سے پہلے تاریخِ ہجری کی بنیاد ڈالی، وہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"[1]۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلینڈر کی ابتدائی تاریخ مقرّر کرنے کے حوالے سے لوگوں سے مُشاورت کی، تو کسی نے بعثتِ رسول کو بنیاد بنانے کا کہا، اور کسی نے ہجرتِ رسول کو، اس پر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «لا بل نُؤرِّخُ لمهاجَرِ رسولِ الله ﷺ؛ فإنّ مهاجَرَه فرّقَ بينَ الحقِّ والباطلِ!»[2] "رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ طیّبہ، حق اور باطل کے درمیان فرق کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا ہم اسی کو تاریخ وسن کے لیے مَبدا مقرّر کریں گے!"۔

امام زُہری وامام شَعبی رحمہما اللہ تعالیٰ سے مروی ہے، کہ کعبۃُ اللہ شریف کی تعمیر سے قبل، بنو اسماعیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگ میں ڈالے جانے کے دن سے، اور تعمیرِ کعبہ کے بعد تعمیرِ کعبہ سے تاریخ کا حساب کیا کرتے تھے۔ پھر جو قبیلہ تہامہ سے چلا جاتا وہ اپنی علیحدگی کے دن سے تاریخ کا شمار کرتا، اور جو تہامہ میں رہ جاتے وہ سعد، ہند اور جُہَینہ بنی زَید کے تہامہ سے خروج سے حساب رکھتے۔ یہ سلسلہ

---

(۱) "تهذيب الأسماء" الهجرة ابتداء التاريخ الإسلامي، ۱/ ۲۰.

(۲) "تاريخ الطَبَري" ذكر الوقت الذي عمل فيه التاريخ، ۲/ ۳۸۸.

کعب بن لُوی کی وفات تک جاری رہا، پھر اُن کی وفات کے دن سے حساب ہونے لگا۔ اس کے بعد واقعۂ فیل پیش آیا، تو بنو اسماعیل نے واقعۂ فیل سے تاریخ کا حساب رکھنا شروع کر دیا، اور امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانہ سے مسلمانوں نے ہجرتِ نبوی سے تاریخ کا حساب رکھنا شروع کیا(۱)۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بعض علمائے کرام نے ہجری تقویم کی ایجاد کو عہدِ نبوی، اور بعض نے عہدِ فاروقی کی طرف منسوب کیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ہجرت کر کے جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجری تقویم یعنی کلینڈر بنانے کا حکم دیا، چنانچہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اسے ہجرت سے شروع کیا۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجری تقویم کی وضع کا حکم دیا تھا، جبکہ اس وضع کی ہوئی ہجری تقویم کا باقاعدہ حساب وکتاب، مسلمانوں نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دَور سے شروع کیا، لہٰذا دونوں اقوال میں کوئی تعارُض وخلاف نہیں"(۲)۔

ہجرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

عزیزانِ گرامی قدر! ہجرتِ نبوی تاریخِ اسلام، بلکہ تاریخِ عالَم میں ایک عظیم باب ہے، جو اپنے اندر شُجاعت، صبر، توکُّل، امن واَمان، اور رَواداری کی ایک نئی تاریخ رقم کئے ہوئے ہے، اللہ کے حبیب رَحمتِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مکّۂ مکرّمہ میں، لوگوں کو تیرہ

(۱) "تاريخ الطَبَري" ذكر الوقت الذي عمل فيه التاريخ، ٢/ ٣٩٠، ٣٩١.

(۲) المرجع نفسه، ٢/ ٣٨٨. "سیرتِ سیّد الانبیاء" ص۲۴۵۔

۱۳برس تک، اللہ کی توحید کی طرف بُلاتے رہے، اُن کے ذہنوں سے شرک کی جہالت وخُرافات کو مٹاتے رہے؛ تاکہ انسان اپنے ربِ کریم کے قُرب کی اعلیٰ مَنازل حاصل کر سکے، مگر اِس دَوران کفارِ مکّہ والیٔ کونَین ﷺ سے اُلجھتے رہے، رحمتِ عالمیان ﷺ کو تکلیفیں پہنچاتے رہے، یہاں تک کہ نبئ رحمت ﷺ کے قتل کے دَرپے ہو گئے، اُن کے اِس ناپاک ارادے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾[1] "اے حبیب! یاد کیجیے جب کافر آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ کو بند کر دیں، یا شہید کر دیں، یا نکال دیں! وہ اپنا سا مکر کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے!"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفّار کے مکر سے اپنے نبئ مکرّم ﷺ کی حفاظت فرمائی، حتی کہ آقا کریم ﷺ کفّار کے سامنے سے گزرے، مگر وہ لوگ آپ کو دیکھ نہیں پائے، حضور پُرنور ﷺ نے مُٹھی بھر خاک لے کر، اُن کی طرف پھینکی اور قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾[2] "ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی، اور اُن کے پیچھے ایک دیوار، اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا؛ تو انہیں کچھ دِکھائی نہیں دیتا"، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے کفّارِ مکّہ کے مکر کو دُور فرمایا۔

حضرتِ سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، کہ جب رَحمتِ عالمیان

---

(۱) پ۹، الأنفال: ۳۰.

(۲) پ۲۲، یس: ۹.

ﷺ مکۂ مکرّمہ سے ہجرت کرنے لگے، تو سرزمینِ مکّہ سے مخاطِب ہو کر فرمایا: «مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ! وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ، مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ!»[1] "اے سرزمینِ مکّہ! تُو کس قدر پاکیزہ اور مجھے محبوب شہر ہے! اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی، تو میں تیرے سِوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا"۔ نبئ کریم ﷺ جب مدینۂ منوّرہ پہنچے تو مدینے سے محبت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا المَدِينَةَ، كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ!»[2] "اے اللہ! مکّہ کی طرح مدینہ کو بھی ہمارے لیے پیارا کردے، بلکہ اُس سے بھی زیادہ!"۔

ہجری تقویم (کلینڈر) سے مراد

عزیزانِ محترم! ہجری تقویم سے مراد تواریخ اور ماہ وسال کا حساب، اسی ہجرت سے لگانا ہے۔ ہجری سال میں مہینوں کے جو نام استعمال ہوتے ہیں، وہ اسلام سے قبل بھی رائج تھے، چونکہ ہجری سال کی تقویم قمری ہے، لہذا اس کا ہر مہینہ چاند کی رؤیت سے شروع ہوتا ہے، جو کبھی انتیس ۲۹، اور کبھی تیس ۳۰ دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ قمری سال میں سب سے پہلا مہینہ محرّم الحرام، اور سب سے آخری ماہ ذوالحجہ ہے۔

میرے محترم بھائیو! سنِ ہجری کا آغاز مسلمانوں کے لیے، دینی اور تاریخی اعتبار سے ایک خاص اَہمیت رکھتا ہے، وہ اَہلِ اسلام کو اُس دَور کی یاد دلاتا ہے، جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو مکی دَور کے ابتلاء وآزمائش کی تنگ زندگی سے نَجات ملی، اور مدینہ منوّرہ کی صورت میں، مستحکم وپائیدار استقرار حاصل ہوا، باطل کو شکست اور مسلمانوں کو

---

(۱) "سنن الترمذي" أبوابُ المناقِب، ر: ۳۹۲٦، صـ۸۸۳.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ الفضائل المدينة، ر: ۳۹۲٦، صـ٦٦۳.

قوّت اور شان و شوکت نصیب ہوئی، اور کفر اپنی مَوت آپ مرنے لگا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب مسلمان فاتحانہ شان کے ساتھ، اپنے وطن مکّہ مکرّمہ واپس لَوٹے۔

تقویم میں واقعۂ ہجرت کو بنیاد بنانے کا ایک سبب

حضراتِ گرامی قدر! مقامِ غور و فکر ہے کہ مسلمانوں نے اپنے کلینڈر کی تاریخ کا آغاز، فتح و نصرت پر مبنی واقعات کے بجائے، مسکینی اور درماندگی سے بھرپور، واقعۂ ہجرت سے کیوں کیا؟ جبکہ دنیا کی دیگر تمام اَقوام، صرف اپنے اچھے دن یاد رکھتی ہیں، مگر مسلمانوں نے کیوں اپنی تاریخ کو ہجری تقویم کی صورت میں، ہر دم اپنے پیشِ نظر رکھنا مناسب سمجھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سطحی نظر میں واقعۂ ہجرت یقیناً سرورِ کائنات ﷺ، اور ان کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے مظلومیت، اور بظاہر پسپائی کی یادگار ہے، مگر فی الحقیقت یہ واقعہ اسلام کے فتح و عروج کا نقطۂ آغاز ہے، جب عشقِ رسول ﷺ سے سرشار مختصر تعداد میں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان، مَصائب وآلام کی بھٹی میں تپ کر کندن بن گیا، تو اہلِ مدینہ دیوانہ وار اسلام کی طرف کھنچتے چلے آئے، اور انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی، کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے، اور ہماری قیادت ورَہنمائی فرمائیے! یہی وجہ ہے کہ واقعۂ ہجرت مظلوموں کی پسپائی نہیں، بلکہ فتح کی یادگار ہے!۔

ہجری کلینڈر کی اہم تواریخ اور واقعات

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز بھائیو! یوں تو ہجری کلینڈر میں ایک سے بڑھ کر ایک اہم تاریخ اور واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں سے بعض اس قدر اہم ہیں، کہ صدیاں بیت جانے کے باوُجود، اُن کے نُقوش آج بھی تر و تازہ ہیں، جیسا کہ یکم محرّم

الحرام اسلامی سال کا پہلا دن ہے، اور اسی دن خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اسی طرح دَس ۱۰ محرّم الحرام نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا یومِ شہادت ہے، جو واقعۂ کربلا کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

اٹھائیس ۲۸ صفر المظفر نواسۂ رسول اور خلیفۂ راشد، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا یومِ وفات ہے۔

بارہ ۱۲ ربیع الاوّل سرورِ کائنات، دوجہاں کے سردار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یومِ پیدائش ہے، ساری دنیا میں اس دن کو، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طور پر منایا جاتا ہے۔

بائیس ۲۲ جُمادَی الآخرہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا یومِ وصال ہے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے یارِ غار اور مَردوں میں سب سے پہلے قبولِ اسلام سے شرف یافتہ ہیں۔

تیرہ ۱۳ رجب المرجب، امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضٰی شیرِ خدا رضی اللہ تعالی عنہ کا یومِ ولادت ہے، آپ چوتھے خلیفۂ راشد اور دامادِ رسول ہیں۔ ستائیس ۲۷ رجب المرجب کو واقعۂ معراج پیش آیا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جاگتی آنکھوں سے، عین بیداری کی حالت میں، ربّ تعالیٰ کے دیدار کا شرَف حاصل کیا[1]۔

پندرہ ۱۵ شعبان المعظم شبِ براءَت کے نام سے معروف ہے، اس رات سال بھر میں ہونے والے سارے انتظامات، فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں، کہ اس سال میں فُلاں فُلاں کی موت ہے، فُلاں فُلاں جگہ اتنا پانی برسایا جائے گا، فُلاں

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله ...إلخ، ر: ۲۵۸۰، ۱/ ۶۱۱.

کو مالدار اور فُلاں کو غریب بنایا جائے گا، اور جو اس رات میں عبادت کرتے ہیں ان کو عذابِ الٰہی سے چھٹکارا یعنی رہائی ملتی ہے[1]، یہ بڑی مقدّس رات ہے۔

تین ۳ رمضان المبارک، خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یومِ وفات ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سب سے چہیتی بیٹی ہیں۔ سترہ ۱۷ رمضان المبارک کو غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا، اور اسی تاریخ کو امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اکیس ۲۱ رمضان المبارک امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یومِ شہادت ہے۔ ستائیس ۲۷ رمضان کی شب لیلۃ القدر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

یکم شوّال المکرّم عید الفطر کا دن ہے، اسے چھوٹی عید بھی کہتے ہیں۔ پندرہ ۱۵ شوّال المکرّم کو غزوۂ اُحد، اور ستائیس ۲۷ شوّال المکرم کو غزوۂ خندق پیش آیا۔

۹ ذو الحجہ حجۃ الوَداع کے موقع پر عرفات میں حاضر ہو کر، رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں کئی اہم اُمور پر بہت سی ہدایات واَحکام ارشاد فرمائے۔ اسی دن ہر سال حج کا رکنِ اعظم "وُقوفِ عرَفہ" بھی ادا کیا جاتا ہے۔ دَس ۱۰ ذو الحجہ حج کی ادائیگی کے بعد مسلمان عید الاضحیٰ کی خوشی مناتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں جانور قربان کرکے، سنّتِ ابراہیمی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اسے بڑی عید اور یوم النحر بھی کہا جاتا ہے۔ اٹھارہ ۱۸ ذو الحجہ خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی ذو النورَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یومِ شہادت ہے۔

(۱) "اسلامی زندگی" از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ، شب براءت، ۷۷، ملخصًا۔

ہجری کلینڈر کی چند امتیازی خصوصیات

حضراتِ گرامی قدر! ہجری تقویم میں بعض خصائص ایسے ہیں، جو دنیا کے کسی اَور کلینڈر میں نہیں پائے جاتے، مثلاً سنِ ہجری قمری تقویم ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ماہ وسال کی تعیین کے لیے چاند ہی میقات بن سکتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾(۱) "چمکتا چاند بنایا، اور اس کے لیے منزلیں ٹھہرائیں؛ تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾(۲) "تم سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ تم فرمادو، کہ وہ لوگوں اور حج کے لیے وقت کی علامتیں ہیں!"۔

ہجری کلینڈر کی بنیاد رؤیتِ ہلال پر ہے، اور چاند کے عُروج وزوال کے مَظاہر، ہر ماہ آسمان پر پوری طرح نمایاں ہوتے ہیں، جسے ہر شخص گھر میں ہو یا باہر، جنگل میں ہو یا بیابان میں، بآسانی ملاحظہ کر سکتا ہے، اور اسے اس کام کے لیے کسی فلکیاتی رصدگاہ (Astronomical observatory) جانے کی ضرورت نہیں۔

گردشِ قمر اور اختلافِ لیل ونہار سے، ماہ وسال کا جو فطری نظام ہے، ہجری سَن اس کے عین مطابق ہے، لہذا قمری سال حقیقی سال ہے۔ جب چاند زمین کے گرد ایک چکر پورا کرلے تو مہینہ، اور بارہ ۱۲ چکر پورے کرلے تو سال مکمل ہوجاتا ہے، جبکہ عیسوی سال میں ایسا استقلال نہیں۔ عیسوی سال میں ۳۶۵ دن اور ۶ گھنٹے ہوتے ہیں،

(۱) پ۱۱، یونس: ۵.

(۲) پ۲، البقرة: ۱۸۹.

گویا آخری دن چَوتھائی کے اختتام پر ہی عیسوی سال مکمل ہوجاتا ہے، اور دن کا بقیہ تین چَوتھائی حصّہ اگلے سال میں شمار ہوتا ہے۔ اس طرح پیچ دن میں ہی سال مکمل ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصحیح کے لیے ہر چَوتھے سال ماہِ فروری ۲۹ دن کا شمار کیا جاتا ہے (۱)۔

جبکہ سَنِ ہجری ابتداء سے اپنی اصل مجوّزہ صورت پر باقی چلا آرہا ہے، اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں، اور یہ وہ منفرد خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی دوسرے متداوَل کلینڈر میں نہیں۔

دعا

اے اللہ! اس نئے ہجری سال کو ہمارے لیے، انفرادی واجتماعی مسرّتوں، اور قومی وملّی خوشیوں کا پیامبر بنادے، ہمارے اُلجھے ہوئے ملکی وعالمی مسائل کو سلجھا دے۔ اے اللہ! ہمیں نئے سال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "جوہرِ تقویم" صـ۱ـ

عاشوراء

(جمعۃ المبارک ۸ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۲۸/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتم الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصَحْبِهِ أجمعِين، ومَن تَبِعَهُم بإحسانٍ إلى يَومِ الدِّين، أَمّا بعد: فأعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيم، بِسمِ الله الرَّحمنِ الرَّحِيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! شریعتِ اسلامیہ میں بعض مقدّس دنوں اور مبارک راتوں کو، سال کے دیگر شب وروز پر ایک خاص برتری اور اَفضلیت حاصل ہے، جس سے اُن کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انہی مقدّس دنوں میں سے ایک دس ۱۰ محرّم الحرام یعنی "عاشوراء" کا دن بھی ہے، جو اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ دنیا کی تاریخ میں بھی انتہائی اَہمیت کا حامل ہے، یہ دن اللہ تعالی کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا دن ہے۔

اگر اس دن کو ایک حیثیت سے سال کا عظیم ترین دن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا؛ کیونکہ یہ دن اپنے اندر کئی ایسے عظیم واقعات سموئے ہوئے ہے، جو سنہری حروف میں لکھے اور یاد رکھے جانے کے قابل ہیں!۔

عاشوراء کا روزہ

حضراتِ گرامی قدر! احادیثِ مبارکہ میں محرّم الحرام کے مہینے میں بالعموم، اور یومِ عاشوراء میں بالخصوص روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس سے اس ماہِ مقدّس کی اہمیت وفضیلت کا پتہ چلتا ہے، حضرت سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ!»(۱) "میں اللہ تعالی سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء کا روزہ، گزشتہ سال کے گناہوں کا کفّارہ بنا دے!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، کہ جب نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: «مَا هٰذَا؟» "تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟" یہود نے کہا کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس دن اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دی، اور حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اس دن روزہ رکھا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ!» "میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا حقدار ہوں!"۔ لہذا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا، اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی(۲)۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما ہی سے ایک اَور روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی حکم فرمایا، صحابۂ کرام

---

(۱) "صحيح مسلم" باب استحباب صيام ثلاثة أيّام، ر: ۲۷۴٦، صـ۴۷۷.

(۲) "صحيح البخاري" باب صوم يوم عاشوراء، ر: ۲۰۰۴، صـ۳۲۱.

رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! یہود ونصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں! آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ!»[1] "آئندہ سال -ان شاء اللہ- ہم (دس ۱۰ کے ساتھ) نو ۹ محرّم الحرام کا بھی روزہ رکھیں گے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ان فرامینِ مبارکہ سے معلوم ہوا، کہ دس ۱۰ محرّم کا اسلامی تعلیمات سے بہت گہرا تعلق ہے، لہذا ارشاداتِ نبویّہ کے مطابق ہمیں چاہیے کہ اس دن کی حرمت وتقدّس کو پیشِ نظر رکھ کر روزہ رکھیں، اور اس دن کو خاص طور پر ذکر واَذکار اور عبادت میں گزاریں۔

یومِ عاشوراء

عزیزانِ محترم! محرّم الحرام کی دس ۱۰ تاریخ کا نام یومِ عاشوراء اسلام سے پہلے ہی سے چلا آرہا ہے۔ تاریخِ اسلام میں سب سے اہم واقعہ جو اس تاریخ کو پیش آیا، وہ واقعۂ کربلا ہے، جس میں نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ، خاندانِ رسالت اور ان کے جاںنثار رُفقاء کو، ہَوَسِ اقتدار میں مبتلا یزیدی افواج نے، بڑی بے دردی سے نہ صرف شہید کیا، بلکہ ان کے مقدّس سر کو تَن سے جدا کرکے ان کی بے حُرمتی بھی کی!! ع

کس شقی کی ہے؟ حکومت ہائے کیا اندھیر ہے؟
دن دھاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت![2]

---

(۱) "صحیح مسلم" باب أيّ يوم يصام في عاشوراء، ر: ٢٦٦٦، صـ٤٦٣.

(۲) "ذوقِ نعت" ذکرِ شہادت، صـ۵۸۔

یزید کی بیعت نہ کرنے کی وُجوہات

برادرانِ اسلام! اس سانحہ کے پیش آنے کا بنیادی سبب، حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یزید کی بیعت سے انکار تھا، اور اگر انصاف کا ترازو تھام کر فیصلہ کیا جائے، تو ہر ذی شُعور یہی کہے گا کہ امامِ عالی مقام کا یزید کی بیعت سے انکار کا فیصلہ بالکل درست تھا!۔

میرے عزیز بھائیو! یزید وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہلِ بیتِ کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے، جس پر ہر زمانے میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے، اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا!۔

یہ بدباطن سیاہ دل، ۲۵ ہجری میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر، میسون بنت بَحْدَل کلبیہ تابعیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا[1] سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی تھیں جن سے بدمُعاشوں کو بھی شرم آجائے![2]۔

حضرت سیّدنا امیرِ مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کے بعد، یزید تختِ سلطنت پر جابیٹھا، اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اَطراف واَکناف میں خطوط روانہ کیے، مدینہ طیّبہ کا گورنر ولید بن عقبہ جب یزید کی بیعت لینے کے لیے، حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے چھپ کر بیعت کرنے سے منع فرما دیا، بلکہ ارشاد فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چُھپ کر بیعت نہیں کر سکتا، نہ ہی ایسا کرنا مناسب ہے، لہذا اگر آپ باہر نکل کر اعلانیہ طور پر عام لوگوں کے ساتھ ہمیں

---

(۱) انظر: "تاج العروس" ١٦/ ٥٢٩.

(۲) "سوانح کربلا" شہادت کے واقعات، یزید کا مختصر تذکرہ، ۱۱۱، ۱۱۲۔

بھی دعوت دیں، تو زیادہ مناسب ہوگا!۔

مزید برآں یہ کہ یزید کی نااہلی کی وجہ سے، اس کی بیعت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلبی طَور پر سخت ناپسند تھی، نیز اسے حکمران منتخب کرنے میں بھی خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقۂ کار کو پسِ پشت ڈالا گیا تھا، لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور احتجاج اس کی بیعت نہ فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے، کہ بیعت سے انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا، اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا، لیکن امامِ عالی مقام کی دیانتداری اور تقویٰ شعاری نے اجازت نہیں دی، کہ اپنی جان بچانے کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، اور مسلمانوں کی تباہی، شرعی اَحکام کی بے حرمتی اور دینِ اسلام کی مضرّت سے لاپرواہی برتیں! اور یہ حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر عظیم الشان فرزندِ رسول سے کس طرح ممکن تھا؟!(۱)۔

اگر حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے، تو شاید وہ آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا، اور آپ کی راحت وعافیت میں کوئی فرق نہ آتا، بلکہ دنیا کی بہت سی دَولت آپ کے پاس جمع ہو جاتی، مگر اسلام کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا! اور دین میں ایسا فساد برپا ہوتا جسے دُور کرنا بعد میں ناممکن ہو جاتا؛ کیونکہ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لیے، امامِ عالی مقام کی بیعت سَند بن جاتی، اور شریعتِ اسلامیہ وملّتِ حنیفہ کا نقشہ بگڑ جاتا!(۲)۔

---

(۱) "سوانحِ کربلا" امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت، صـ۱۱۴۔

(۲) ایضًا۔

حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بیعت کی درخواست میں، اسی لیے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہلِ مدینہ ان کا اتّباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کرلی تو پھر کسی کو تأمّل نہیں ہوگا، لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا، اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتشِ عناد بھڑک اٹھی، اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینۂ منوّرہ سے مکّۂ مکرّمہ منتقل ہونا پڑا، یہ واقعہ چار ۴ شعبان، ۶۰سنِ ہجری کو پیش آیا[1]۔

واقعۂ کربلا کا پسِ منظر

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات، اور یزید کی تخت نشینی کے بعد، اہلِ عراق نے متفق ہوکر امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں مختلف درخواستیں بھیجیں، اور ان میں اپنی نیازمندی اور عقیدت واِخلاص کا اظہار کیا، نیز انہیں کُوفہ تشریف لانے کی دعوت دی؛ تاکہ آپ کی بیعت کرسکیں۔ بہت اِصرار کے بعد حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت مسلم بن عقیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حالات وواقعات کا جائزہ لینے کے لیے کُوفہ روانہ فرمایا[2]۔

حضرت مسلم بن عقیل اپنے دو ۲ بیٹوں کے ہمراہ کُوفہ پہنچے، تو اہلِ کوفہ آپ کے ساتھ بہت عزّت واِکرام سے پیش آئے، اور پہلے ہی دن بارہ ۱۲ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت کرلی، حضرت مسلم بن عقیل نے اہلِ عراق کی عقیدت وگرویدگی دیکھ کر، حضرت سیّدنا امامِ

(۱) ایضاً، ص۱۱۵۔

(۲) ایضاً، امام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں، ص۱۱۶۔

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عریضہ لکھ بھیجا، اور درخواست کی کہ آپ جلد کوفہ تشریف لے آئیے؛ تاکہ بندگانِ خدا یزیدِ ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں!۔

دوسری طرف یزید پلید کو جیسے ہی اس بات کی اطلاع ہوئی، اس نے کُوفہ کے گورنر حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کرکے، عبد اللہ بن زیاد کو نیا گورنر مقرّر کردیا، اور حضرت مسلم بن عقیل کے خلاف فوری کاروائی کا حکم دیا۔ ابنِ زیاد نے انتہائی چالاکی اور مکر وفریب کے ساتھ، امام مسلم بن عقیل کو مذاکرات کے بہانے اپنے دربار میں بلواکر آپ کو شہید کردیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ سنِ ہجری کا ہے، اسی روز مکۂ مکرّمہ سے حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کُوفہ کے لیے روانہ ہوئے[۱] ؏

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلِ بیت[۲]

شہادتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز بھائیو! جب نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانِ اہلِ بیت، اور اپنے دیگر جاںنثار ساتھیوں کے ہمراہ، مکّہ مکرّمہ سے کُوفہ کے لیے روانہ ہو چکے، تو راستے میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، اور کُوفیوں کی بے وفائی کی اطلاع ملی، آپ نے باہمی مُشاورت سے اپنا سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ کُوفہ دو ۲ منزل کے فاصلے پر رہ گیا، تب آپ کو حُر بن یزید

---

(۱) ایضاً، کوفہ کو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی، ۱۱۹، ۱۲۵، ملتقطاً۔

(۲) "ذوقِ نعت" ذکرِ شہادت، ۵۸۔

ریاحی ایک ہزار مسلّح سواروں کے ساتھ ملا۔ آپ سے متعلق ابنِ زیاد کا حکم اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا، اور آپ کو کُوفہ کے راستے سے ہٹا کر کربلا میں پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کیا۔ اُس دن ۶۱ سنِ ہجری اور محرّم الحرام کی دو۲ تاریخ تھی(۱)۔

عزیزانِ گرامی قدر! امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کربلا سے واقف تھے، اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں خاندانِ اہلِ بیت کا خون بہایا جائے گا۔ انہی دنوں اپنے نانا جان سرورِ کائنات تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت بھی ہوئی، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو شہادت کی خبر دی، اور سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے رب سے حسین کے لیے صبر کی دعا فرمائی(۲)۔

جنگ سے احتراز کے سبب واپسی کا قصد

عزیزانِ گرامی! "اس لڑائی میں حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے ہرگز پہل نہیں تھی، امام نے بے وفا کُوفیوں کے وعدہ پر کوفہ کا قصد فرمایا تھا، جب ان غدّاروں نے بدعہدی کی تو آپ نے واپسی کا قصد فرمایا، اور اس وقت سے شروعِ جنگ تک اپنے ارادے سے متعلق، بار بار اَحباب واَعداء سب کو مطلع فرمایا۔ جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی کا ایک ہزار سواروں کے ساتھ نمازِ ظہر سے پہلے، حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آمنا سامنا ہوا، تو حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! ...إِنِّي لمْ آتِكم حَتَّى أتتْني كُتُبُكم، وقدمتْ عليَّ رُسلُكم: أنْ أَقدمَ علينا! فإنّه ليس لنا إمامٌ، لعلَّ اللهَ يجمعُنا بك عَلَى الهُدى،

(۱) "سوانحِ کربلا" حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کوفہ کو روانگی، ص۱۲۹-۱۳۱، ملتقطاً۔

(۲) ایضًا، ص۱۳۱، ملخصًا۔

فإنْ كنتم عَلَى ذلك فقد جئتُكم، فإنْ تعطوني ما اطمأنّ إِلَيْهِ من عهودِكم ومواثيقِكم أقدمُ مصرَكم، وإن لم تفعلوا وكنتم لمقدمي كارهين، انصرفتُ عنكم إِلَى المكان الَّذِي أقبلتُ مِنْهُ إليكم!»[١]. "اے لوگو! میں تمہارے بلانے پر آیا ہوں، تمہارے ایلچی اور خطوط آئے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے! ہم بے امام ہیں؛ کہ اللہ تعالی آپ کے سبب ہمیں ہدایت پر جمع فرمائے! اب تم اگر اپنے عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے ہاں آ چکا ہوں! اور اگر تم اپنے عہد پر نہ رہو، یا میرا تشریف لانا تمہیں ناپسند ہو، تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس لَوٹ جاتا ہوں!" اس پر وہ لوگ خاموش رہے۔

پھر حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ نے بعد نمازِ عصر خطبہ ارشاد فرمایا، اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد ہوا: «وإن أنتم كرهتمونا، وجهلتم حقَّنا، وَكَانَ رأيكم غيرَمَا أتتني كتبُكم، وقدمتْ بِهِ عليَّ رسلُكم، انصرفتُ عنكم!»[٢] "اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو، اگر ہمارے حق سے بے خبر ہو چکے ہو، تمہارے خطوط اور ایلچیوں کے لائے ہوئے پیغامات سے ہٹ کر، اگر تمہاری رائے کچھ اَور ہو چکی ہے، تو میں واپس لَوٹ جاتا ہوں!"۔ اس پر بھی وہ لوگ نہ مانے۔

غرض شروع سے آخر تک واپسی کا ارادہ برابر ظاہر کرتے رہے، مگر یہ ممکن نہ ہو سکا؛ کہ منظورِ رب العالمین یونہی تھا، جنّت آراستہ ہو چکی تھی، اپنے دولہا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوبِ حقیقی کی گھڑی آن پہنچی تھی۔ تب بھی لڑائی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی طرَف سے ہرگز پہل نہیں تھی، بلکہ انہی لوگوں نے مجبور کیا۔ اب دو ۲ ہی

(١) "تاريخ الطَبَري" سنة إحدى وستّين، ٥/ ٤٠١، ملتقطاً.

(٢) المرجع نفسه.

صورتیں تھیں: (۱) یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ "یزید کا حکم ماننا ہوگا، اگرچہ خلافِ قرآن وسنّت ہو"، یہ رخصت تھی، اس میں ثواب نہیں تھا۔ (۲) یا پھر جان دے دی جاتی، اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر اجرِ عظیم بھی تھا، اور یہی چیز امامِ عالی مقام کے شایانِ شان تھی، لہٰذا اسی کو اختیار فرمایا گیا[1]۔

یزیدی لشکر پر اِتمامِ حجت

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر دم تک جنگ سے پہلو تہی کرتے رہے، اور واپسی کے قصد کا اظہار فرماتے رہے، لیکن یزیدی لشکر اور غدّار ونامراد کُوفی لوگ کسی طور پر نہ مانے، بلکہ بہرصورت یزید کی بیعت یا جنگ پر مُصِر رہے۔ ایک ایک کرکے آپ کے تمام رُفقاء واصحاب، جن میں حضرت حُر بن یزید ریاحی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو آپ کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے) اور آپ کے بھائی مصعب بن یزید ریاحی، وہب بن عبد اللہ کلبی، شہزادۂ امام حسین علی اکبر وعلی اصغر، قریبی گاؤں کے جانثار ساتھی، اور خاندانِ رسالت کے دیگر تمام شہزادے (ما سوائے امام زین العابدین بیمار کے) سب شہید ہوگئے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسہ، فرزندِ زہراء بتول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنِ تنہا رہ گئے[2] ؏

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثوں کو کاروانِ اہلِ بیت[3]

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب السیر، رسالہ "المحجة المؤتمنة في آية الممتحنة"، ۱۱/۵۶۷۔

(۲) "سوانحِ کربلا" ص۱۵۰-۱۶۲، ملتقطاً۔

(۳) "ذوقِ نعت" "ذکرِ شہادت"، ص۵۸۔

وہ کُوفی جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا تھا، اور حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی تھی، وہ بھی میدانِ کربلا میں آپ کے سامنے موجود تھے۔ فکرِ آخرت سے بے نیاز اور تیر وتلوار سے مسلّح ہو کر، آپ کی جان کے درپَے تھے، تب آپ نے اِتمامِ حجت کے طور پر ایک بار پھر اُن کو مخاطَب کر کے ارشاد فرمایا: اے قوم اللہ سے ڈرو! جو سب کا مالک ہے، جان لینا سب اس کی قدرت واختیار میں ہے، اگر تم اللہ رب العالمین پر یقین رکھتے ہو، اور میرے جدِّامجد حضرت سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے ہو، تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو گا! اعمال کا حساب کیا جائے گا! میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خون کا مطالبہ کریں گے! سروَرِ کائنات ﷺ جن کی شَفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اور تمام مسلمان جن کی شَفاعت کے امیدوار ہیں، وہ تم سے میرے اور میرے جانثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے! تم میرے اہل وعِیال، اعزّہ واَطفال، اصحاب ومَوالی (غلاموں) میں سے ستّر۷۰ سے زیادہ کو شہید کر چکے، اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری وقیام نہیں! اگر سلطنت کی طمع (لالچ) میں میرے درپَے ہو تو مجھے موقع دو، کہ میں عرب کی سرزمین چھوڑ کر دنیا کے کسی اَور حصّہ میں چلا جاؤں! اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ، تو ہم اللہ تعالی کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں!![1]۔

---

(۱) "سوانحِ کربلا" حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت، ص۱۶۴، ۱۶۵، ملتقطاً۔

شِمر نامی ایک یزیدی نے اپنے لشکر پر، امامِ عالی مقام کی باتوں کا اثر ہوتے دیکھا، توفوراً کہا کہ آپ ابنِ زیاد کے پاس جاکر یزید کی بیعت کرلیں، توآپ سے کوئی تعارُض نہیں کرے گا، ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں!۔

برادرانِ ملّت! سلام ہے امامِ عالی مقام اور ان کے صبر وتحمل کو! کہ اپنے تمام جانثاروں، غلاموں اور خاندانِ رسالت مآب ﷺ کے شہزادوں کی شہادت کے باوُجود، جنگ سے احتراز فرمارہے ہیں، اور اِتمامِ حجت کے ذریعے یزیدیوں کے مُردہ ضمیروں کو جھنجھوڑتے رہے؛ تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے، نواسۂ رسول کی طرف سے کوئی تدبیر باقی نہ رہ جائے، ورنہ بامرِ مجبوری حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔

جب حجتیں تمام ہوگئیں اور جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، اور آپ کے تمام ساتھی شہید کردیے گئے، تب بالآخر امامِ عالی مقام بھی سربکف ہوکر میدانِ کارزار میں اُتر آئے۔ ایک طرف تنِ تنہا نواسۂ رسول ہیں، تو دوسری طرف بیس ہزار سے زائد مسلّح یزیدی لشکر! اس کے باوُجود امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوارِ حیدری نے لاشوں کے اَنبار لگا دیے، دشمن اتنا خوفزدہ ہوا کہ چاروں طرف سے ہزاروں بدبختوں نے آپ کو گھیرے میں لے کر، تلواروں اور نیزوں کی بارش کردی، بالآخر آپ شہید ہوکر زمین پر تشریف لے آئے، خولي بن یزید نے آگے بڑھ کر آپ کے سرِ اقدس کو تنِ اقدس سے جُدا کیا، جسے ابنِ زیاد بدبخت نے کُوفہ کے کوچہ وبازار میں پھراکر، اپنی بے حمیتی وبے حیائی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد تمام شہدائے کربلا کے سروں کو اَسیرانِ اہلِ بیت کے ساتھ، شِمر ناپاک کی سربراہی میں، یزید کے پاس دِمشق بھیج دیا، ع

سرِ شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر وشانِ اہلِ بیت[۱]

بعد ازاں یزید نے سرِ اقدس اور اہلِ بیت کو حضرت امام زَین العابدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھیجا، اور وہاں حضرت سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پہلو میں تدفین ہوئی[۲]۔

یزید سے متعلق حکمِ شرعی

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز ہم وطنو! اس اندوہناک سانحہ کے بعد، یزید پلید سے متعلق حکمِ شرعی کے حوالے سے، علمائے دین کی دو ۲ مختلف آراء ہیں، جنہیں امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان -علیہ رحمۃ الرحمن- نے کچھ یوں بیان فرمایا کہ "ہمراہیانِ یزید یعنی جو اُن مَظالمِ ملعونہ میں اس کے مُمِد و مُعاوِن تھے، ضرور خبیث و مردود تھے، اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے۔ ہمارے امام (ابو حنیفہ) کا مذہب سُکوت ہے۔ اور جو کہے وہ بھی موردِ اِلزام نہیں؛ کہ یہ بھی امام احمد بن حنبل وغیرہ بعض ائمۂ اہلِ سنّت کا مذہب ہے"[۳]۔

محرّم الحرام میں ممنوعہ اُمور

عزیزانِ گرامی قدر! عاشوراء (دس ۱۰ محرّم الحرام) کے دن قضاء وقدر سے، حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر جو گزری، دراصل وہ شہادت ہے، جس کے ذریعے

---

(۱) "ذوقِ نعت" ذکرِ شہادت، ص۵۹۔
(۲) "سوانح کربلا" ص۱۶۵-۱۷۱، ملتقطاً۔
(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، حضرات امامین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خواہ کسی... الخ، ۱۶/۶۴۹۔

اللہ تعالی کے ہاں ان کے درَجات مزید بلند ہوئے۔ جو شخص ان حضرات مقدّسہ کی مصیبت کو یاد کرے، وہ صرف إنّا لله وإنّا إليه راجعون پڑھے (جو نبئ کریم ﷺ کا طریقہ ہے) تاکہ اِطاعت رسول ﷺ ہو، اور ایسا کرنے سے اللہ تعالی کے ہاں وہ ثواب حاصل کرے، جس کا اللہ تعالی نے اس فرمان میں وعدہ فرما رکھا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[1] "وہی ہیں کہ جن پر اُن کے رب کی طرف سے درود اور رحمت ہے، اور وہی ہدایت پانے والے ہیں"۔

نیز شیعہ حضرات نے جو خُرافات جاری کر رکھی ہیں، کہ وہ بین وماتم کرتے ہیں، سوگ مناتے ہیں، ان سب باتوں سے بچ کر رہے؛ یہ اہلِ ایمان کا طریقہ نہیں۔ اگر ایسا کرنا مناسب ہوتا تو حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نانا جان حضرت محمد ﷺ کی وفات پر بھی ہر سال یہ کام کرنا ضروری ہوتا، وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں۔ بس اللہ تعالی ہی کافی مدد گار اور کارساز ہے۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "محرّم میں سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں، اور سوگ حرام ہے؛ کہ شِعار رافضیانِ لِئام ہے"[2]۔

عشرۂ محرّم الحرام اور خاص عاشوراء کے دن بعض خرافات

عشرۂ محرّم الحرام اور خاص عاشوراء کے دن کے حوالے سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(۱) بعض اہلِ سنّت وجماعت عشرۂ محرّم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں،

---

(۱) پ۱، البقرة: ۱۵۷.

(۲) "اَحکامِ شریعت" محرّم، مسئلہ نمبر۴۹، ص۱۴۴۔

اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(٢) ان دس ١٠ دنوں میں کپڑے نہیں بدلتے۔

(٣) ماہ محرّم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

(٤) ان ایّام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں، سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے، ہر مہینے میں، ہر تاریخ، ہر ولی کی نیاز، اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"[1]۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ایک اَور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"غرض عشرۂ محرّم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعتِ پاک تک، نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رُسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا، پھر وبالِ ابتداع (بدعت) کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، رِیا وتفاخُر (دکھاوا اور فخر کرنا) علانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں، بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اِضاعت (ضائع کرنا) ہو رہی ہے، مگر نام تو ہوگیا کہ فُلاں صاحب لنگر لُٹا رہے ہیں، اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رُسوم، جشن یہ کچھ، اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ! کہ گویا یہ ساختہ (خود بنائی ہوئی) تصویریں بعینہا حضراتِ شہداء -رضوان اللہ تعالی

(١) ایضًا، مسئلہ نمبر ٥٠، ص١٤٥۔

علیہم اجمعین۔ کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اُتار، باقی توڑ تاڑ دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اِضاعتِ مال کے جُرم ووبال جداگانہ رہے!۔ اللہ تعالی صدقہ حضراتِ شہدائے کربلا ۔علیہم الرضوان والثناء۔ کا، ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے! اور بُری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین!(۱)۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مروّجہ شہادت نامے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "شہادت نامے، نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں، اکثر روایاتِ باطلہ وبے سروپا سے بھرے، اور اکاذیبِ موضوعہ (مَن گھڑت جھوٹ) پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا، وہ شہادت ہو یا کچھ اَور، مطلقاً حرام وناجائز ہے، خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسی خُرافات کو متضمن (شامل) ہو، جن سے عوام کے عقائد میں تزلزُل واقع ہو، کہ پھر تو اَور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے! ایسے ہی وُجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی ۔قدّس سرّہ العالی۔ وغیرہ ائمۂ کرام نے حکم فرمایا کہ "شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے!" (۲)۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مروّجہ تعزیہ پر چڑھاوے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہیے، اگر (کوئی شخص) اس نیّت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں، یا چڑھا کر نیاز دلائیں، تو اس کے کھانے سے احتراز (بچنا) چاہیے، اور وہ نیّت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا، مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امرِ ناجائز کی وقعت

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ: "اَعالی الاِفادہ فی تعزیۃ الہند"، ۱۶/ ۶۵۴۔

(۲) ایضًا، ۱۶/ ۶۵۵۔

بڑھانی، یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرتا ہے، اور دونوں باتیں شنیع ومذموم (بُری اور قابلِ مذمت) ہیں، لہٰذا اس کے کھانے پینے سے احتراز چاہیے"[1]۔

غیروں کی مجلس اور ان کی دی ہوئی نیاز کا حکم

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اہلِ تشیع کی مجالس میں شریک ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "مجلس مرثیہ خوانی اَہلِ شیعہ میں، اَہلِ سنّت وجماعت کو شریک وشامل ہونا حرام ہے۔ وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرّا بک جاتے ہیں، اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی، اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنّیوں کو جو شربت دیتے ہیں، اس میں نَجاست ملاتے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو وہ روایاتِ موضوعہ، وکلماتِ شنیعہ، وماتمِ حرام سے خالی نہیں ہوتی، اور یہ دیکھیں سنیں گے، اور منع نہ کرسکیں گے، ایسی جگہ جانا حرام ہے!"[2]۔

تعزیہ بنانا جائز نہیں

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ تعزیہ بنانے، اور اس سے منت ومرادیں مانگنے سے متعلق فرماتے ہیں کہ "تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا، عرائض (یعنی مختلف چیزوں کا تعزیہ پر چڑھاوے کے لیے) بامید حاجت براری لٹکانا، اور بہ نیّتِ بدعتِ حسَنہ اس کو داخلِ حسَنات جاننا، اور مُوافقِ شریعت ان اُمور کو، اور جو کچھ اس سے پیدا یا متعلق ہوں، اور ان باتوں کو جو فی زماننا متعلق تعزیہ داری وعَلَم دَارِی کے ہیں، اَفعالِ مذکورہ جس طرح عوامِ زمانہ میں رائج ہیں، بدعتِ سیّئہ وممنوع وناجائز ہیں، انہیں داخلِ ثواب جاننا، اور مُوافقِ شریعت

---

(۱) ایضاً، ۱۶/۲۶۲۔

(۲) ایضاً، ۱۶/۲۶۳۔

مذہبِ اَہلِ سنّت ماننا، اُس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہل اَشد ہے"[۱]۔

ناجائز کام کی منّت ماننا

صدر الشریعہ علّامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "محرّم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بَدِھی (پٹکا) پہنانے، اور مرثیہ کی مجلس کرنے، اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خُرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں، ان کی منّت سخت جہالت ہے، ایسی منّت ماننی نہ چاہیے، اور مانی ہو تو پوری نہ کرے"[۲]۔

یومِ عاشوراء اہل وعِیال پر رزق میں فراخی

شریعتِ اسلامیہ نے اس دن کے لیے یہ تعلیم دی ہے، کہ اس دن اپنے اہل وعِیال پر کھانے پینے میں وسعت اور فراخی کرنا اچھا ہے؛ کیونکہ اس عمل کی برکت سے تمام سال اللہ تعالی فراخیٔ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے؛ چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ!»[۳] "جو شخص عاشوراء کے دن، اپنے اہل وعِیال پر فراخی اور وسعت کرے گا، اللہ تعالی سارا سال اسے وسعت عطا فرمائے گا!"۔

ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت

عشرۂ محرّم الحرام میں مسلمانوں کی کثیر تعداد، ماتم کی مجلسوں، اسی طرح دس ۱۰ تاریخ کو تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے نکل پڑتی ہے، اور اس میں کوئی حرج

---

(۱) ایضًا، ۱۲/۲٦۴۔
(۲) "بہارِ شریعت" "منّت کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصہ۹، ۲/۳۱۸۔
(۳) "فضائل الأوقات" بابُ مَا رُوِيَ فِي التَّوْسِيعِ ...إلخ، ر: ۲٤٥، صـ٤٥۳.

نہیں سمجھتے، حالانکہ اس میں کئی گناہوں کا ارتکاب ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ ان مجالس اور جلوس میں شرکت کرنے سے، دشمنانِ صحابہ کی رَونق بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی رونق بڑھانا حرام ہے، نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ، فَهُوَ مِنْهُمْ!»(۱) "جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی، تو وہ انہیں میں سے ہے!"۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "تعزیہ آتا دیکھ کر اِعراض ورُوگردانی کریں، اس کی جانب دیکھنا ہی نہیں چاہیے!"(۲)۔

دعا

اے اللہ! ہمیں محرّم الحرام بالخصوص اس کی نو۹ اور دس ۱۰ تاریخ کو روزہ رکھنے، اور اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت کرنے کی توفیق مرحمت فرما، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان، مال اور گھر بار تیری راہ میں قربان کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اور ان کی ظاہری وباطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتّع اور فیضیاب فرما، اُن کی پُرخلوص قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ منصور ومظفر رکھ، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "الفردوس بمأثور الخطاب" باب الميم، ر: ٥٦٢١، ٣/ ٥١٩.
(۲) "عرفانِ شریعت" حصہ اوّل، ۱۵۔

واقعۂ کربلا

(جمعۃ المبارک ۸ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۲۸/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتم الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصَحْبِهِ أجمعِين، ومَن تَبِعَهُم بإحسانٍ إلى يَومِ الدِّين، أَمّا بعد: فأعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيم، بِسمِ الله الرَّحمٰنِ الرَّحِيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

واقعۂ کربلا کا پسِ منظر اور وُجوہات

برادرانِ اسلام! نبئ رحمت ﷺ کو دارِ فنا سے دارِ بَقا کی طرف رحلت فرمائے، ابھی پچاس ۵۰ برس ہی گزرے تھے، کہ ۶۱ سن ہجری میں عراق کے شہر کُوفہ سے کچھ فاصلے پر، "کربلا" کے مقام پر لشکرِ یزید نے، فرزندِ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سفر کی حالت میں، ان کے اَہل وعِیال اور رُفقاء سمیت تیغِ جفا سے شہید کر دیا۔

خلافتِ راشدہ کا تیس ۳۰ سالہ دَور، حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر مکمل ہو چکا تھا، اور پھر مُلوکیت (بادشاہت) کی ابتداء حضرت امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی۔ جب ۶۰ سن ہجری میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا، اور یزید اُن کا جانشین بنا، تب تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی اُس کے لیے سب سے اہم مسئلہ، حضرت سیّدنا

امام حسین، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لینے کا تھا؛ کیونکہ ان حضرات نے یزید کو امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولیٔ عہد تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان حضرات سے یزید کو یہ بھی خطرہ تھا، کہ کہیں ان میں سے کوئی خلافت کا دعوی نہ کردے، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا حجاز مقدّس میرے خلاف اُٹھ کھڑا ہو، جبکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعوئ خلافت کی صورت میں عراق میں بھی بَغاوت کا سخت اندیشہ تھا۔

اِن وُجوہ کی بنا پر یزید کے پیشِ نظر، سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقا اور اسے تحفظ دینا تھا، لہذا اُس نے اِن حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے مدینہ منوّرہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو، حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی، اور ساتھ ہی ان حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینے کے لیے سخت تاکیدی حکم بھیجا۔ ولید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی، اور یزید کی بیعت کے لیے کہا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعزیت کے بعد فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چُھپ کر بیعت نہیں کر سکتا، اور نہ میرے لیے اس طرح چُھپ کر بیعت کرنا مناسب ہے، اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو، اور ان کے ساتھ ہمیں بھی دعوت دیں تو یہ مناسب ہوگا!۔

یزید کی بیعت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلبی طَور پر سخت ناپسند تھی؛ کیونکہ وہ نااہل تھا، اور اس کا تقرُّر بھی خلفائے راشدین کے اسلامی طریقۂ انتخاب کے بالکل خلاف ہوا تھا، لہذا آپ احتجاجًا اس کے خلاف تھے، اور دوسری طرف حالات اجازت نہیں دے رہے تھے، کہ آپ علی الاعلان اس کے خلاف آواز بلند کریں۔ لہذا

آپ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اپنے اہل وعِیال اور عزیز واقارب کو ساتھ لے کر، مدینۂ منوّرہ سے مکّہ مکرّمہ کی طرف ہجرت فرمائی، آپ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے مکّہ مکرّمہ پہنچنے کی خبر سُن کر، لوگ جُوق در جُوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر، زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔

اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود

جب اہلِ کُوفہ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے انتقال کی خبر ملی، اور انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، تو انہوں نے سیّدنا امام حسین رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے نام ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے، کہ آپ جلد از جلد کُوفہ تشریف لے آئیے، مسندِ خلافت آپ کے لیے خالی ہے، ہمارے اَموال اور ہماری گردنیں آپ کے لیے حاضر ہیں، سب کے سب آپ کے منتظر ومشتاق ہیں، آپ کے سِوا کوئی ہمارا امام وپیشوا نہیں، آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر مہیا وحاضر ہے!۔

امامِ عالی مقام نے جب اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود میں، ان کے جذباتِ عقیدت ومحبت، جان ومال قربان کرنے کی تمنّاؤں، اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا، تو فیصلہ کیا کہ حالات معلوم کرنے کے لیے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو بھیجا جائے، چنانچہ آپ نے انہیں اہلِ کُوفہ کے نام ایک خط دیا، اور فرمایا کہ آپ کوفہ جاکر بذاتِ خود، براہِ راست حالات کا صحیح اندازہ لگا کر ہمیں اطلاع دیجیے، اگر حالات سازگار ہوں تو میں بھی آجاؤں گا، اور اگر حالات نامناسب ہوں تو آپ بھی واپس تشریف لے آئیے[1]۔

---

(١) "البداية والنهاية" سنة ستّين من الهجرة النبوية، قصّة مخرج الحسين إلى العراق، ٨/ ١٧٤، ١٧٥. و"تاريخ الطَبَري" سنة ستّين، خلافة يزيد بن مُعاوية، ٥/ ٣٣٨- ٣٤٧.

کوفہ تشریف لے جانا امام حسین کی شرعی مجبوری تھی

صدرالاَفاضل حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگرچہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی، اور کُوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا، مگر جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو اس کی حکومت و سلطنت، دِینِ اسلام کے لیے خطرہ تھی، اور اسی سبب سے اس کی بیعت نارَوا تھی، وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کرلیں۔ ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملّت یزید کی بیعت سے دست کَشی کرنا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طالبِ بیعت ہونا، امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں! جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو، اور صاحبِ اِستحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے، اس پر اگر وہ اُن کی اِستدعاء قبول نہ کرے، تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اُس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے! امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے، تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کیا جواب ہوتا؟ کہ "ہم ہر چند دَرپے ہوئے، مگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے! بدیں وجہ (اسی لیے) ہمیں یزید کے ظلم وتشدّد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی، اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فِدا کرنے کے لیے حاضر تھے"!۔

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجزاِس کے اَور کچھ نہیں تھا، کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابۂ کرام: حضرت ابنِ عباس و حضرت ابنِ عُمر و حضرت جابر و حضرت ابو سعید و حضرت ابو واقد لیثی

وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس رائے سے متفق نہیں تھے، اور انہیں کوفیوں کے عہد ومَواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی محبت اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہرت، ان سب کے دلوں میں اِختلاج پیدا کر رہی تھی، گوکہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے، اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش آئے گا، لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی، کہ اس اِستدِعاء کو رَد کرنے کے لیے عذرِ شرعی کیا ہے؟ اِدھر ایسے جلیل القدر صحابہ -علیہم الرضوان- کے شدیداِصرار کا لحاظ، اُدھر اہلِ کوفہ کی اِستدِعاء رَد فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا، حضرت امام حسین کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا، کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھیجا جائے، اگر کوفیوں نے بدعہدی و بےوفائی کی تو عذرِ شرعی مل جائے گا، اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلّی دی جاسکے گی"[۱]۔

حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اہلِ کوفہ کی بےپناہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا، کہ ہزاروں اَفراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے، اور یہاں کے سب لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، آپ فوراً تشریف لے آئیے! حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزمِ صمیم کرلیا، اور اُدھر کوفہ میں جو فساد برپا ہوچکا تھا، اس کی آپ کو اطلاع نہیں ہوئی تھی[۲]۔

---

(۱) "سوانحِ کربلا" ص۱۱۷۔

(۲) "البداية والنهاية" سنة ستّين من الهجرة النبوية، قصّة مخرج الحسين إلى العراق، ۸/ ۱۸۱.

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ذی الحجہ ۶۰ سن ہجری کو اپنے اہلِ بیت وخُدّام وغیرہ، کُل بیاسی ۸۲ اَفراد کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار فرمائی[1]۔ راستے میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی بدعہدی، اور حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مل گئی تھی۔ اس پر امام حسین کے رفقاء کی آراء مختلف ہوئیں، اور ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا، لیکن بہت گفتگو کے بعد یہی طے پایا کہ سفر جاری رکھا جائے، اور واپسی کا خیال ترک کر دیا جائے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا، یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں نُزول فرمایا۔

یہ محرّم الحرام ۶۱ سن ہجری کی دو ۲ تاریخ تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو "کربلا" کہتے ہیں۔ حضرت سیّدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا سے واقف تھے، اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ انہی دِنوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور -علیہ الصلوات والتسلیمات- نے آپ کو شہادت کی خبر دی، اور آپ کے سینۂ مبارک پر دستِ اقدس رکھ کر دعا فرمائی: «اللّهمّ أعطِ الحسَينَ صبراً وأجراً!» اے اللہ حسین کو صبر واجر عطا فرما![2]۔

پھر ابن زیاد نے سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھ بھیجا، کہ یزید کی بیعت کر لیجیے! جب وہ خط آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا، آپ نے اسے پڑھ کر پھینک دیا، اور خط

---

(۱) "سوانحِ کربلا" ص۱۲۸۔

(۲) ایضاً، ص۱۲۸- ۱۳۱۔

لانے والے قاصد سے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں !۔

ایلچی نے آکر ابنِ زیاد کو بتایا تو جواب سُن کر ابن زیاد کا غصہ بھڑک اٹھا، اس نے لوگوں کو جمع کیا، فوجیں تیار کیں، اور ان کا سپہ سالار عَمرو بن سعد کو بنایا، جو ملک رَے کا والی تھا۔ اوّلاً اُس نے پہلوتہی سے کام لیا، اس پر ابنِ زیاد نے کہا کہ یا تو لڑنے کے لیے تیار ہو جا، یا پھر رَے کی حکومت چھوڑ کر گھر بیٹھ جا! ابن سعد نے رَے کی حکومت اختیار کی، اور بائیس ہزار سوار اور پیادہ لشکر لے کر، نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے چل پڑا، یہاں تک کہ یہ لوگ دریائے فُرات کے کنارے پر قابض ہو کر، قافلۂ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے[1]۔

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیے گئے، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُسے نَرکُل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دیا گیا۔ اب امام حسین کے رُفقاء ان کاموں سے فارغ ہو کر، سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اور سیّدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرما رہے ہیں کہ "صبح دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے، میں نے بخوشی تمام، تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے، جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ! اور ایک ایک شخص میرے اہلِ بیت میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ عزّوجلّ تم سب کو جزائے خیر دے! دیہات وبلاد میں متفرق ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالی بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہیں کریں گے"۔ یہ سُن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبد اللہ بن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی کہ "ایسا ہم کس لیے کریں؟ اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندہ رہیں؟

---

(۱) "سرّ الشہادتین" صـ۱۹، ۲۰.

اللہ عزّوجلّ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ رہیں![1]۔

یہاں تک کہ ابن سعد نے اپنے لشکر کے ساتھ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء پر حملہ کر دیا، آپ کے رفقاء واَحباب وبرادران وشہزادگان، ایک ایک کرکے شہید ہوتے چلے گئے، تقریبًا پچاس ۵۰ سے زائد افراد شہید ہوگئے، اور بالآخر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی، بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا[2]۔

یزید بن مُعاویہ ابو خالد اُموی وہ بدبخت شخص ہے، جس کی پیشانی پر اہلِ بیت کرام -علیہم الرضوان- کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے، یہی وہ شخص ہے جس پر ہر زمانے میں پوری دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے، اور قیامت تک اس کا نام حقارت سے لیا جائے گا۔ محرمات سے نکاح اور سُود وغیرہ مَنہیات (ممنوعات) کو بھی اس بے دین نے علانیہ رَواج دیا، مدینہ طیّبہ ومکّہ مکرّمہ کی بے حرمتی بھی کرائی[3]۔

واقعۂ کربلا، حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

(۱) حضرت سلمٰی کہتی ہیں کہ میں حضرت سیّدہ اُمّ سلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا: «رأيتُ رسولَ الله ﷺ -تعني في المنَامِ- وعلَى رأسِه ولحيتِه الترابُ، فقلتُ: ما لَكَ يا رسولَ الله! قال: شهدتُ قتلَ الحسَين آنفاً»[4] "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، کہ حضور

---

(۱) "آئینہ قیامت" ص۱۵۔
(۲) "سرّ الشهادتين" صـ۱۹-۲۳.
(۳) "سوانح کربلا" ص۱۱۱، ۱۱۲۔
(٤) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما ...إلخ، ر: ۳۷۷۱، صـ۸۵٦.

اقدس ﷺ کے سرِ انور اور داڑھی مبارک پر گرد وغبار ہے، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ ﷺ! خیریت تو ہے؟ (یہ گرد وغبار کیسا؟) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حسین کو شہید ہوتے دیکھا ہے"۔

(۲) حضرت سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يقتلُ حسَينٌ علَى رأْسِ ستّينَ مِنْ مهاجري!»[۱] "حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو میری ہجرت کے ساٹھ ۶۰ سال بعد شہید کیا جائے گا!"۔

(۳) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أخبرَني جبريلُ أنّ ابني الحسَين، يُقتَل بعدِي بأرضِ الطفّ، وجاءَني بهذه التُربة، وأخبرَني أنّ فيها مضجعَه»[۲] "مجھے حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی ہے، کہ میرے بعد میرے فرزند حسین کو طَفّ (نہرِ فُرات کے کنارے کربلا[۳]) کی زمین پر قتل کیا جائے گا، اور حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس یہ مٹی لائے اور بتایا، کہ یہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی خوابگاہ (مقتَل) کی خاک ہے"۔

(۴) حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک روز میں نے نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ جو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں! حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: «بل قامَ من عندي جبريلُ قبل، فحدَّثني أنّ الحسَينَ يُقتَل بشطّ الفُرات»

(۱) "تاريخ دِمشق" حرف الحاء، تحت ر: ۱۵٦٦- الحسين بن علي بن أبي طالب، ۱٤/ ۱۹۸.

(۲) "المعجم الكبير" الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهما، ر: ۲۸۱٤، ۳/ ۱۰۷.

(۳) "تهذيب اللغة" باب الطاء والفاء، الجزء ۱۳، صـ۲۰٦.

قَالَ: «فقال: هل لك إلى أن أُشِمَّك مِن تربته؟» قال: «قلتُ: نعم، فمدّ يدَه، فقبضَ قبضةً من تراب فأعطانيها، فلَم أملِكْ عيني أن فاضتا»[1]. "بات یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا، کہ حسین کو نہرِ فُرات کے کنارے شہید کیا جائے گا، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس مٹی کی خوشبو سونگھا سکتا ہوں؟ میں نے اِثبات میں جواب دیا، تب انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی بھر کر مٹی اٹھائی اور مجھے دے دی، بس اس وقت سے مجھے اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رہا"۔

(۵) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: «رأيتُ النبيَّ ﷺ فيما يرى النائمُ ذاتَ يوم بنصفِ النّهار، أشعَث أغبَر، بيدِه قارورةٌ فيها دمٌ، فقلتُ: بأبي أنتَ وأمّي يا رسولَ الله! ما هذه؟ قال: هذا دمُ الحسَين وأصحابِه، لم أزلْ ألتقطُه منذ اليومَ، فأحصَي ذلك الوقتَ، فوجد قد قتل ذلك اليوم»[2]. "ایک روز میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسولِ کریم ﷺ کو دیکھا، کہ بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں، گرد و غبار بھی پڑا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک بوتل ہے، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان! خیریت تو ہے؟! فرمایا کہ "یہ حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے آج میں جمع کرتا رہا"۔ حضرت

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، ر: ٦٤٨، ١/ ١٨٤، ١٨٥.

(٢) "دلائل النبوّة" للبيَهقي، جُماع أبواب إخبار النّبي ﷺ بالكوائن بعده، باب ما رُوي في إخباره بقتل ابن ابنته أبي عبد الله الحسين بن علي ...إلخ، ٦/ ٤٧١.

ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُما کہتے ہیں کہ میں نے خواب کا وقت یاد رکھ لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی وقت تھا جب حضرت حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ کی شہادت ہوئی تھی"۔

واقعۂ کربلا، اقوالِ علماء کی روشنی میں

قال الإمام جلال الدّين السُّيوطي رحمه الله تعالى: "لعن اللهُ قاتلَه وابنَ زياد معه ويزيد أيضاً، وفي قتله قصةٌ فيها طولٌ لا يحتمِل القلبُ ذِكرَها"(١). "اللہ تعالی کی لعنت ہو امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ کے قاتل اور ابنِ زیاد و یزید پر! امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ کربلا میں شہید ہوئے، اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے، دل اس کے ذکر کا متحمل نہیں ہوسکتا!"۔

قال العلّامة تفتازاني رحمه الله تعالى: "وإنّما اختلَفوا في يزيد بن مُعاوية، حَتّى ذَكَرَ في "الخلاصة" وغيرها: أنّه لا ينبغي اللَّعنُ عليه، ولا على الحَجّاج؛ لأنّ النبيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم نهَى عن لعنِ المصلِّين، ومَن كان من أهل القبلة. وبعضُهم أطلقَ اللَّعنَ عليه؛ لما أَنَّه كفرَ حين أمرَ بقتل الحسَين رضي الله تعالى عنه، واتّفقوا على جواز اللَّعن على مَن قتلَه، أو أمرَ به، أو أجازَه، أو رضيَ به. والحقُّ أنّ رِضا يزيد بِقَتْلِ الحسَين واستبشارَه بذلك، وإهانتَه أهلَ بيتِ النبيّ صلى الله تعالى عليه وسلم، مما تواترَ معناه"(٢).

"یزید بن مُعاویہ کے بارے میں، سلَف مجتہدین اور علمائے صالحین کی آراء مختلف ہیں، یہاں تک کہ "خلاصہ" وغیرہ کتب میں مذکور ہے، کہ اس پر لعنت کرنا

(١) "تاريخ الخلفاء" عهد بني أمية، يزيد بن معاوية أبو خالد الأموي، صـ١٥٧.

(٢) "شرح العقائد النَّسَفية" صـ٢٤٧، ٢٤٨.

مناسب نہیں، اور نہ حجّاج بن یوسف پر؛ اس لیے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے نمازی اور اہلِ قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ بعض علماء نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ وہ اس وقت کافر ہو گیا تھا جب اس نے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس نے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا، یا قتل کا حکم دیا، یا قتل کی اجازت دی، یا اس پر خوش ہوا، اُس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا، اسے اچھا سمجھنا اور حضور اکرم ﷺ کے اہلِ بیتِ کرام کی توہین کرانا، یزید سے قطعاً ثابت ہے"۔

قال الإمام ابن حجر الهيتمي رحمه الله تعالى: "فأجَازَه قومٌ: منهم ابنُ الجَوزِيّ، ونقله عن أحمد وغيره، فإنّه قال في كتابه المُسَمّى بـ"الرَدّ على المتعصّب العنيد المانِع من ذمّ يزِيد" سألَني سائلٌ عَن يزِيد بن معاوية، فقلتُ: له يكفِيه ما فيه، فقال: أَ يجوزُ لَعنُه؟ فقلتُ: قد أجَازَه العلماءُ الورِعون، منهم: أَحمد بن حَنبَل؛ فإنّه ذكر فِي حقّ يزِيد مَا يزِيد على اللَّعنَة"[1].

"جن علماء نے یزید پر لعنت جائز قرار دی ہے، ان میں امام ابن جَوزی بھی ہیں، انہوں نے امام احمد بن حنبل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اپنی کتاب "الرَّدّ على المتعصب العنيد المَانِع من ذمّ يزِيد" میں تحریر کرتے ہیں، کہ مجھ سے کسی نے یزید بن مُعاویہ کے بارے میں پوچھا، تو میں نے جواب دیا کہ وہ جس حال میں ہے وہی اُس کے لیے کافی

(١) "الصواعق المحرقة" الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة والجماعة في الصّحابة ...إلخ، صـ٢٢٢.

ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا اُس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بعض اہلِ تقوی علماء نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے، ان علماء میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں، بلکہ انہوں نے تو یزید کے بارے میں لعنت سے بھی بڑھ کر کلمات کہے ہیں"۔

قال أيضاً رحمه الله تعالى: "وَقَالَ نوفل بن أبي الفرات: كُنْتُ عِندَ عمر بن عبد العزيز، فَذَكَرَ رجلٌ يزيد فقال: قال أميرُ المؤمنين يزيد بن مُعاوية، فقال: تقول أمير المؤمنين؟! فأمرَ به، فضربَ عشرين سَوطاً"[1]. امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالی مزید فرماتے ہیں کہ "نوفل بن ابی الفرات نے کہا، کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تھا، کہ وہیں کسی نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اسے "امیر المؤمنین" کہا، یہ سننا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ نے غضبناک ہو کر فرمایا، کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟! پھر آپ کے حکم پر اس شخص کو بیس ۲۰ کوڑے لگائے گئے"۔

قال العلّامة آلوسي رحمه الله تعالى: "واستدلّ بها أيضاً على جواز لَعْنِ يزيد، عليه مِنَ الله تعالى ما يستحقّ"[2]. "(یعنی سورۂ محمد کی آیت ۲۰ تا ۲۲ سے:) نتیجہ نکلا کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے"۔

حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ قتلِ حسین دراصل گناہِ کبیرہ ہے؛ کیونکہ مؤمن کا قتلِ ناحق گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں، جبکہ لعنت تو کافروں کے لیے مخصوص ہے۔ ایسی رائے والوں پر

---

(۱) المرجع نفسه، صـ۲۲۱.

(۲) "تفسير روح المعاني" محمد، تحت الآيات: ۲۰-۳۸، ۱۳/ ۲۲۷.

افسوس ہے! وہ نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کلام سے بھی بے خبر ہیں؛ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور ان کی اولاد سے بُغض وعداوت رکھنا، انہیں تکلیف پہنچانا، اور ان کی توہین کرنا، باعث اِیذاء وعداوتِ نبی ہے۔ اس حدیث پاک[۱] کی رَوشنی میں یہ حضرات یزید سے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا اِہانتِ رسول اور عداوتِ رسول کفر ولعنت کا سبب نہیں؟! اور کیا یہ بات جہنم میں پہنچانے کے لیے کافی نہیں؟!"[۲]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "یزید پلید کے بارے میں ائمۂ اہلِ سنّت کے تین ۳ اقوال ہیں: (۱) امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں، تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، (۲) امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وغیرہ مسلمان کہتے ہیں، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو، بالآخر بخشش ضرور ہوگی، (۳) اور ہمارے امام، امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سُکوت (خاموشی) اختیار فرماتے ہیں، کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر، لہذا ہم بھی سُکوت کریں گے"[۳]۔

حدیثِ قسطنطینیہ اور یزید

بعض لوگ "بخاری شریف" کی ایک حدیث سے، یزید کا جنّتی ہونا ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، لہذا اوّلاً ہم وہ حدیث ذکر کریں گے، پھر مسئلے کی وضاحت: حضرتِ سیّدہ اُمّ حرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أوّلُ جيش مِنْ أمّتي يغزُون مدينةَ قيصرَ، مغفورٌ لهم!» "میری

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٨٦٩، صـ٨٧٣.

(۲) "تکمیل الایمان" ذکر یزید، صـ۱۷۲۔

(۳) "اَحکامِ شریعت" مسئلہ یزید پلید کا اسلام وکفر، صـ۱۷۰۔

امّت کا جو لشکر سب سے پہلے شہرِ قَیصر جا کر لڑے گا، وہ بخشا جائے گا"، میں نے پوچھا کہ کیا میں بھی اُس لشکر میں جاؤں گی؟ فرمایا: «لا» "نہیں"[1]۔

اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر، نتیجہ اخذ کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے، کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبیٔ محترم ﷺ کا ہے، جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے سارے حالات ہیں! آپ ﷺ کا فرمان مطلق نہیں کہ جتنے لشکر بھی شہرِ قیصر جا کر جہاد کریں گے، اُن سب کے لیے بخشش ہے، بلکہ «أوّلُ جيشٍ مِنْ أمّتِي» فرما کر بِشارت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا، اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

علّامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "سنةَ خمسِين سيّر معاويةُ جَيشاً كثيفاً إلَى بلاد الرُّوم للغُزاة، وجعل علَيهم سفيانَ بن عوف، وأمرَ ابنَه يزيدَ بالغزاةِ معهم، فتثاقَل واعتلّ، فأمْسَك عنه أبوه"[2]. "۵۰ھ میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک لشکرِ جرّار بلادِ روم (موجودہ استنبول ترکی) کی طرف بھیجا، اور اس لشکر پر سفیان بن عَوف کو امیر بنایا، اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کا حکم دیا، اس پر یزید بیٹھ رہا، اور حیلے بہانے شروع کر دیے، تب حضرت امیر مُعاویہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا"۔

اس پسِ منظر سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے گیا، اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عَوف تھے، یزید ہرگز نہیں تھا۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسير، باب فضل من يصرع في سبيل الله ...إلخ، ر: ۲۹۲٤، صـ۴۸۳.
(۲) "الكامل في التاريخ" ۳/ ۵٦.

(۲) یہ کہ یزید اُس پہلے لشکر میں تھا ہی نہیں، اور بِشارتِ مغفرت پہلے لشکر کے لیے تھی، جیسا کہ حدیث پاک میں صراحت ہے، لہذا اس بِشارت کا مصداق یزید ہرگز نہیں۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد سے کوئی قلبی لگاؤ نہیں تھا؛ کہ باوُجود حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے، اس نے طرح طرح کے حیلے بہانوں کے ذریعے جان چُھڑالی، اور اپنے والد کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

علّامہ بدر الدّین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "سيّر معاويةُ جيشاً كثيفاً مع سفيان بن عوف إلى القُسطنطينية، فأوغلوا في بلادِ الرّوم، وكان في ذلك الجيش ابنُ عبّاس، وابنُ عمرَ، وابنُ الزبير، وأبو أيّوب الأنصاري، وتوفّي أبو أيّوب في مدّة الحصار. **قلتُ**: الأظهر أنّ هؤلاء السّادات من الصّحابة، كانوا مع سفيان هذا، ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية؛ لأنّه لم يكن أهلاً أن يكونَ هؤلاء السّاداتُ في خدمته"[۱].

"حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر جرّار جس کے امیر سفیان بن عَوف تھے، قسطَنطِینیہ پر چڑھائی کے لیے بھیجا، وہ لشکر روم کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، اور سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی زمانۂ حصار میں وہیں فَوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں (یعنی علّامہ عینی:) کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے، کہ یہ اکابر

(۱) "عمدة القاري" كتاب الوصايا، باب ما قيل في قتال الرُّوم، تحت ر: ۲۹۲٤، ۱۰/ ۲٤٤.

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سفیان بن عَوف کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں نہیں تھے؛ کیونکہ یزید اس بات کا اہل ہی نہیں تھا کہ یہ بڑی بڑی ہستیاں اُس کی ماتحتی میں رہیں"۔

علّامہ بدر الدّین عینی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: "أيّ منقبةٍ كانت ليزيد؟ وحالُه مشهور! فإن قلتَ: قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم في حقّ هذا الجَيش: «مغْفُورٌ لهم». قلتُ: لا يلزم من دخوله في ذلك العموم، أن لا يخرجَ بدليل خاصّ؛ إذ لا يختِلف أهلُ العلم أنّ قولَه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: «مغْفُورٌ لهم» مشروطٌ بأن يكونوا من أهلِ المغفرة، حتّى لو ارتدَّ واحدٌ ممن غزاها بعد ذلك، لم يدخل في ذلك العموم، فدلّ علَى أنّ المرادَ: مغفورٌ لمن وُجد شرطُ المغفرة فيه منهم"[1].

"وہ کونسی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہوگئی؟ جبکہ اُس کا حال تو سب کو معلوم ہے! اگر تم یہ کہو کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں بِشارتِ مغفرت دی ہے! تو میں یہ کہتا ہوں (یعنی علّامہ عینی:) کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ وہ کسی دوسری دلیل کے ذریعے اس بِشارت سے خارج نہ ہوسکے؛ کیونکہ اس میں تو اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بِشارت میں وہی داخل ہیں، جو مغفرت کے اہل بھی ہوں، یہاں تک کہ اگر اُن اہلِ غزوہ میں سے بھی اگر بالفرض کوئی مرتَد ہو جاتا (والعیاذ باللہ)، تو وہ یقیناً اِس بِشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ لہٰذا صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ بِشارت اُس کے لیے ہے، جس میں مغفرت کی شرط واہلیت پائی جائے"۔

---

(۱) المرجع نفسه.

واقعات بعد شہادت

تاریخِ اسلام میں یزید وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر، نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امامِ حسین اور اہلِ بیت اَطہار رضی اللہ تعالی عنہم کو، کربلا کی تپتی ریت پر بھوکا پیاسا شہید کروایا، شہادت کے بعد اُن حضرات کے اَجساد طیّبہ کی ہونے والی توہین پر خاموش رہا، صرف اِسی پر بس نہ کی، بلکہ سانحۂ کربلا کے رَدِّ عمل میں اپنے خلاف، مدینہ منوّرہ سے اُٹھنے والی تحریک کو کچلنے کے لیے، شریعتِ مطہّرہ کی حدود کو پامال کیا، اس کے لشکروں نے آلِ بیتِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور مدینہ شریف کی بے حرمتی کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے داخل کیے، "ریاض الجنّہ "کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک کیا، اپنے ہی کلمہ گو ہزاروں مسلمان بھائیوں کا قتلِ عام کروایا، اپنے سپاہیوں کے ذریعے ہزارہا باپردہ مسلمان خواتین کی عصمت دری کروائی، ہزاروں انصار و مہاجرین، تابعین علماء اور حفّاظِ کرام شہید کروائے۔

بطورِ حکمران اگر یزید کی شخصیت اور کردار کا جائزہ لیا جائے، تو وہ ایک ظالم وجابر اور فاسق وفاجر ہونے کے ساتھ ساتھ، حکمرانی کے لیے انتہائی ناموزوں اور نااہل شخص تھا۔ یزید کے شخصی کردار سے متعلق حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "یزید مزامیر سنتا، شراب پیتا تھا، گانے سنتا، لڑکوں اور کتوں کا شوقین تھا، بندر ریچھ وغیرہ لڑواتا، نیز دیگر منکَراتِ شرعیہ کا بھی مرتکِب تھا[1]۔

---

(۱) "البداية والنهاية" ثم دخلت سنة أربع وستين، ۸/ ۲۳۵، ملخصاً.

اَسیرانِ کربلا

زیادِ بدنہاد نے حضرت امام حسین کے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ وبازار میں پھروایا، اور اس طرح اپنی بے حمیتی وبے حیائی کا اظہار کیا، پھر حضرت شہیدِ کربلا اور ان کے تمام جانثار شہداء -علیہم الرضوان- کے سروں کو، اَسیرانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ، شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دِمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت اَطہار کو حضرت امام زَین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھجوایا، اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ، حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا(۱)۔

امام ابن عساکر نے منہال بن عَمرو سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے، اس وقت میں دِمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا: ﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴾(۲) "اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے" اس وقت اللہ تعالی نے سر مبارک کو گویائی دی، تو بزبانِ فصیح فرمایا: "أعْجَبُ مِنْ اَصْحابِ الْكَهْفِ قَتْلِيي وَحَمْلِيي"، "اصحابِ کہف کے واقعہ سے عجیب تر، میرا قتل اور میرے سر کو لیے لیے پھرنا ہے!"(۳)۔

---

(۱) "الكامل في التاريخ" ۳/ ۲۹۷، ۲۹۸. و"سوانحِ کربلا" ص۱۷۱۔

(۲) پ۱۵، الكهف: ۹.

(۳) انظر: "فيض القدير" حرف الهمزة، تحت ر: ۲۸۱، ۱/ ۲۰٤.

درحقیقت بات یہی ہے؛ کیونکہ اصحابِ کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے نانا جان کی امّت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بےوفائی سے پانی تک بند کردیا، آل واصحاب کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہید کیا، اہلِ بیت -علیہم الرضوان- کو اَسیر (قید) کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحابِ کہف سالہاسال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے، مگر سرِ مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا، اس سے بھی عجیب تر ہے![1]۔

غرض زمین وآسمان میں ایک قیامت کا سماں تھا، تمام دنیا رنج وغم میں ڈوبی ہوئی تھی، شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنّات نے آہ وزاری کی، راہب (پادری) تک اس حادثۂ قیامت نما سے کانپ کر رو پڑے۔ فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، سردارِ قریش، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک، ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے، اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے، اہلِ بیت -علیہم الرضوان- اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا؟! پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے، اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں، جس پر وہ خوش ہو! اس توہین کو کون برداشت کرسکتا ہے؟!۔

یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہارِ نَدامت کیا، مگر یہ نَدامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کی خاطر تھی، دل تو اس

(۱) "سوانحِ کربلا" واقعات بعد شہادت، ص۱۷۵۔

ناپاک کا اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس کے باوُجود آپ نے اور آپ کے اہلِ بیت کرام نے صبر ورِضا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، یہ اعلی کردار رہتی دنیا تک لوگوں کو حیرت میں مبتلا کرتا رہے گا۔ امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں، جن کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے! یہ کمال شہادت وجانبازی ہے! اس میں امّتِ مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لیے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین مثال اور تعلیم ہے!(۱)۔

کربلا میں حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد، مدینہ منوّرہ میں بغاوت کی ایک ایسی آندھی اٹھی، جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ بنی اُمیّہ کے خلاف پورا عالمِ اسلام اٹھ کھڑا ہوگا، اور حکومت تبدیل ہو کر رہے گی۔ ایسے میں اہلِ مدینہ کو خاموش کرانے کے لیے، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سپہ سالاری میں ایک ایسا لشکر بھیجا، جس نے مدینہ منوّرہ میں گھس کر اتنے ظلم ڈھائے، اور مسلمانوں کا اس قدر بے دردی سے قتلِ عام کیا، جسے کما حقُّہ بیان کرنے سے بھی زبان کانپتی ہے، نیز قلم بھی اسے لکھنے سے قاصر ہے!۔

خلاصۂ کلام

احادیث مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ واقعۂ کربلا تاریخِ اسلام کا نہیں بلکہ تاریخِ عالَم کا افسوسناک، اور نادِر وعجیب وغریب واقعہ ہے! حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک فاسق وفاجر شخص کو حاکم اور بادشاہ

---

(۱) "سوانحِ کربلا" واقعات بعد شہادت، ص۱۷۶، ۱۷۷۔ و"الصواعق المحرقة" الباب ۱۱ في فضائل أهل البيت، الفصل۳، صـ۱۹۰ – ۲۰۸.

ماننے سے انکار کیا، اور اپنی جان واولاد سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر کے، دینِ اسلام کو حیات بخشی!۔

فائدہ: اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے، امام محدّث ابن جَوزی علیہ الرحمۃ کی کتاب (۱) "الرد على المتعصّب العنيد المانع من ذمّ اليزيد"(۱)، حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب (۲) "سِرالشہادتین"، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا رسالہ (۳) "أعالي الإفادة في تعزية الهند وبيان الشّهادة"(۲)، برادرِ امام اہلِ سنّت حضرت علّامہ حسن رضا خان علیہ الرحمۃ کا رسالہ (۴) "آئینۂ قیامت"(۳)، اور حضرت علّامہ سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ الرحمۃ کی تالیف (۵) "سوانحِ کربلا"(۴) کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہلِ بیتِ اَطہار سے سچی محبت عطا فرما، ہمارے اَعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے وطنِ عزیز کو اندرونی وبیرونی خطرات وسازشوں سے محفوظ فرما، ہر قسم کی دہشتگردی، فتنہ وفساد، خونریزی وقتل وغارتگری، لُوٹ مار اور تمام حادثات سے ہم سب کی حفاظت فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(۲) "فتاوی رضویہ" ۱۲/۶۵۳ تا ۶۶۴، مطبوعہ "ادارہ اہل سنّت" کراچی۔

(۳) مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی۔

(۴) مطبوعہ سوادِ اعظم، لاہور۔

عقیدۂ ختمِ نبوت اور قادیانی سازشیں

(جمعۃ المبارک ۱۵محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۰۴/۰۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عقیدۂ ختمِ نبوّت سے مراد کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! عقیدۂ ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ، لفظی ومعنوی طور پر خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ عزّوجلّ نے سلسلۂ نبوّت حضورِ اکرم ﷺ پر اس طرح ختم فرمادیا ہے، کہ حضور ﷺ کے زمانہ، یا بعد میں کوئی نیا، ظلّی یا اُمّتی نبی[1] بھی نہیں ہوسکتا۔ جو شخص حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں یا حضور کے بعد، کسی کو کسی بھی نَوعیت کی نبوّت کا ملنا جائز جانے، وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے[2]۔

---

(۱) قادیانی لوگ، مرزا غلام قادیانی کو (معاذاللہ) نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں، جبکہ مرزا غلام قادیانی نے خود اپنے لیے ظلّی نبی، بُروزی نبی، اور اُمّتی نبی کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اسی عقیدۂ بد کے باعث وہ ختمِ نبوّت کا انکاری، اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار پایا!۔

(۲) "بہارِ شریعت" عقائد متعلقۂ نبوّت، حصہ ۱، ۱/۶۳، ملخصًا۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضراتِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین قرآنِ پاک میں سلسلۂ نبوّت کو، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر ختم کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا﴾(۱) "محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخری ہیں، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے!"۔

حضرت سیّدنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا کہ "خاتم النبیین سے مراد یہ ہے، کہ رسول اللہ ﷺ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سب سے آخری نبی ہیں"(۲)۔

"تفسیرِ قُرطبی" میں ہے کہ "خاتم النبیین" کے یہ الفاظ تمام اگلے پچھلے علمائے اُمّت کے نزدیک کامل عموم پر ہیں، جو نصِ قطعی کے ساتھ تقاضا کرتے ہیں اس بات کا، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا"(۳)۔

امام ابنِ کثیر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ "یہ آیتِ کریمہ اس مسئلہ میں نص ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب رسولِ کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو رسول بدرجۂ اَولیٰ نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ مقامِ نبوّت، مقامِ رسالت سے عام ہے، ہر رسول نبی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا"(۴)۔

---

(۱) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.

(۲) "تفسیر ابن جریر" پ ۲۲، الأحزاب، تحت الآیة: ٤٠، الجزء ۲۲، صـ۲۱.

(۳) "تفسیر القُرطبي" الأحزاب، تحت الآیة: ٤٠، الجزء ١٤، صـ۱۷۳.

(٤) "تفسیر ابن کثیر" پ ۲۲، الأحزاب، تحت الآیة: ٤٠، ۳/ ٤٩٥.

ایک اَور مقام پر اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[1] "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا!"۔

عزیزانِ محترم! خود حضور پُرنور ﷺ نے بھی اپنی زبانِ حق ترجمان سے، سلسلۂ نبوّت کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[2] "یقیناً میری اُمّت میں تیس ۳۰ جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں!"۔

سلسلۂ نبوّت منقطع ہو جانے کے بارے میں، حضرت سیِّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ! فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ!»[3] "یقیناً نبوّت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے، تو میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا، نہ کوئی نبی!"۔

---

(١) پ ٦، المائدة: ٣.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الفِتن والمَلاحم، باب ذكر الفِتن ودلائلها، ر: ٤٢٥٢، صـ٥٩٦، ٥٩٧. و"سنن الترمذي" أبواب الفِتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتّى يخرج كذَّابون، ر: ٢٢١٩، صـ٥٠٩. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيح.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب الرؤيا، باب ذهبت النبوّة وبقيت المبشّرات، ر: ٢٢٧٢، صـ٥٢٢. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيح غريب من هذا الوجه من حديث المختار بن فلفل.

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ عزّوجلّ کے آخری نبی ہیں، اس بارے میں حضرت سیّدنا جُبیر بن مُطْعِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: «وَأَنا العَاقِبُ الذي ليس بعده نبيٌّ!»[1] "میں عاقب (آخری نبی) ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں!"۔

حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس بارے حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَثَلِي وَمَثَل الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتاً فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟» "میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے، جس نے بہت اچھے انداز سے ایک گھر بنایا، اور اسے ہر طرح سے مزیّن کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اُس گھر کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس گھر کی تکمیل کے لیے یہاں ایک اینٹ کا ہونا ضروری ہے! پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ!»[2] "(سلسلۂ نبوّت کی) وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ، ر: ٣٥٣٢، صـ٥٩٤. و"صحيح مسلم" كتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ، ر: ٦١٠٥، صـ١٠٣٤. و"سنن الترمذي" أبواب الأدب، باب ما جاء في أسماء النبي ﷺ، ر: ٢٨٤٠، صـ٦٣٩. [قال أبو عيسى:] هذا حديث حسنٌ صحيح.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، باب خاتم النبيّين ﷺ، ر: ٣٥٣٥، صـ٥٩٥. و"صحيح مسلم" كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيّين، ر: ٥٩٦١، صـ١٠١٣.

جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کا انجام

عزیزانِ محترم! عقیدۂ ختمِ نبوّت ایک ایسا عقیدہ ہے، جس پر پوری اُمّتِ مسلمہ متفق ہے، گزشتہ چودہ سو سال سے اس مُعاملے میں، نہ کبھی کوئی اِبہام پیدا ہوا نہ کوئی اختلاف، البتہ جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کی ریشہ دوانیوں سے متعلق، حضور نبیٔ کریم ﷺ نے ضرور آگاہ فرمایا، بلکہ خود رحمتِ عالمیان ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں، اَسوَد عنسی اور مُسَیلمہ کذّاب جیسے بدبختوں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اور کارِ نبوّت میں خود کو شریکِ کار ظاہر کرنے کی ناپاک جسارت کی، نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ملعون اَسوَد عنسی کا سر، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ کی حیاتِ طیّبہ ہی میں قلم کر دیا گیا، جبکہ مسیلمہ کذّاب کے فتنے پر خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں، مسلح طاقت کے ذریعے قابو پایا گیا، اور اس منکرِ ختمِ نبوّت کا سر قلم کر کے واصلِ جہنم کیا گیا۔

اَسوَد عنسی اور مُسَیلمہ کذّاب کے جھوٹے دعویٔ نبوّت سے متعلق، حدیث شریف میں حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ میں نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، رسول اللہ ﷺ کے اس خواب کے بارے میں پوچھا، جس کا ذکر انہوں نے فرمایا تھا! تو حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھ سے یہ ذکر کیا گیا، کہ نبیٔ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ إِسْوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا، فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ!».

"میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا، کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو ۲ کنگن رکھ دیے گے، میں ان سے گھبرایا اور میں نے انہیں ناپسند کیا، پھر

مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں ہاتھوں پر پھونک ماری، تب وہ اُڑ گئے، اور میں نے ان کی یہ تعبیر لی، کہ دو ۲ جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے!"۔(اس حدیثِ پاک کے راوی) حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا، کہ (۱) ان میں سے ایک (علاقۂ صَنعاء کا) اَسوَد عنسی ہے، جس کو حضرت سیّدنا فیروز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یمن میں قتل کیا، اور (۲) دوسرا مُسَیلمہ کذّاب ہے"[1] جسے حضرت سیّدنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سپہ سالاری میں لڑی گئی جنگِ یمامہ میں، حضرت سیّدنا وَحشی بن حَرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نیزہ مارا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تلوار سے وار کیا، اور ان کے بھائی حضرت سیّدنا خبیب بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مُسَیلمہ کذّاب کو واصلِ جہنم کیا[2]۔

ایک اَور روایت میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہدِ کریم میں مُسَیلمہ کذّاب مدینۂ منوّرہ آیا اور کہنے لگا، کہ اگر محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) اپنے بعد خلافت میرے لیے مقرّر کردیں، تو میں ان کی پَیروی کرلوں گا، وہ مدینۃ النبی میں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے پاس تشریف لائے، حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ حضرت سیّدنا ثابت بن قیس بن شَمّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے، اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دستِ اقدس میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا، مُسَیلمہ کذّاب کے ساتھیوں کی موجودگی کے باوُجود رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں ٹھہرے اور فرمایا: «لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ القِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللهِ فِيكَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ

---

(١) "صحيح البخاري" [باب] قصّة الأسود العنسي، ر: ٤٣٧٩، صـ٧٤٣.

(٢) "كشف اللثام" للسفاريني، كتاب الطهارة، الحديث ٨، ١/ ١٤٦.

مَا رَأَيْتُ!»[1] "(خلافت تو بڑی بات ہے)اگر تم مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کرو، تو میں تم کو یہ بھی نہیں دُوں گا! اور تیرے متعلق اللہ عزّوجلّ کی جو تقدیر ہے تو اُس سے بھاگ نہیں سکتا! اور اگر تم نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالی تجھے ہلاک کر دے گا، اور میرا گمان ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا!"۔

چونکہ زمانۂ رسالت سے لے کر آج تک، اُمّتِ مسلمہ اس مُعاملہ میں متحد ومتفق ہے، اور اس بارے میں کوئی دو۲ رائے نہیں پائی جاتی، لہٰذا اپنے پیارے نبی ﷺ کے نام پر مر مٹنے والے عاشقانِ رسول، اور علمائے اُمّت نے ہر دَور میں جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا، اور ہر محاذ پر ڈٹ کر نہ صرف اُن کا مقابلہ کیا، بلکہ قید وبند کی صُعوبتیں بھی برداشت کیں، اور آج تک کرتے چلے آرہے ہیں، اُمّتِ مسلمہ کے لیے یہ مسئلہ کس قدر حسّاس ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ چودہ سو سال سے زائد عرصہ پر محیط، پوری تاریخِ اسلام میں کبھی کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا گیا، جس نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے مُسیلمہ کذّاب جیسے ملعون کی طرف سے سفارتکاری کا فریضہ انجام دینے والوں سے ارشاد فرمایا: «وَلَوْ كُنْتُ قَاتِلاً وَفْداً، لَقَتَلْتُكُمَا!»[2] "اگر میں سفیروں کو قتل کرنے والا ہوتا، تو ضرور تم دونوں کو قتل کر دیتا!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، ر: ٣٦٢٠، صـ٦٠٨.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود، ر: ٣٨٣٧، ٢/ ٦٩.
و"مجمع الزوائد" كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل الرسل، ر: ٩٥٩٨، ٥/ ٤٠٥. [قال الهيثمي:] قلت: رواه أبو داود باختصار. رواه أحمد، وابن معيز لم أعرفه، وبقية رجاله ثِقاتٌ، وله طريق أتمّ من هذه في الحدود.

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور علمائے اُمّت

حضراتِ گرامی قدر! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بارے میں، تمام علمائے اُمّت اس بات پر متفق ہیں، کہ حضور نبئ کریم ﷺ اللہ رب العالمین کے آخری نبی ہیں، رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ نبوّت منقطع کردیا گیا ہے، اب تاقیامت کسی بھی نَوعیت کا کوئی سچّا نبی نہیں آئے گا، اس پر پوری اُمّت کا اِجماع واتفاق ہے، جس میں کسی بھی تاویل وتخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یقیناً اُمّت نے بالاِجماع اس لفظ سے یہ سمجھا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول، اور اس پر اِجماع واتفاق ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل وتخصیص نہیں، اور اس کا انکاری یقیناً اِجماعِ اُمّت کا انکاری ہے"[1]۔

مفسّرِ قرآن علّامہ سیّد شہاب الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "حضورِ اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسی حقیقت ہے، جس پر قرآن کریم شاہد وناطق ہے، احادیثِ نبویہ میں جس کو صراحۃً بیان فرمایا گیا ہے، اور اُمّت نے اس پر اِجماع واتفاق کیا ہے، لہٰذا جو شخص اس کے خلاف مدّعی ہو، اس کو کافر قرار دیا جائے گا، اور اگر وہ اس پر اِصرار (ضد اور تکرار) کرے تو اُس کو قتل کیا جائے گا"[2]۔

سزائے موت کون دے سکتا ہے؟

"یہ حکم تو سلطانِ اسلام (اسلامی حکومت) کے لیے ہے کہ اُسے سزائے موت دے، اور علماء وعوام کے لیے یہ ہے کہ تحریر وتقریر سے اُس کا رَد کریں؛ کہ قلم

---

(۱) "الاقتصاد في الاعتقاد" بیان من یجب تکفیره من الفرق، صـ۱۳۷.

(۲) "تفسیر روح المعاني" الأحزاب، تحت الآیة: ٤٠، ١١/ ٢١٩، ٢٢٠.

بھی ایک زبان ہے، اور زبان بھی ایک نیزہ ہے"[1]۔

سیّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، قاطعِ قادیانیت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکِر سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضور پُرنور، خاتم النبیین، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاتم، یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیاء و مرسلین بلاتاویل و بلاتخصیص ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں اَدنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے، کافر مرتَد ملعون ہے، آیۂ مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[2] "ہاں اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[3] "میرے بعد کوئی نبی نہیں" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلَفاً و خلَفاً، ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ، یا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد قیامِ قیامت تک، کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[4]۔

قادیانی شاطر خود اپنے منہ کافر

حضراتِ گرامی قدر! آیتِ مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ میں لفظ: "خاتم" سے مراد یہ ہے، کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوّت ختم ہو چکا،

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردو المناظرۃ، رسالہ "جُسام الحرمین" ۲۰/۲۷۵، ملتقطاً۔
(۲) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢. و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأوّل فالأوّل، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.
(۴) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّو المناظرۃ، رسالہ "المبین ختم النبیین" ۲۲/۲۵۔

لیکن بدبخت قادیانی اس لفظ کا معنی: "نبیوں کی مہر" مراد لیتے ہوئے، اس کی ایک انوکھی تفسیر یہ کرتے ہیں، کہ اب (معاذ اللہ) جو بھی نبی آئے گا، اُس کی نبوّت مصطفیٰ کریم ﷺ کی مُہرِ تصدیق لگ کر مصدّقہ ہوگی، حالانکہ دعوئ نبوّت سے قبل خود مرزا غلام قادیانی، مدّعئ نبوّت کو اسلام سے خارج سمجھتا اور لفظ: "خاتم" سے، حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا ہی مراد لیتا تھا!۔

مرزا قادیانی اپنے انجام سے متعلق حکمِ شرعی اپنے ہاتھوں سے تحریر کرتے ہوئے، ۱۸۹۳ء میں "حمامة البُشری" ص۷۹ پر لکھتا ہے کہ "مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوّت کا دعویٰ کرکے اسلام سے خارج ہوجاؤں؟! اور کافروں کی جماعت سے جاملوں؟"[۱]۔

۱۸۹۶ء میں اپنی تالیف "انجام آتھم" ص۲۷ پر لکھا کہ "کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر یقین رکھتا ہے، اور آیت: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں؟!"[۲]۔

مزید ۱۸۹۸ء میں "کتاب البریّة" ص۱۹۹-۲۰۰ پر لکھا کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"، اور حدیث: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي» ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف کا لفظ لفظ قطعی ہے، اپنی آیت: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوّت ختم ہوچکی ہے"[۳]۔

---

(۱) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۷/۲۹۷۔

(۲) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۱۱/۲۷۔

(۳) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۱۳/۲۱۷، ۲۱۸۔

عزیزانِ محترم! ان تمام عبارتوں اور حوالہ جات کا ما حاصل یہ ہے، کہ بالفرض اگر پاکستانی پارلیمنٹ یا علمائے اہلِ سنّت، مرزا غلام قادیانی کو کافر، بدبخت اور لعنتی قرار نہ بھی دیتے، تب بھی مرزا قادیانی دعوئ نبوّت سے قبل، اپنے ہی تحریر کردہ رسائل اور کتب کی رُو سے کافر، مرتد اور خارج اسلام ٹھہرتا ہے!!۔

۷ ستمبر... یومِ ختمِ نبوّت

عزیزانِ مَن! انہی عقائد ونظریات کے باعث، علمائے اہلِ سنّت کی تحریک اور قرارداد پر، ۵ اگست سے کر ۱۰ اگست تک ۶ دن، اور پھر ۲۰ اگست سے کر ۲۴ اگست تک ۵ دن، کُل گیارہ ۱۱ دن مرزا ناصر (سربراہ قادیانی گروہ) پر جَرح ہوئی۔ ۲۷ اگست ۲۸ اگست ۲ دن صدر الدین، عبدالمنّان عمر اور مرزا مسعود بیگ (لاہوری گروپ کے نمائندوں) پر جَرح ہوئی۔ کل تیرہ ۱۳ دن قادیانی اور لاہوری گروپس کے نمائندوں پر جَرح مکمل ہوئی۔ بالآخر طویل بحث ومُباحثے کے بعد، سات ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم (اقلیّت) قرار دے دیا۔ مکمل کاروائی اور جَرح کی تفصیلات جاننے کے لیے، نیچے دیے گئے لنک کی جانب مُراجعت فرمائیں[۱]۔

نیز دستورِ پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ تین ۳ میں، مسلمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ لکھا گیا کہ "مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے، جو وَحدت وتوحیدِ قادرِ مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیّین حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ختمِ نبوّت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو، اور پیغمبر یا مذہبی مُصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم، یا کسی

(۱) دیکھیے: https://archive.org/details/na-proceeding-1974.

بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو، یا جو دعویٰ کرے"۔

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 298C میں ہے کہ "قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ، خود کو مسلمان ظاہر کرے، یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے، یا الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہو، یا تحریری، یا مَرئی نُقوش کے ذریعے، اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے، یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید، اتنی مدّت کے لیے دی جائے گی، جو تین ۳ سال تک ہو سکتی ہے، اور جُرمانے کا مستوجب ہو گا"۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ قادیانی تو رہے ایک طرف، آج حکومتِ پاکستان کے اپنے وزراء، مرزائیوں کے لیے "احمدی مسلم" کی اصطلاح استعمال کرکے، آئینِ پاکستان کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں، لیکن انہیں کوئی روکنے والا نہیں، نہ تو میڈیا ایسی چیزوں کو ہائی لائٹ (High light) کرتا ہے، نہ ہی ہمارا کوئی چیف جسٹس اس پر سوموٹو ایکشن (Sumoto Action) لیتا ہے!۔

حضراتِ ذی وقار! مرزائیوں کے خلاف پاکستانی پارلیمنٹ کے اس آئینی فیصلے کو، چھیالیس ۴۶ برس گزر چکے ہیں، لیکن اس کے باوُجود قادیانی اپنی شیطانی چالوں اور ارادوں سے باز نہیں آئے، بلکہ شب و روز مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بُننے میں مصروف ہیں، قادیانی گروہ کی پشت پر یہود و نصاریٰ کا ہاتھ ہے، ان کے اشاروں پر وہ پاکستانی عوام کے دلوں میں، علمائے کرام کے خلاف نفرت کا بیج بو رہے

ہیں، فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دے رہے ہیں، اقلیتوں کے حقوق کے نام پر پاکستان کو بدنام اور غیر مستحکم کر رہے ہیں، ملک دشمن عناصر کے ساتھ مل کر ملکی سلامتی کے خلاف سازشیں کرنا ان کا نصب العین ہے۔ لہٰذا بحیثیت ایک پاکستانی مسلمان ہم سب پر لازم ہے، کہ باہمی اتحاد سے ان سازشوں کو ناکام بنائیں، اور اپنے دین و وطن کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہ ہونے دیں!!۔

قادیانی چیرہ دستی اور سازشیں

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہ لوگ اپنا تعارف قادیانیت کے بجائے، بحیثیتِ مسلمان کرواکر، سِول اور عسکری اداروں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارے کالج اور یونیورسٹیز پر ان کی خاص نظر ہے، یہ لوگ تعلیمی اداروں میں گھس کر ہماری نئی نسل کے ذہن واَفکار خراب کر رہے ہیں، اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر ان سے اپنے حق میں پروپیگنڈہ کروا رہے ہیں کہ "قادیانیوں کو سرکاری سطح پر کافر قرار دیے جانے کا فیصلہ درست نہیں ہے؛ لہٰذا اسے تبدیل کیا جائے"... وغیرہ وغیرہ۔

ان کی سازشوں اور بڑھتے ہوئے اثر ورُسوخ کا اندازہ، اس بات سے بخوبی لگا لیجیے کہ ماضی قریب میں ہمارے سابقہ نااہل وزیرِ اعظم نے، قادیانیوں کو اپنا بھائی کہا، حتی کہ اسمبلی کی جنرل سیٹ (General seat) کے لیے جمع کرائے جانے والے فارم سے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کی شق کو ختم کرنے کی سازش میں، وطنِ عزیز "اسلامی جُمہوریہ پاکستان" کی حکومت خود بھی ملوّث پائی گئی، صرف یہی نہیں بلکہ موجودہ حکومت نے بھی ریاستِ مدینہ کا ورد الاپ کر، پہلے اقتصادی مشیر کے نام پر ایک قادیانی کو اپنی کابینہ کا حصہ بنایا، اور بعد ازاں عوامی ردِ عمل اور دباؤ کے سبب بأمرِ

مجبوری، اس کی تقرُری کا نوٹیفکیشن واپس لے لیا!!۔

لیکن ان کی ساری شرارتوں کا فائدہ یہ ہوا، کہ جہاں قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے کئی صحافی، سیاسی رَہنما، اور حکومتی نمائندوں کے چہرے بے نقاب ہوئے، وہیں ان کے تیزی سے بڑھتے اثر ورُسوخ کا بھی اندازہ ہوا۔ یہ لوگ تبدیلی اور نئے پاکستان کی آڑ میں سات ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کی واپسی، اور اس میں ردّ و بدل کے لیے سرگرم ہو چکے ہیں، قومی اور بین َالاَقوامی سطح پر ان کے لیے لابنگ (Lobbying) کا عمل بڑی تیزی سے جاری ہے، لہذا علمائے دین کے ساتھ ساتھ پاکستانی عوام کو بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت پر پہرہ دینے کے لیے، ہر دَم بیدار اور تیار رہنا چاہیے!!۔

اہم پیغام ... مسلم نوجوانوں کے نام

برادرانِ اسلام! عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت کو، اس وقت سب سے بڑا خطرہ "قادیانیوں" سے ہے، اسلام اور پاکستان مخالف قوّتیں، دنیا بھر سے انہیں اَخلاقی ومالی طور پر فنڈنگ کر رہی ہیں، یہ اسرائیلی یہودیوں کی طرح کام کرتے ہوئے "رَبوَہ" (چناب نگر) سے نکل کر، رفتہ رفتہ ملک کے چاروں کونوں میں پھیل رہے ہیں، زمینیں خرید خرید کر اپنے لوگ آباد کر رہے ہیں، اَفواجِ پاکستان اور حکومتی ایوانوں میں اپنے لوگ داخل کر رہے ہیں، سوشل میڈیا پر قادیانی گروہ سے تعلق رکھنے والی نوجوان اور خوبرُو لڑکیوں کے ذریعے، مسلمان نوجوانوں کو روزگار اور شادی کا جھانسہ دے کر گمراہ کرنے، اور انہیں قادیانی بنانے کا سلسلہ بھی زور وشور سے جاری وساری ہے!!۔

میرے بھائیو! ہمارے نوجوانوں کو اس فتنہ سے ہر دم خبردار رہنے کی ضرورت ہے! علاوہ ازیں ایسے تمام فیس بک گروپس (Facebook groups)،

جن میں اسلام اور علماء کے کردار پر کیچڑ اچھالا جاتا ہو، یا انہیں برا بھلا کہہ کر اسلام سے متنفّر کیا جاتا ہو، انہیں نفرت انگیز مواد (Hateful content) شیئر کرنے کے جرم میں، رپورٹ کر کے فیس بک انتظامیہ سے بلاک (Block) کروائیں! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے مُنافی کسی بھی قسم کا مشکوک لٹریچر نظر سے گزرے تو اپنے علماء سے رابطہ کریں، اور ان سے رَہنمائی لے کر اس کا فوری سدِّباب کریں، اللہ کریم ہمیں علم وعمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابُود فرما، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت پر پہرہ دینے کی توفیق دے، قادیانیوں کے رُوپ میں یہود ونصاری کی طرف سے، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم

(جمعۃ المبارک: ۲۲ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۱۱/۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور اہلِ بیتِ اَطہار کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، یہ وہ مقدّس اور عظیم ہستیاں ہیں، جن کی تعظیم وتوقیر ہم سب پر لازم ہے، ان حضرات کی شان بہت اَرفع واعلی ہے، یہ وہ نیّرِ تاباں ہیں جن کے قُلوب واَذہان کو خالقِ کائنات عزّوجلّ نے نورِ ایمان سے آراستہ کر کے، کفر وشرک اور نافرمانی وحکم عدولی جیسی برائیوں کے لیے ناگوار وناپسندیدہ بنادیا ہے، ان کا مقدّس وُجود، ظلمت کے اندھیروں میں اُس مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہدایت پاتے ہیں، یہ سب حضرات عادل وجنّتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی فاسق وفاجر نہیں، یہ وہ خوش بخت نُفوسِ مقدسہ ہیں جنہیں دنیا ہی میں، اللہ رب العزّت کی رِضا وخوشنودی اور کامیابی کا پروانہ عطا ہو چکا ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(۱) "سب میں اگلے پہلے مہاجر وانصار، اور جو بھلائی کے ساتھ پیرو کار ہوئے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور اُن کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے!"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر جہنم سے آزادی کا پروانہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾(۲) "اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو! جب تم میں آپسی دشمنی تھی، اُس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا، تو اللہ کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، اور تم ایک غارِ دوزخ کے کنارے پر تھے، تو اللہ نے تمہیں اُس سے بچالیا!"۔

کرم بالائے کرم فرماتے ہوئے ربِ کریم نے اصحابِ رسول کو دونوں جہاں کی بھلائیوں کا حقدار قرار دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ﴾(۳) "لیکن رسول اور جو اِن کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، اور اُنہی کے لیے بھلائیاں ہیں!"۔

---

(۱) پ ۱۱، التوبة: ۱۰۰.
(۲) پ ٤، آل عمران: ۱۰۳.
(۳) پ ۱۰، التوبة: ۸۸.

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات ﷺ کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صدق ووفا کے پیکر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، بروزِ قیامت اللہ رب العزّت نے انہیں جنّت میں داخلے کی خوشخبری، اور رُسوائی سے بچانے کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(۱) "اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آئندہ کے لیے نصیحت ہو جائے! عنقریب تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اُتار دے گا، اور تمہیں باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ تعالی رُسوانہ کرے گا نبی اور اُن کے اصحاب ایمان والوں کو، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے داہنے دَوڑتا ہوگا، عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے! اور ہمیں بخش دے! یقیناً تجھے ہر چیز پر قدرت ہے!"۔

عزیزانِ محترم! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت وشان کے کیا کہنے! ربِ کریم نے ان کا شمار اپنے خاص بندوں میں فرمایا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى﴾(۲) "تم کہو کہ سب خوبیاں اللہ تعالی کو ہیں، اور اس کے چُنے ہوئے (خاص) بندوں پر سلام!"۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

---

(۱) پ ۲۸، التحریم: ۸.

(۲) پ ۱۹، النمل: ۵۹.

"چُنے ہوئے بندوں سے مراد "اَصحابِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ہیں"[1]۔

عظمتِ اہلِ بیتِ کرام

حضراتِ محترم! اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مقام ومرتبہ کے ساتھ ساتھ، اہلِ بیتِ اَطہار کی عظمت کو بھی بیان فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[2] "اللہ کی رَسی کو مضبوط تھام لو سب مل کر، اور آپس میں پھٹ نہ جانا!" یعنی جھگڑنا مت!۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی کی وہ رَسی ہم (اہلِ بیت) ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا ہے!"[3]۔

ایک اَور مقام پر خالقِ کائنات عزّوجلّ اہلِ بیتِ رسول کی شان میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[4] "اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے! اور تمہیں پاک کرکے خُوب ستھرا کر دے!"۔

حضراتِ گرامی! جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسَن، سیّدنا امام حسین، سیّدنا مولا علی اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

(١) "تفسير ابن كثير" پ ١٩، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣/ ٣٧٣. و"حلية الأولياء" سفيان الثوري، ر: ٩٧١٧، ٧/ ٨١.

(٢) پ ٤، آل عمران: ١٠٣.

(٣) "تفسير الثعلبي" پ ٤، آل عمران: ١٠٣، ٣/ ١٦٣.

(٤) پ ٢٢، الأحزاب: ٣٣.

کو ایک چادر میں لے کر ارشاد فرمایا: «اللَّهُمَّ هَؤلاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيراً!» "اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے گندگی دُور رکھ اور انہیں خوب پاک صاف کر دے!" حضرت سیّدہ امّ سلَمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا (جو پاس ہی موجود تھیں) نے عرض کی: یارسولَ اللہ! کیا میں بھی اِن کے ساتھ ہوں؟ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّكِ على خَيْرٍ!»[1] "تم بھی خیر پر ہو!"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اہلِ بیتِ اَطہار میں نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہَّرات، حضرت سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمہ زَہراء عابدہ زاہدہ، حضرت سیّدنا علی المرتضٰی اور حسنَینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم سب داخل ہیں، ع

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حَسن پھول[2]

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت وشان

برادرانِ اسلام! ہم اہلِ سنّت وجماعت کا یہ اِجماعی واتفاقی عقیدہ ہے، کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ولی، یا غوث، قطب، اَبدال، حتی کہ کوئی بھی تابعی، کسی بھی صحابی کے مقام ومرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا؛ کیونکہ صحبتِ نبوی کا جو شرف انہیں حاصل ہے، وہ کسی

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة [بنت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم] رضي الله تعالى عنها، ر: ۳۸۷۱، صـ۸۷٤. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح، وهو أحسن شيءٍ رُوي في هذا الباب. وفي الباب عن أنس [بن مالك] وعمر بن أبي سلَمة ووأبي الحمراء ومعقل بن يسار وعائشة".

(۲) "حدائقِ بخشش" "سر تا باقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول، ۷۹۔

غیرصحابي کے مقدّر میں کہاں! صرف یہی نہیں بلکہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود اپنی زبانِ حق ترجمان سے انہیں "اُمّت کے بہترین لوگ" قرار دیا، حدیث شریف میں ہے کہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي القَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيهم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ!»(١) "میری اُمّت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں مجھے بھیجا گیا، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہیں!"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ!»(٢) "میرے اصحاب کی عزّت کرو، وہ تم میں بہترین لوگ ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں!" یعنی تابعینِ عظام رضی اللہ تعالی عنہم۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے حق اور اُن کی نسبت کا لحاظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي، ثُم الَّذِينَ يَلُونَهُمْ!»(٣) "میرے اصحاب کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا! پھر اُن لوگوں میں جو اِن کے بعد ہیں!"۔

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٧١٢٦، ٣/ ٤. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصّحابة ثمّ الذين يلونهم ثمّ الذين يلونهم، ر: ٦٤٧٣، صـ١١١١. و"شرح السنّة" كتاب فضائل الصّحابة، باب خير القُرون، ر: ٣٨٥٧، ٨/ ٥١، [قال البغَوي:] هذا حديثٌ صحيحٌ أخرجه مسلم.

(٢) "الإبانة الكبرى" لابن بطة، باب ذكر ما أمر به النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم من لُزوم الجماعة والتحذير من الفرقة، ر: ١١٤، ١/ ٢٨٥. و"الأمالي المطلقة" ٨٩- ثمّ أملانا، صـ٦٣، ٦٤. [قال العسقلاني:] هذا حديثٌ صحيح أخرجه النَّسائي.

(٣) "مستدرَك الحاكم" كتاب العلم، ر: ٣٩٠، ١/ ١٦٧. [قال الذهبي:] "وهذا صحيحٌ".

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مقام ومرتبہ اور عظمت کو اُجاگر کرتے ہوئے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِماً رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي!»[1] "اُس مسلمان کو آگ نہیں چُھوئے گی، جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ)، یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا! (یعنی تابعین)"۔

عزیزانِ مَن! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے قُلوب واَذہان ساری اُمّت سے بہتر اور پاکیزہ ہیں، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِه، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّه، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِه. فَمَا رَأَى المسْلِمُونَ حَسَناً، فَهُوَ عِنْدَ الله حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئاً فَهُوَ عِنْدَ الله سَيِّئٌ»[2].

"اللہ تعالی نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو جنابِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا، لہٰذا انہیں اپنے لیے منتخب فرما لیا اور حضور کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، پھر قلبِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد قُلوبِ بندگاں ملاحظہ فرمائے، تو (بعد انبیاء) اصحابِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دل سب سے عمدہ پائے، لہٰذا انہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل مَن رأى النبيَّ ﷺ وصحبه، ر: ۳۸۵۸، صـ۸۷۲. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب لا نعرفه، إلّا من حديث موسى بن إبراهيم الأنصاري. وروى علي بن المدِيني وغيرُ واحدٍ [من] أهل الحديث عن موسى هذا الحديث".

(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود، ر: ۳۶۰۰، ۲/ ۱۶.

وزیر بنایا، جو اِس کے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ تو جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی اچھی ہے، اور جس چیز کو مسلمان بُرا جانیں وہ اللہ عزّوجلّ کے نزدیک بھی بُری ہے"۔

اہلِ بیتِ اَطہار کا مقام

حضراتِ ذی وقار! صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت ذریعۂ تکمیلِ ایمان ہے، ان کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کا لحاظ رکھنے، اور ان کی عزّت وتکریم کی تلقین فرمائی، محبت وعظمتِ اہلِ بیت کے بارے میں حضرت سیّدنا زید بن اَرقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: (١) كِتَابُ الله حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ، (٢) وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا!»[1]۔

میں تم میں ایسی دو۲چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا، تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ان میں سے ہر ایک، دوسری سے بڑھ کر ہے: (۱) اللہ کی کتاب، یہ آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے، (۲) اور میری اولاد یعنی اہلِ بیت۔ یہ دونوں چیزیں ہرگز جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر آکر ملیں۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ تم لوگ میرے بعد اِن دونوں سے کیا سُلوک کرتے ہو!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، [باب في] مناقب أهل بيت النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ٣٧٨٨، صـ٨٥٩. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللهِ، وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي!»(۱) "جو نعمتیں اللہ عزوجل تمہیں دے رہا ہے، ان کے باعث اُس سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبتِ الٰہی کے سبب محبت رکھو، اور میری محبت کے سبب میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «ارْقُبُوا مُحَمَّداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِي أَهْلِ بَيْتِهِ»(۲) "(اے لوگو!) نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھو!" یعنی ان سے سُلوک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لحاظ رکھو، اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ!۔

حضرت سیّدنا مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ (ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا) حضرت سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ غضب میں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں (بھی) اس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس (حاضرِ خدمت) تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: «مَا أَغْضَبَكَ؟» "آپ غصے میں کیوں ہیں؟" انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! قریش کی عجیب حالت ہے! جب باہم ملتے ہیں تو خوشی خوشی ملتے ہیں، لیکن جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو ان کی حالت ہی غیر ہوتی

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، [باب في] مناقب أهل بيت النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ر: ۳۷۸۹، صـ۸۵۹. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب، إنّما نعرفه من هذا الوجه". و"المعجم الكبير" علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه، ر: ۱۰٦٦٤، ۱۰/ ۲۸۱.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب ...إلخ، ر: ۳۷۱۳، صـ٦۲٦.

ہے!۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جلال میں آ گئے، یہاں تک کہ چہرۂ انور سرخ ہوگیا، پھر مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِيمَانُ، حَتَّى يُحِبَّكُمْ للهِ وَلِرَسُولِهِ!»(۱) "مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اللہ ورسول کی خاطر تم (اہلِ بیت) سے محبت نہ رکھے!"۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی ممانعت

میرے محترم بھائیو! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور اہلِ بیت سے محبت واُلفت، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت واُلفت ہے، اور ان حضرات سے بُغض وعداوَت (معاذ اللہ)، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بُغض وعداوَت کے مترادِف ہے، احادیثِ نبویہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے معاملے میں، اللہ عزوجل سے ڈرنے اور انہیں ہدَفِ تنقید نہ بنانے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مغفّل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي! لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً بَعْدِي! فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ!»(۲) "اللہ سے ڈرو! میرے

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب أبي الفضل عمّ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو العباس بن عبد المطلب رضي الله تعالى عنه، ر: ۳۷۵۸، صـ۸۵٤. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح".

(۲) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب في مَن سبّ أصحاب النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ۳۸٦۲، صـ۸۷۲. [وقال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

صحابہ کے مُعاملہ میں اللہ سے ڈرو! انہیں میرے بعد ہدَفِ تنقید نہ بنانا! کیونکہ جس نے اِن سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر کی، اور جس نے اِن سے عداوت رکھی تو مجھ سے عداوَت کی بنا پر اِن سے عداوت رکھی! جس نے ان کو اِیذا دی اس نے مجھے اِیذا دی، اور جس نے مجھے اِیذا دی اُس نے اللہ تعالی کو اِیذا دی، اور جس نے اللہ تعالی کو اِیذا دی عنقریب اللہ تعالی اس کی پکڑ فرمائے گا!"۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر سبّ وشتم کی ممانعت کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي! فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ!»[1] "میرے کسی صحابی کو گالی مت دو (بُرا مت کہو)! کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ برابر بھی سونا خیرات کر ڈالے، تب بھی تمہارا ثواب میرے کسی صحابی کے ایک مُد[2] یا اس کے آدھے تک بھی نہیں پہنچ سکتا!"۔

امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: «أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَسَبُّوهُمْ»[3] "لوگوں کو حکم تو یہ دیا گیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے استغفار کریں، مگر انہوں نے انہیں بُرا کہنا شروع کر دیا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «إنّ اللهَ اختارَنِي واختارَ لي أصْحابِي، فَجَعَلَ لي منهمْ وُزَراءَ وأصهاراً وأنصاراً،

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ۱۱٦۰۸، ٤/ ۱۲۷.
و"صحيح البخاري" كتاب فضائل ...إلخ، ر: ۳٦۷۳، صـ٦۱۷.

(۲) قدیم زمانے کا ایک پیمانہ۔ ایک مُد محتاط اندازہ کے مطابق 839.808g ہے۔

(۳) "صحيح مسلم" باب في تفسير آيات متفرّقة، ر: ۷۵۳۹، صـ۱۳۰۷.

فَمَن سَبَّهُمْ فَعَلَيه لَعْنَةُ الله والمَلائِكَةِ والنّاسِ أَجْمَعِينَ! لَا يَقْبَلُ اللهُ منهُ صَرفاً وَلَا عَدلاً!»(۱) "اللہ تعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کا انتخاب فرمایا، اور اُن میں میرے لیے وزراء، سسرالی رشتہ دار اور مدد گار بنائے، تو جو انہیں گالی دے (برا کہے) اُس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے! اللہ تعالی اُس سے نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ کوئی نفل!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَه!»(۲) "محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا مت کہو؛ کیونکہ ان کا ایک لمحہ تمہارے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے!"۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انصار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا: «فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ!»(۳) "ان (انصار) کے نیک لوگوں کی نیکیوں اور خوبیوں کا اعتراف کرو، اور ان کی لغزشوں سے صَرفِ نظر کرو!"۔

(۱) "الفتح الكبير" للسُيوطي، حرف الهمزة، ر: ۳۲۲٤، ۱/ ۲۹۷.

(۲) "فضائل الصّحابة" للإمام أحمد، ر: ۱۷۳٦، ۲/ ۹۰۹.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، باب قول النّبي ﷺ: «اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم» ر: ۳۷۹۹، صـ٦۳۸. و"سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب في فضل الأنصار وقريش، ر: ۳۹۰۷، صـ۸۸۰، [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح".

مُشاجراتِ صحابہ اور ہماراطرزِ عمل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم قابلِ عزّت واحترام ہیں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نسبت کے سبب وہ حضرات پاکیزہ دلوں کے مالک ہیں، دنیاوی مال ومتاع اور حرصِ اقتدار سے پاک ہیں، البتہ بعض مُعاملات میں ان سے غیرِ ارادی طور پر کچھ اجتہادی لغزشیں ضرور سرزد ہوئیں، لیکن ان لغزشوں اور بھول چُوک کو بنیاد بنا کر، ہمیں اس بات کی قطعًا اجازت نہیں کہ ان حضراتِ مقدّسہ کے بارے میں کسی بھی طرح کے نازیبا کلمات زبان پر لائیں، یا دل ودماغ میں ان کے لیے بُرا سوچیں۔ ہمارا ایسا کرنا ہماری اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادِف ہوگا، جو شخص ایسا کرے وہ صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا گستاخ، بے ادب اور زِندیق ہے، اور اس کا ایمان مشکوک ہے!!۔

حضرت میمونی رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ "اے ابو الحسن! جب تم کسی شخص کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے کسی کا ذکر، بُرے انداز میں کرتے دیکھو، تو سمجھ لو کہ اس کا مسلمان ہونا مشکوک ہے!"[۱]۔

حضرت ابو زرعہ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "جب تم کسی کو اصحابِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے، کسی ایک کی بھی تنقیص وتوہین کرتے دیکھو، تو جان لو کہ وہ زِندیق (بدعقیدہ) ہے!"[۲]۔

امام طحاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام اصحابِ

---

(۱) "البداية والنّهاية" سنة ستّين من الهجرة النّبوية، ۸/ ۱۴۸.

(۲) "الكفاية في علم الرواية" باب ما جاء في تعديل الله ...إلخ، صـ۴۹.

کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت کرتے ہیں، البتہ نہ کسی کی محبت میں غُلو کرتے ہیں، نہ کسی پر تبرّا کرتے ہیں۔ اور جو کسی صحابی سے عداوت رکھے، یا کسی صحابی کا خیر کے سِواذکر کرے، ہم اس سے دشمنی رکھتے ہیں! ہم تو صحابۂ کرام کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتے ہیں۔ صحابہ سے محبت دین، ایمان اور بھلائی ہے، اور اِن سے عداوت ودشمنی، کفر، نِفاق اور سرکشی ہے!"[1]۔

امام ابنِ خلَف بر بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "خوب جان لو! کہ جو کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تنقیص وتوہین کرے، تو سمجھ لو کہ وہ در حقیقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کرتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مزار پُر انوار میں تکلیف پہنچاتا ہے "[2]۔

تنقیصِ صحابہ سے ممانعت کرتے ہوئے سرکارِ غوثِ اعظم، حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تمام اہلِ سنّت اس بات پر متفق ہیں، کہ صحابۂ کرام کے آپسی اختلافات پر خاموشی اختیار کرنا، ان حضرات کے عیوب ونقائص تلاش کرنے سے باز رہنا، ان کے فضائل ومَحاسِن کا اظہار کرنا، اور ان کے تمام مُعاملات (چاہے جیسے بھی ہوں) اللہ تعالی کے سپرد کرنا لازم وضروری ہے!"[3]۔

امام ابنِ ہُمام حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ "روافض شیعوں کے بارے میں حکم یہ ہے، کہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہے وہ بدعتی ہے، اور جو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہے!"[4]۔

---

(١) "العقيدة الطحاويّة" صـ٨.

(٢) "شرح السُنة" للبربهاري، ر: ١٣٧، صـ١٢٠.

(٣) "الغنية لطالبي طريق الحق" القسم الثاني، ١/ ١٦٣، ملّخصاً.

(٤) "فتح القدير" كتاب الصلاة، باب الإمامة، ١/ ٣٠٤.

امام ابنِ حجر مکّی شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بیان کرتے ہیں کہ "روافض شیعوں (اللہ ان کا ستیاناس کرے) کو ان احادیث سے (جو اہلِ بیت اور ان سے محبت کرنے والوں کے فضائل میں وارد ہوئیں) یہ وَہم نہ ہو، کہ یہ لوگ اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں!؛ کیونکہ انہوں نے اہلِ بیتِ کرام کی محبت میں یہاں تک اِفراط وغُلو سے کام لیا، کہ صحابۂ کرام کو کافر، اور پوری اُمّتِ مسلمہ کو گمراہ کہہ بیٹھے"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! صد افسوس کہ آج کل بعض اَزَلی بدبخت ناہنجار قسم کے لوگ، اپنی مجالس میں صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ اَطہار اور نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قرابتداروں کی شان میں، سرِعام گستاخی اور بے ادبی کی جرأت کر رہے ہیں، انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، نام نہاد ریاستِ مدینہ کی "تبدیلی سرکار" ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کے بجائے، "ناموسِ صحابہ" کے لیے آواز بلند کرنے والے علمائے اہلِ سنّت کو گرفتار کرنے میں مصروف ہے، اس بات کی جتنی مذمّت کی جائے کم ہے!۔

میرے بھائیو! اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا، اور حکومت نے اپنی روِش نہ بدلی، تو ملک میں پھر سے فرقہ واریت کی آگ بھڑک سکتی ہے! اور خاکم بدہن ملک خانہ جنگی کا شکار ہوسکتا ہے! لہٰذا ہم تمام پاکستانی مسلمان، حکومتِ وقت مطالبہ کرتے ہیں کہ وزارتِ داخلہ، اور نیشنل ایکشن پلان پر عمل کو یقینی بنانے والی تمام سیکیورٹی فورسز، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا تعین کریں، اور انہیں راتوں رات بیرونِ ملک فرار کروانے کے بجائے، گرفتار کرکے دستورِ پاکستان کے مطابق قرارِ واقعی سزا دیں، اور علمائے اہلِ سنّت کو فوری طور پر رہا کریں!!۔

---

(۱) "الصواعق المحرقة" الباب ۱۱ في فضائل أهل البيت ...إلخ، صـ۱۵۳.

دعا

اے اللہ! ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مقام و مرتبہ اور عظمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اُن کا ادب واحترام کرنے کی توفیق مرحمت فرما، تمام اہلِ بیتِ اَطہار اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قرابتداروں سے محبت کی توفیق عطا فرما، ان کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کے جذبہ سے سرشار فرما، کسی بھی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں گستاخی و بے ادبی سے بچا، ہمیں فرقہ واریت اور خانہ جنگی سے محفوظ رکھ، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

ماہِ صفر المظفر

(جمعۃ المبارک: ۲۹محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۹/۱۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام میں کوئی دن یا مہینہ منحوس نہیں

عزیزانِ محترم! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو توہّمات وجہالت سے مبرّا اور دلائل وبراہین سے آراستہ دین ہے۔ اسلام کے تمام اَحکام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اس دینِ مبین میں خُرافات وتوہّمات کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

ماہِ صفر قمری مہینوں کی لڑی کا دوسرا موتی ہے۔ قبل از اسلام اہلِ جاہلیت ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے، اور اس میں تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے کو بھی برا سمجھتے تھے، عرب کے لوگ ماہِ صفر کے بارے میں عجیب وغریب خیالات رکھتے تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آج بھی اس ماہِ مبارک کو بلاؤں کے نزول کا مہینہ تصوُر کرتی ہے، ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ جو کام اس مہینے میں شروع کیا جاتا ہے، وہ منحوس یعنی خیر وبرکت سے خالی ہوتا ہے۔ اس ماہِ مبارک سے متعلق ان

غلط فہمیوں کو ختم کرنے کے لیے اسے "صفر المظفر" کہا جاتا ہے۔

ماہِ صفر کی وجہِ تسمیہ

ماہِ صفر کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ جنگی سفر پر روانگی کے باعث اہلِ عرب کے مکانات، رہنے والوں سے خالی ہو جاتے تھے، جب کوئی جگہ انسانوں سے خالی ہو جائے، تو اس وقت عربی زبان میں "صَفِرَ الْمَكَانُ" کہا جاتا ہے[1]۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا

معزّز برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! ماہ وسال، رات ودن اور وقت، ہر ایک کا خالق اللہ تعالی ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی دن یا کسی وقت کو منحوس نہیں بنایا۔ ماہِ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں، اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے، سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، نیز دیگر اس قسم کے کاموں سے بھی پرہیز کرتے ہیں، خصوصًا ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ ۱۳ تاریخیں شدید منحوس تصوّر کی جاتی ہیں، ان ایّام کو تیرہ تیزی بھی کہتے ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، اور لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا سراسر غلط ہے!۔

نحوست اور بدشگونی قرآنِ کریم کی روشنی میں

عزیز دوستو! اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾[2] "وہ لوگ مسلمانوں سے بولے، کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں"۔

پیارے بھائیو! امام حافظ الدین نَسَفی رحمہ اللہ تعالی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اور اس

---

(۱) "تفسیر ابن کثیر" پ۱۰، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ۲/ ۳۶۶.

(۲) پ۲۲، يس: ۱۸.

کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دینِ اسلام کو بُرا خیال کیا، لہٰذا ان کے نُفوس اس دین سے نفرت کرنے لگے۔ جہلاء کی یہی عادت ہے کہ ہر ایسی چیز سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف ان کا جھکاؤ ہو، اور جس چیز کو ان کی طبیعتیں قبول کرتی ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اُسے منحوس قرار دیتے ہوئے ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں کوئی مصیبت یا نعمت حاصل ہو، تو کہتے ہیں کہ یہ فُلاں چیز کی نحوست ہے، یا یہ فُلاں چیز کی برکت سے حاصل ہوئی ہے"[١]۔

نحوست اور بدشگونی حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ!»[٢] "کوئی بیماری متعدّی نہیں، اور نہ بدفالی کوئی چیز ہے، نہ اُلّو کا بولنا کوئی بُرا اثر رکھتا ہے، اور نہ ہی ماہِ صفر منحوس ہے!"۔

میرے بزرگو ودوستو! شارحِ "بخاری" حضرت علّامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "عرب والوں کا دستور تھا کہ لڑنے کے لیے کبھی محرّم کے مہینے کو صفر سے بدل دیتے، کچھ لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، اس حدیث میں اس بات کی نفی فرمائی گئی ہے"[٣]۔

---

(١) "مدارك التنزيل" پ٢٢، يس، تحت الآية: ١٨، ٢/ ٣٩٦.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الطبّ، باب الجذام، ر: ٥٧٠٧، صـ١٠٠٩.

(٣) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتاب الطب، ٨/٢٥٤، ملخصًا۔

نحوست اور بدشگونی علماء کی نظر میں

برادرانِ اسلام! علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "علّامہ بیضاوی نے فرمایا: (حدیثِ پاک میں جو فرمایا کہ "صفر کوئی چیز نہیں") اس سے ماہِ صفر میں بکثرت بلاؤں سے متعلق توہّمات کی نفی کی گئی ہے"[۱]۔

ماہ صفر کی آخری بدھ

میرے عزیز دوستو! امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ماہِ صفر المظفر کے آخری چہار شَنبہ (بدھ) کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحتیابی کا کوئی ثبوت ہے، بلکہ مرضِ اقدس جس میں وصال شریف ہوا، اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے"[۲]۔

میرے محترم بھائیو! صدر الشریعہ بدر الطریقہ، علّامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو برِ صغیر پاک وہند وغیرہ میں خوب منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر وتفریح وشکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں، نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسلِ صحت فرمایا تھا، اور بیرونِ مدینۂ طیّبہ سَیر کو تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ ان دنوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدّت اختیار کر گیا تھا، لہٰذا یہ سب باتیں خلافِ واقع ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں اُترتی ہیں۔ اَور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں، سب بے ثبوت ہیں[۳]۔

---

(۱) "شرح الزرقاني على الموطّأ" باب عيادة المريض والطيرة، ٤/ ٣٣٣.
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "رادّ القحط والوباء" ۱۶/ ۷۴"۔
(۳) "بہار شریعت" عیادت وعلاج کا بیان، حصہ ۱۶، ۳/ ۶۵۹۔

جانِ برادر! حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "۲۰ صفر کو تعزیوں کا چالیسواں نکالا جاتا ہے، جس میں چند طرح کے جلوس نکلتے ہیں، اہلِ بیت نے نہ کبھی تعزیہ داری کی اور نہ عَلَم نکالے، نہ سینے کُوٹے نہ ماتم کیے، لہٰذا اے مسلمانو یہ کام ہرگز نہ کرو! ورنہ سخت گنہگار ہوگے! خود بھی ان جلوسوں اور ماتم میں شریک نہ ہو، اور اپنے بچوں، اپنی بیویوں، دوستوں کو بھی روکو! رافضیوں کی مجلس میں ہرگز شرکت نہ کرو!۔ صفر کے آخری بدھ کو مسلمانوں کے گھر پوریاں پکائی جاتی ہیں، خوشی منائی جاتی ہے، اور لوگ عصر کے بعد ثواب کی نیّت سے جنگل میں تفریح کرنے جاتے ہیں، اور بعض جگہ اس دن پرانی مٹی کے برتن پھوڑ کر نئے خریدتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اس لیے ہوتی ہیں کہ مسلمانوں میں مشہور یہ ہے، کہ آخری چہار شنبہ (بدھ) کو نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا، اور تفریح کے لیے مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لے گئے تھے، وہ محض غلط ہے۔ ۲۷ صفر کو مرض شریف یعنی دردِ سر اور بخار شروع ہوا، اور ربیع الاوّل دو شنبہ (پیر) کے دن وفات ہوگئی، درمیان میں صحت نہ ہوئی"[۱]۔

خلاصۂ بحث

میرے دوستو بزرگو! قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ کوئی دن اور مہینہ منحوس نہیں، لہٰذا اس قسم کی جاہلانہ باتوں سے بچ کر اچھا گمان رکھنا چاہیے!۔

فائدہ

حضراتِ محترم! اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی

(۱) "اسلامی زندگی" پانچواں باب، مروّجہ رسمیں، ص۷۲-۷۵، ملتقطاً۔

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتاب "ما ثبت من السُّنّة في أيّام السَّنَة"[۱] باب ماہِ صفر کا بیان، کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

ماہِ صفر کے اہم واقعات

جہاد کی اجازت

عزیزانِ محترم! ۱۲ صفر ۲ھ تاریخِ اسلام میں وہ یادگار دن ہے، جس میں اللہ جلّ جلالہ نے مسلمانوں کو کفّار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی، اور یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾[۲] "جن سے لڑائی کی جاتی ہے ان مظلوم مسلمانوں کو اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے، اور یقیناً اللہ تعالی ان کی مدد پر قادر ہے!"۔ حضرت امام محمد بن شہاب زُہری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے، کہ جہاد کی اجازت کے بارے میں یہی وہ آیت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی"[۳]۔

غزوۂ اَبواء

حضراتِ گرامی قدر! اس غزوہ کو "غزوۂ وَدّان" بھی کہتے ہیں، یہ سب سے پہلا غزوہ ہے، یعنی پہلی بار حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جہاد کے ارادہ سے ماہِ صفر ۲ھ میں، مہاجرین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ سے باہر نکلے۔ حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، حضرت سیّدنا امیرِ حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جھنڈا دیا، اور مقامِ "ابواء" تک کفّار کا

---

(۱) مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم، موچی گیٹ، لاہور۔

(۲) پ۱۷، الحجّ، ۳۹.

(۳) "الطبقات الكبرى" غزوة الأبواء، ۱/ ۳۵۰.

پیچھا کرتے ہوئے تشریف لے گئے، مگر کفّارِ مکہ فرار ہو چکے تھے، لہذا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ یہاں چند روز ٹھہر کر قبیلہ بنو ضمرہ کے سردار "مخشی بن عَمرو ضمری" سے امدادِ باہمی کا ایک تحریری معاہدہ طے پایا، اور پھر وہاں سے مدینہ منوّرہ واپس تشریف لائے۔ اس غزوہ میں پندرہ ۱۵ دن آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم مدینہ منوّرہ سے باہر رہے[1]۔

واقعۂ بیرِ معونہ

عزیزانِ گرامی قدر! ماہِ صفر ۴ھ میں "بیرِ معونہ" کا مشہور واقعہ پیش آیا، ابوبراء عامر بن مالک بارگاہِ رسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم میں آیا، حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا، نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی، بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ ہمارے دیار میں بھیج دیجیے، مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں گے، نبئ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: «إِنِّي أَخْشَى أَهْلَ نَجْدٍ عَلَيْهِمْ» "مجھے نجدیوں سے اندیشہ ہے کہ میرے صحابہ کو ضرر پہنچائیں گے!"، ابوبراء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کے جان ومال کی حفاظت کا ضامن ہوں! حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے صحابہ میں سے ستّر ۷۰ منتخب صالحین کو (جو "قرّاء" کہلاتے تھے) بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقامِ "بیرِ معونہ" پر پہنچے تو ٹھہر گئے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سالارِ قافلہ حضرت سیّدنا حرام بن مِلحان رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کا خط مبارک لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلے کا رئیس اور ابوبراء کا بھتیجا تھا، اس نے خط کو پڑھے بغیر ہی ایک شخص کو اشارہ کیا، جس نے پیچھے سے نیزہ مار کر حضرت سیّدنا حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کر دیا، اور آس پاس کے قبائل یعنی رِعل وذکوان اور

---

(۱) "الطبقات الکبری" غزوۃ الأبواء، ۱/ ۳۵۰.

عصیہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کیا، جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا ان سے سامنا ہوا، اور جنگ شروع ہوئی تو کفّار نے حضرت سیّدنا عَمرو بن امیہ ضمری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سوا تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو شہید کر دیا، حضرت سیّدنا عَمرو بن امیہ ضمری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مدینہ منوّرہ پہنچ کر، جب سارا حال دربارِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بیان کیا، تو اصحابِ بیرِ معونہ کی شہادت کی خبر سن کر، رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس قدر عظیم صدمہ پہنچا کہ ساری حیاتِ طیّبہ میں کبھی اتنا رنج وصدمہ نہیں پہنچا تھا، چنانچہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مہینہ بھر تک قبائلِ رعل وذکوان اور عصیہ پر، نمازِ فجر میں بددعا کرتے رہے[1]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو توہّمات سے بچا، ہمیں فرقہ واریت اور خانہ جنگی سے محفوظ رکھ، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحُسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "شرح الزرقاني على المواهب" بئر معونة، ٢/ ٤٩٦-٥٠١، ٥٠٣، ملتقطاً.

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

(جمعۃ المبارک ۰۷ صفر المظفّر ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۹/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اتفاق واتحاد کی اہمیت

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام اتفاق واتحاد کا علمبردار ایک عالمگیر آفاقی دین ہے، اتفاق واتحاد سے جہاں قومی وملکی سلامتی اور ترقی نصیب ہوتی ہے، وہیں لوگوں میں باہمی محبت اور رَواداری کی فضا بھی قائم ہوتی ہے۔ دینِ اسلام اتحاد ویکجہتی کی دعوت دیتا ہے، اتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، اور انسانی تعمیر وترقی کا سُتون ہے۔ آج تک جس قوم نے بھی عُروج وترقی کی منزل پائی ہے، وہ باہمی اتفاق واتحاد کی مرہونِ مِنّت ہے، مُعاشرے میں امن وامان، بھائی چارگی اور ہم آہنگی، اتفاق واتحاد ہی سے قائم ہوسکتی ہے۔ اللہ رب العالمین نے ہمیں کتاب وسنّت کی بنیاد پر باہم اتحاد واتفاق سے رہنے، اور تفرقہ بازی سے بچنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[۱] "سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں مت بٹ جانا!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیے کہ کسی بھی قوم کی کامیابی وکامرانی، ان کے باہمی اتحاد میں پنہاں ہے، جس طرح قطرے قطرے سے دریا اور سمندر بنتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے اتحاد واتفاق سے ایک ایسی قوّت اور اجتماعیت تشکیل پاتی ہے، کہ اُس کے رُعب ودَبدَبے سے ہمارے دشمنوں پر بھی لرزہ طاری رہتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ﴾[۲] "ان (جنگی تیاریوں) سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ، جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں، اور ان کے سوا کچھ اَوروں کے دلوں میں بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے!"۔

اسی طرح حضور نبئ کریم ﷺ نے اتفاق واتحاد کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «عَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ؛ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ!»[۳] "تم پر جماعت کے ساتھ (اکٹھے) رہنا لازم ہے؛ کیونکہ جو بکری اپنے ریوڑ سے الگ ہوتی ہے، بھیڑیا اُسی کو کھاتا ہے!"۔

اتحاد ایک قوّت اور دنیا وآخرت میں ایک عظیم نعمت ہے، رسول اللہ ﷺ

---

(۱) پ٤، آل عمران: ۱۰۳.

(۲) پ۱۰، الأنفال: ٦۰.

(۳) "مستدرَك الحاكم" كتاب التفسير، ر: ۳۷۹٦، ٤/ ۱٤۲۰. [قال الحاكم:] هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه. وقال الذهبي: صحيح.

نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ، فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ!»[1] "جو جنّت کے عمدہ مقام پر اپنا ٹھکانا چاہتا ہو، اُسے چاہیے کہ اتحاد کے ساتھ رہے!"۔

اتحاد واتفاق کی بدَولت خالقِ کائنات عزّوجلّ کی مدد ونصرت بھی انسان کے شاملِ حال رہتی ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ!»[2] "اللہ تعالی کی مدد اُمّت کے بڑے گروہ کے ساتھ رہتی ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! باہمی اختلاف اور گروہ بندی کسی بھی قوم کی تباہی کا پہلا سبب اور بڑی وجہ ہوا کرتی ہے، اللہ رب العالمین دین میں الگ الگ راہیں نکالنے، اور گروہ بندیوں کا شکار ہونے والے بدبختوں سے شدید ناراض ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾[3] "وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے، اے حبیب! تمہیں ان سے کچھ تعلق نہیں، ان کا مُعاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے!"۔

مسلمانوں کی عظمت ورفعت

برادرانِ اسلام! اتفاق واتحاد میں بڑی برکت ہے، جب تک ہماری صفوں

(١) "سنن الترمذي" باب [ما جاء] في لزوم الجماعة، ر: ٢١٦٥، صـ٤٩٨. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

(٢) المرجع نفسه، أبواب الفتن، ر: ٢١٦٦، صـ٤٩٨. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ غريبٌ لا نعرفه من حديث ابن عبّاس، إلّا من هذا الوجه.

(٣) پ٨، الأنعام: ١٥٩.

میں اتفاق واتحاد کی فضا برقرار رہی، کامیابی و کامرانی ہمارا مقدّر بنی رہی، ایک وقت وہ تھا جب قیصر وکِسریٰ جیسی طاقتیں بھی مسلمانوں کے سامنے سرنگوں تھیں، ہمارے آباء واَجداد اور اَسلافِ کرام کی ہیبت وجلال سے پہاڑ بھی سمٹ کر رائی ہوئے، راستے کی ہر رُکاوٹ کو وہ حضرات پیروں کی ٹھوکر سے رَوندھتے چلے گئے، انہوں نے بلادِ عرب سے لے کر ہندوستان تک فتح ونصرت کے پرچم لہرائے، اور کامیابیوں کا سفر طے کیا، لیکن جب ہم باہمی اِفتراق واِنتشار کا شکار ہو کر مختلف گروہوں میں بٹ گئے، تب ہماری طاقت وقوّت اور شان وشوکت کی عَبا تار تار ہو کر رہ گئی، کفّار ومشرکین کے دلوں سے ہمارا رُعب ودَبدَبہ جاتا رہا، ہماری عزّت وناموس کی پاسداری کا کسی کو لحاظ نہ رہا، اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے سرِعام گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کیے جانے لگے، اور دنیا بھر میں ذلّت ورُسوائی ہمارا مقدّر نظر آتی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾[1] "اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو! اور آپس میں نہ جھگڑو؛ کہ پھر بُزدلی کروگے، اور تمہاری بندھی ہوئی ہَوا (قوّت) جاتی رہے گی!"۔

"اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ باہمی تنازع، ضعف وکمزوری اور بے وقاری کا باعث ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اختلاف سے محفوظ رہنے کی تدبیر، اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور دین کا اِتّباع ہے"[2]۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ، یقین جانیے! اگر آج ہم اتفاق واتحاد کے اصول پر

(١) پ١٠، الأنفال: ٤٦.

(۲) "خزائن العرفان" پ۱۰، الاَنفال، زیرِ آیت: ۴۶، صـ۳۳۸، ملخصًا۔

دوبارہ کاربند ہو جائیں، اسلامی تعلیمات اور اعلیٰ انسانی واَخلاقی اَقدار اپنالیں، تو دنیا کی کوئی طاقت ہم پر غالب نہیں آسکتی؛ لہذا خود کو پہچانو کہ تمہارا مقام ومرتبہ کیا تھا، اور اب کیا ہوکر رہ گئے ہو! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں: ع

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا![1]

میرے بھائیو! ضرورت صرف اس اَمر کی ہے، کہ ہم اپنے شاندار ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر، اتحاد ویکجہتی کے پیغام کو عام کریں، اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کو بحال کریں، اور غیروں کا آلۂ کار بننے کے بجائے ایک دوسرے کے دست وبازُو بنیں؛ کہ اسی میں ہماری کامیابی ہے، ع

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نِیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر![2]

ڈاکٹر محمد اقبال اور اتحادِ اُمّت

حضراتِ گرامی قدر! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال اتحادِ اُمّت کے بہت بڑے داعی تھے، ان کے فلسفۂ خودی میں دینِ اسلام کا آفاقی پیغام ملتا ہے، آپ عمر بھر اُمّتِ مسلمہ کو جھنجھوڑتے اور متحد کرنے کی کوشش کرتے رہے، انہیں یہ باوَر کراتے رہے کہ تم اپنا مُوازنہ دیگر اَقوام سے نہ کرو؛ کیونکہ تمہاری حیثیت ان سے ممتاز اور جداگانہ ہے، ع

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، خطاب بہ جوانانِ اسلام، حصہ سوم، ص۲۰۴۔

(۲) ایضًا، دنیائے اسلام، حصہ سوم، ص۲۹۰۔

اپنی ملّت پر قیاس اَقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی![1]

عزیزانِ ملّت! اُمّتِ مسلمہ کے باہمی اتفاق واتحاد کے سلسلہ میں، ڈاکٹر اقبال کی خدمات اور دُور اندیشی کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، جب مغرب نے نیشنلزم (Nationalism) کا نعرہ بلند کیا، تب انہوں نے اپنی بے پناہ فراست سے، اسی وقت یہ جان لیا تھا کہ قومیّت کا یہ نعرہ اُمّتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کی ایک ناپاک سازش ہے، اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کی یہ بات سچ ثابت ہوئی، سلطنتِ عثمانیہ ختم ہونے کے بعد اس کا سب سے زیادہ نقصان مسلم اُمّہ کو ہوا، اور آج تک ہوتا چلا آرہا ہے!۔

میرے عزیز ہم وطنو! استعماری قوّتوں نے اپنی شیطانی چالوں سے عالَمِ اسلام میں، نظریۂ قومیت کو راسخ کیا، اور پھر اس کے نتائج سے بھرپور فائدہ اٹھایا، نظریۂ قومیت کے زیرِ اثر مسلمان "وطن پرستی" کے جذبات سے اس قدر سرشار ہو گئے، کہ انہوں نے وطن کے مقابلے میں دین کو ثانوی حیثیت دینا شروع کر دی! ڈاکٹر اقبال نے اپنی دُور اندیشی اور وسیع النظری سے عالمی حالات کا بغور جائزہ لیا، اور ارشاد فرمایا کہ "مجھ کو یورپی مصنّفوں کی تحریروں سے، ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی، کہ یورپ کی ملوکانہ اَغراض اس اَمر کی متقاضِی ہیں، کہ اسلام کی وَحدتِ دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اَور کوئی حربہ نہیں، کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریۂ وطنیت کی اِشاعت کی جائے"[2]۔

---

(۱) ایضاً، مذہب، حصہ سوم، ص۲۷۴۔
(۲) "مقالاتِ اقبال" جغرافیائی حدود اور مسلمان، فرنگی نظریۂ وطنیت، ص۲۶۳۔

اپنی وفات سے تقریباً دو ۲ ماہ قبل، ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء کو تحریر کیے جانے والے ایک مکتوب میں مزید فرمایا کہ "میں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت اور ملّت کے اسلامی نکتۂ نظر کی تشریح وتوضیح میں گزارا ہے، محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیاء کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے، فرنگی سیاست کا یہ نظریہ، ایک عظیم خطرہ محسوس ہوتا تھا"(۱)۔

حضراتِ محترم! ڈاکٹر اقبال کے خدشات آخر کار درست ثابت ہوئے، اور بالآخر نظریۂ وطن پرستی کے باعث، اُمتِ مسلمہ متعدّد قوموں اور فرقوں میں تقسیم ہوکر رہ گئی، متعدّد فوجی ڈکٹیٹرز (Military dictators)، صُدور اور وزرائے اعظم، بادشاہ اور شُیوخ، ان چھوٹے چھوٹے زمینی ٹکڑوں کے سربراہ بن بیٹھے، اور انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ملک وملّت کی سَودے بازی سے بھی گریز نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہود ونصاریٰ کی اسلام مخالف سازشوں کے باعث، فرقہ واریت کی آگ نے بھی مسلمانوں میں باہمی افتراق وانتشار کو مزید فروغ دیا!۔

اتحادِ اُمّت ...وقت کی اہم ضرورت

میرے محترم بھائیو! عالمی حالات وواقعات کے تناظر میں، اسلامی ممالک کا باہمی اتحاد، آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہود ونصاریٰ ہماری نااتفاقی اور باہمی افتراق وانتشار سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں، وہ ہمارے ہی لوگوں کے ذریعے ہمیں اندر سے کمزور کرنے میں لگے ہیں، اگر ہم اپنی کھوئی ہوئی شان وشَوکت اور عظمت ورفعت کو بحال کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں حق وباطل کو باہم خلط ملط ہونے سے بچانا ہوگا، سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلامی اَحکام کو لاگو کرنا ہوگا، ورنہ ہم اسی طرح ذِلّت ورُسوائی کے عمیق گڑھوں

(۱) "روزنامہ نوائے وقت" ۲۱ اپریل ۲۰۱۶ء، وطنی قومیت علّامہ اقبال کے حوالے سے۔

میں گرتے رہیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے باہمی فُروعی اختلافات کو طاقِ نسیان میں رکھ کر، اُخوّت، وَحدت اور بھائی چارگی کے رشتہ کو مضبوط کریں، اپنی صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا کریں، اور ایک منظّم و متحد قوم بن کر اُبھریں؛ تا کہ کوئی غیر ہماری صفوں میں دَراڑ نہ ڈال سکے! اور ہمیں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے! ؏

منفعت ایک ہے اِس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دِین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک![1]

میرے بھائیو! ہماری تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان دَرد وتکلیف میں ایک دوسرے کی مدد کو پہنچتے رہے، تب تک کوئی غیر انہیں میلی آنکھ سے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا! مگر جب سے اسلامی ممالک نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا، اور ہر مُعاملے کو ان کا یا اپنا اندرونی مُعاملہ قرار دینا شروع کر دیا، تب سے مسلمان زوال واِنحطاط پذیری اور ظلم وستم کا شکار ہیں!!۔

عزیزانِ محترم! کیا فلسطین، عراق، شام، یمن، مِصر، برما، افغانستان اور کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام، ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے؟! کیا اب تک ہمیں یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے اس گٹھ جوڑ کی سمجھ نہیں آئی؟! کیا اللہ ربّ العزّت اور رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا، کہ یہ لوگ کبھی تمہارے

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ دِرا، جوابِ شکوہ، حصہ سوم، ۲۲۷۔

دوست نہیں ہوسکتے ؟!اس کے باوُجود ہم ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لیے کیوں مرے جارہے ہیں؟!دنیا بھر میں مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی جارہی ہے، لیکن اس کے باوُجود بظاہر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا!آخر کیوں؟ کیا ہم اس قدر بے حس ہوچکے ہیں؟!یا پھر ہم برائے نام مسلمان ہیں؟! حدیث شریف میں ہے: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»(۱) "مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، کہ جس طرح جسم کا کوئی ایک حصہ بیمار پڑ جائے، تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے"۔ لیکن اس کے باوُجود ہمیں ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کیوں نہیں ہوتا؟ کیا ہمارے ایمان کی آگ اس قدر سرد پڑچکی ہے ؟!

مقامِ صد افسوس ہے! کہ ساری دنیا کے کفّار ومشرکین تو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، لیکن ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں! ضرورت اس اَمر کی ہے کہ عالَمِ اسلام کے مسلمان اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر، کفر کے خلاف متحد ہوجائیں! اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کی تکلیف کو محسوس کریں، ان کی ہر ممکن مدد کریں!۔

اسلام کا پیغامِ اتحاد اور اس کے تقاضے

حضراتِ ذی وقار! اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، اس کا پیغامِ اتحاد واتفاق ہم سے اس بات کا متقاضی ہے، کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٨٦، صـ١١٣١.

رہیں، قرآن وسنّت کے مطابق زندگی گزاریں، باہم تفرِقہ بازی اور لڑائی جھگڑوں کا شکار نہ ہوں، عالمِ اسلام کے مسائل کے سلسلہ میں مشترکہ لائحۂ عمل تشکیل دیں، عالمی سطح پر یَک زبان ہو کر ایک دوسرے کے لیے آواز بلند کریں، اپنی فوج اور سرمایہ کسی دوسرے اسلامی ملک کے خلاف ہرگز استعمال نہ ہونے دیں، ناگہانی آفات اور مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں، ان کا ساتھ دیں؛ کیونکہ ہمارا مذہب ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً»[1] "مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"۔

دعا

اے اللہ! ہماری نیک قیادت اور وَحدت میں برکتیں عطا فرما، اے اللہ! ہمارے اتحاد واتفاق میں برکتیں عطا فرما، بھلائی وکشادگی کو ہم پر قائم ودائم رکھ، امن، سکون اور ترقی عطا فرما، اے اللہ! ہمارے حکمرانوں کو ہمت وحَوصلہ اور توفیق دے کہ عالمِ اسلام کی صفوں میں اتحاد ویکجہتی کا فریضہ انجام دے سکیں، ہماری باہمی محبت واُلفت میں اضافہ فرما، ہمارے اعمالِ حَسَنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، کشمیر وفلسطین اور ہندوستان کے مسلمانوں کی جان ومال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.

تقلید کی شرعی حیثیت

(جمعۃ المبارک ۱۴ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۲/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! تقلید کے لُغوی معنی "گلے میں ہار یا کوئی چیز ڈالنا، یا کسی کی پَیروی کرنے کے ہیں"[1]۔ علمائے اُصول نے تقلید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کی کئی تعریفات ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض علمائے اُصول کا قول یہ ہے کہ "کسی کہنے والے کی بات دلیل جانے بغیر قبول کر لینا، تقلید کہلاتا ہے"[2]۔

اَحکام کی قسمیں

اَحکام کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک عقلی، (۲) اور دوسری شرعی۔

---

(۱) "القاموس المحيط" باب الدال، فصل القاف، صـ۳۳٦. "غیاث اللغات" باب التاء مع الدال، فصل تائے فوقانی مع قاف، ۱/۱۶۱۔

(۲) "التحرير" في أصول الفقه، المقالة ۳ في الاجتهاد ...إلخ، صـ۳۷۷. "مسلَّم الثبوت" مع "فواتح الرَّحموت" خاتمة، فصل التقليد، ۲/ ٤۳۲.

اَحکامِ عقلیہ

عقلی اَحکام میں تقلید جائز نہیں، جیسے صانعِ عالَم (خالقِ کائنات)، اور اس کی صفات کی معرفت۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور حضور کے سچے ہونے کی معرفت... وغیرہ[۱]۔

اَحکامِ شرعیہ اور اس کی قسمیں

اَحکامِ شرعیہ کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) **پہلی قسم:** ضروریاتِ دین، جیسے پانچ ۵ نمازیں، روزہ، حج، زکاۃ، اسی طرح زِنا اور شراب کی حُرمت وغیرہ کے اَحکام۔ لہٰذا ان اَحکام میں تقلید جائز نہیں؛ کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں، اس لیے ان اَحکام میں تقلید کی ضرورت نہیں۔

دوسری قسم: دین کے وہ اَحکام جنہیں نظر واستِدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا، جیسے عبادات، مُعاملات اور نکاح وغیرہ کے فُروعی مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے[۲]۔

تقلیدِ شخصی اور غیر شخصی

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ تقلید کی بھی دو ۲ قسمیں ہیں:

(۱) تقلیدِ شخصی، (۲) تقلیدِ غیر شخصی۔

تقلیدِ شخصی یہ ہے کہ ایک معیّن مذہب کو اپنایا جائے، جو کسی معیّن امام سے منسوب ہو۔

تقلیدِ غیر شخصی یہ ہے کہ تمام مسائل میں ایک معیّن مذہب کی پابندی نہ

---

(۱) "الفقيه والمتفقّه" باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه، ۲/ ۱۲۸.

(۲) المرجع نفسه، ۲/ ۱۳۲.

کرے، بلکہ ایک مسئلہ کسی مجتہد کا لے، اور دوسرا مسئلہ کسی اَور مجتہد سے لے لے۔

تقلید کا ثبوت، قرآنِ کریم کی رَوشنی میں

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ ورسول، اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں، (حق کے مُوافق اَحکام میں) اُن کی اِطاعت کرو!"۔

مزید فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "اگر تم نہیں جانتے، تو اہلِ علم سے پوچھو!"۔

تقلید کا ثبوت، حدیثِ نَبوی کی رَوشنی میں

(ا) حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ "ہم کسی سفر میں تھے، کہ ایک ساتھی کے سر میں پتھر آکر لگا، جس سے اس کا سر شدید زخمی ہوگیا، پھر اسے اسی حالت میں احتلام بھی ہوا، اس نے دیگر ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے شریعت میں تیمم کی اجازت ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہماری معلومات کے مطابق آپ تیمم نہیں کرسکتے؛ کیونکہ پانی موجود ہے، سو اُس نے غسل کیا، جس کے باعث وہ وفات پا گیا، جب ہم نے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس بات کا ذکر کیا، تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «قتلوهُ قتلَهم اللهُ! ألَا سألُوا إذ لَم يعلمُوا؛ فإنّما شِفاءُ العِيِّ السُّؤالُ!»[3] "اللہ انہیں مارے جنہوں نے اسے مار ڈالا! جب انہیں معلوم نہیں تھا تو

---

(۱) پ٥، النساء: ٥٩.

(۲) پ١٤، النحل: ٤٣.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الطهارة، باب المجدور يتيمّم، ر: ٣٣٦، صـ٦١.

اہلِ علم سے مسئلہ کیوں نہیں پوچھ لیا؛ کہ مرضِ جَہل کا علاج پوچھنے میں ہے!"۔

(۲) حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «اقْتَدُوا بِاللّذَينِ مِن بعدِيْ: أَبِي بَكرٍ وعمرَ»[۱] "میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا"۔

(۳) امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، جب حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا، توارشاد فرمایا: «كيف تقضِي إذا عُرِضَ لكَ قضاءٌ؟» "اے مُعاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدّمہ پیش کیا جائے تو کیسے فیصلہ کروگے؟" حضرت سیّدنا مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في كتابِ الله؟» "اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر؟" عرض گزار ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في سنّةِ رسولِ الله؟» "اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت میں بھی نہ پاؤ تو؟" عرض کی کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہیں کروں گا!۔ تب نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر پیار سے ہاتھ مبارک مار کر فرمایا: «الحمدُ لله الّذِي وفّقَ رسولَ رسولِ الله، لِمَا يُرضِي رسولَ الله!»[۲] "اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب وقاصد کو، اُس بات کی توفیق دی جس نے اللہ کے رسول کو خوش کیا!"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳٦٦۲، صـ۸۳٤. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ حسنٌ، وفيه عن ابن مسعود.
(۲) "سنن أبي داود" باب اجتهاد الرأي في القضاء، ر: ۳۵۹۲، صـ۵۱٦.

تقلید کا ثبوت، اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

علّامہ ابو العباس شہاب الدین قَرافی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "عام آدمی پر معتبر مجتہد کی تقلید واجب ہے"[۱]۔ علّامہ ابنِ نُجَیم مِصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس بات پر اِجماع واتفاقِ امّت منعقد ہو چکا ہے، کہ جو حکم چاروں ائمہ کے مذاہب کے خلاف ہو، اُس پر عمل نہ کیا جائے"[۲]۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "مذاہبِ حق صرف چار ۴ ہی باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا اَب ان کا اِتّباع سوادِ اعظم کا اتّباع ہے، اور ان سے اختلاف سوادِ اعظم سے اختلاف ہے"[۳]۔

چار مذاہب میں سے کسی ایک کی پیَروی کیوں ضروری ہے؟

امام اہل سنّت امام احمد رضا قدّس سرّہٗ[۴] نے تحریر فرمایا کہ "میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی طرف سے ہے: فُروعی مسائل میں "عامّی" کو کس بات کا حکم دیا جائے

---

(۱) "شرح تنقيح الفصول" الباب ١٦ في الخبر، الفصل ٩، صـ٣٧٩.

(٢) "الأشباه والنظائر" النوع ٢ من القواعد، القاعدة الأولى، صـ١١٩.

(٣) "عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد" المقدّمة، صـ١٣.

(۴) اعلیٰ حضرت کی مملوکہ "ردالمحتار" للعلّامہ شامی، جلد اوّل کے اخیر میں منسلک اَوراق کے ایک صفحہ پر، خود اعلیٰ حضرت کی مبارک تحریر سے شب سہ شنبہ ۶ ربیع النور ۱۳۹۸ھ کو، میں نے مولانا عبد المبین صاحب نعمانی کی معیت میں نقل کیا ہے، عربی مضمون امام احمد رضا کا ہے، توضیحی ترجمہ میں نے کیا ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضمون اعلیٰ حضرت نے کسی سوال کے پیشِ نظر تحریر کیا ہے، اور اس کمال ایجاز واختصار کے باوُجود، اُصولِ شرع پر مبنی مضبوط دلیلِ عقلی سے ثابت کر دکھایا ہے، کہ عامّی کے لیے امامِ معیّن کی تقلید ضروری ہے۔ دَورِ حاضر میں بھی یہ اِفادہ، چراغِ راہ اور دلیلِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے! والله يهدي مَن يشاء إلى سَواء السّبيل!.
محمد احمد اعظمی مصباحی دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد، ۱۹ ربیع النور ۱۳۹۸ھ

گا؟ عامّی سے میری مراد ہر وہ شخص ہے، جو مجتہد نہ ہو، نہ ہی نقد و ترجیح میں نظر کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسا کہ زمانۂ صحابہ کے بعد قُرونِ سابقہ میں عامّۂ امّت کا حال ہے، اور اب صدیوں سے ساری امّت کا یہی حال ہے (ان میں علماء، محدثین، ذمّہ دارانِ فتویٰ، اُدباء، بُلغاء وغیرہم سبھی لوگ ہیں)۔

(۱) تو کیا عامّی اجتہاد کرنے پر مامور ہو گا؟ یہ تو ایسی بات کا حکم ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے، ساتھ ہی ارشادِ باری تعالیٰ (: "اے لوگو علم والوں سے پوچھو! اگر تمہیں علم نہ ہو") کے مخالف بھی ہے۔

(۲) یا اسے تقلید کا حکم دیا جائے گا؟ مگر اس طرح کہ دلائل میں نظر اور اَقوال کی چھان بین بھی کرے، جیسا کہ اَربابِ وُجوہ (تخییر)، اہلِ اِفتاء اور اصحابِ ترجیح کی شان تھی۔ یہ بھی اس کے بس میں نہیں، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے بس یہ حکم دیا کہ "علماء کی طرف رُجوع کریں!" اس پر مامور نہ فرمایا کہ علماء سے پوچھیں، پھر ان کے اَقوال کی چھان بین کر کے، جو اِن کی نظر میں زیادہ راجح ہو، اسے اختیار کریں۔

اس تقدیر پر تو یہ بھی واجب ہو گا، کہ عامّی "کسی ایک امام" کے فتوے پر کبھی اطمینان نہ کرے، بلکہ اس پر لازم کیا جائے گا کہ متعدّد ائمہ سے دریافت کرے؛ تاکہ چھان بین اور اختیارِ اَرجح کا عمل ممکن ہو (اس لیے کہ چھان بین اور انتخاب اُسی وقت ہو سکتا ہے جب متعدّد اَقوال ہوں، اگر صرف ایک امام کا قول ہو تو تنقید، اور مختلف اَقوال میں سب سے زیادہ راجح کے اختیار و انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!)۔

(۳) یا اسے یہ حکم دیا جائے گا کہ ہر مسئلہ میں جس مذہب پر چاہے عمل کرے؟ اس سوال پر اگر یہ کہا جائے کہ ہر مذہب اور ہر امام کی پیروی کا اختیار نہ ہو گا،

بلکہ صرف ائمۂ اربعہ میں سے جس کی چاہے، جس مسئلہ میں چاہے تقلید کرے۔ تو ہم پوچھیں گے کہ آخر ائمۂ اربعہ کی تخصیص کیوں؟ اور تمہاری طرح ہم بھی یوں کہیں گے، کہ اللہ تعالی نے تو انہیں بس علماء سے پوچھنے کا حکم دیا ہے، ان کے لیے چار ۴ اماموں کی تخصیص تو نہیں فرمائی! پھر اگر تم تخصیص کرتے ہو تو یہ اپنی طرف سے تمہاری قانون سازی اور شریعت گری ہے! تو واجب ہوا کہ حکم مطلق رکھا جائے! اور علماء میں سے ہر عالم کے مسئلہ ومذہب پر اسے عمل کرنے کا اختیار ہو!۔

جب ایسا ہوا تو تمام تر اجتہادی مسائل باطل ہو گئے؛ کیونکہ علماء میں داوٗد ظاہری، اس کے متبعین، اور جامد محدثین بھی ہیں، یہ سب تمامی قیاسات کے منکِر ہیں (اس لیے ان کے نزدیک قیاس سے مستنبط تمام اجتہادی مسائل باطل ہیں، اور عامّی جب کسی ایسے ہی عالم کی تقلید کرے گا تو سارے مسائلِ اجتہادیّہ، اس کے نزدیک بھی باطل ہو جائیں گے!)۔

پھر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو وُجودِ اِجماع کے منکِر ہیں، کچھ اِجماع کے علمِ یقینی کے منکِر ہیں، کچھ اس کے حجیّت اور دلیلِ شرعی ہونے کے منکِر ہیں، عامّی کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے، تو تمام مسائلِ اِجماعیہ بھی رُخصت ہوئے!۔

پھر علماء ایسے بھی ہیں جو اَحادیثِ آحاد کو مطلقاً نہیں مانتے، اب تو احادیثِ مبارکہ میں سے بھی اکثر جاتی رہیں! بس قرآنِ عظیم رہ گیا اور احادیثِ متواترہ!۔

(۴) پھر ہر نص روایۃً قطعی ہے دِرایۃً قطعی نہیں؛ اس لیے کہ خود علماء کا نظم ومعنی سے متعلق اُصول میں بے حد اختلاف ہے (جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ لفظ آیت وحدیث کے قطعی ہونے کے باوُجود، ہر معنی مُراد قطعی نہ رہے گا؛ اس لیے کہ اختلافِ

علماء شُبہ وظنّیت پیدا کر دیتا ہے، البتہ قطعی وہ معنی ہوگا جس کا بیان خود شارِع کی طرف سے تواتُراً منقول ہو) لہٰذا اَب تو قرآن اور اَحادیثِ متواترہ میں سے بھی اکثر حصہ رُخصت ہوا۔ بس متواترِ مفسَّر باقی رہ گیا (یہ ہے ایسی تقلیدِ عام ماننے کا نتیجہ کہ سارے مسائلِ اجتہادیہ، تمام مسائلِ اِجماعیہ، جملہ احادیثِ آحاد، اکثر احادیثِ متواترہ، بیشتر آیاتِ قرآنیہ، سب ناقابلِ عمل! ولا حولَ ولا قوّةَ إلّا باللہ العظیم! پھر تو انسان بالکل آزاد اور لَغو وبے کار ہوکر رہ جائے گا!)۔

لہٰذا لازم ہے کہ کسی ایک امامِ معیّن کی تقلید سے مقیّد کریں؛ تاکہ نظامِ دِین خراب اور مختل نہ ہو! اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے، ہدایت یافتہ حضرات کے راستہ کی طرف!۔

یہ بھی ضروری ہے کہ یہ امامِ معیّن ایسا ہو، جس کے مذہب کا منقول وتدوین شُدہ حصہ، عام ضروریات اور نَوپَید واقعات کے لیے کافی ہو۔ اس منزل میں بجز ائمۂ اربعہ (امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوئی نہیں، تو لوگوں پر خاص کر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے، یہی ہمارا مقصود ہے! واللہ تعالیٰ اعلم"۔

خلاصۂ کلام

اِن تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے، کہ ایک عام آدمی (جو مجتہد نہیں) اس پر کسی نہ کسی اِمام کی پیَروی لازم ہے، اگر غیرِ مجتہد شخص کسی اِمام کی پیَروی نہیں کرے گا، تو وہ دین پر عمل کیسے کرے گا؟! نتیجۃً گمراہ ہو جائے گا؛ کیونکہ قرآن وحدیث کو براہِ راست سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں، اور تمام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ طیّبہ پیش نظر ہوں، یہ غیر مجتہد کے لیے ممکن نہیں، لہٰذا عامّی پر تقلید واجب ہے!۔

اس عملِ خیر واعتقاد ونظریہ کو، کفر وشرک وبدعت وباطل سمجھنا، سراسر ظلم، زیادتی اور اپنے آپ کو گمراہی بلکہ کفر میں مبتلا کرنے کے مترادِف ہے۔

دینِ اسلام میں اجتہاد کی اجازت تو ہے، پر ہر ایک کے لیے نہیں؛ کیونکہ اگر ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت مل جائے، اور وہ اپنے مزاج ومنشا کے مطابق شرعی اَحکام میں فتویٰ صادر کرنے لگے، تو اس طرح شریعت بچوں کا کھیل بن کر رہ جائے۔ لہذا ائمہ وفقہاء نے اجتہاد کی شرائط مقرّر کر رکھی ہیں، اور مجتہد کے لیے مخصوص صلاحیتوں کا حامل ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے!۔

فتنۂ انکارِ تقلید

اجتہاد کے بارے میں ہمارے زمانے کے بعض تجدّد پسند ٹیڈی اسکالرز نے، کئی قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں، ایک بنیادی غلط فہمی ان کی طرف سے، اجتہاد کی تعریف میں پھیلائی گئی، ان کے ہاں لفظ "اجتہاد" کے معنی کوشش کرنا ہے، جس کا مفہوم آزاد رائے دینا (مادر پدر آزادی) ہے۔ یہیں سے غَلطی کا آغاز ہوتا ہے، اور اس بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہوتی ہے وہ بھی غلطیوں کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔

اب ہم یہاں تجدّد پسندوں کے طریقۂ واردات پر کچھ رَوشنی ڈالتے ہیں؛ تاکہ ان کو پہچاننا آسان ہو؛ کیونکہ بسا اوقات ان کی یہ تجدّد پسندی، کفر، اِلحاد اور گمراہی کے عمیق گڑھے تک لے جاتی ہے، مثلاً:

(۱) قرآنِ مجید سمجھنے پر زور دیا جائے، لیکن اس طرح کہ جس ہستی پر قرآنِ پاک نازل ہوا، اور جن کے ذمّہ اس کی وضاحت تھی، دینِ متین میں اس کے کردار، اور اس کی تبیین (حدیث وسنّت) دونوں کو اہمیت نہ دی جائے۔

(۲) حدیث و سنّت کو بے اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔

(۳) علماء کی تحقیر اور ان کو گالی دینا؛ کیونکہ ان گمراہ اور ملحدین کے نزدیک، علماء ہی مسلمانوں میں ساری خرابیوں کی جڑ ہیں، اور مسلم مُعاشرے سے ان کا خاتمہ اور ان کو غیر مؤثِر کرنا بہت ضروری ہے۔

(۴) مسلمان اگر اپنے وطن کا دِفاع کریں تب بھی اسے جہاد نہ سمجھنا، بلکہ اسے دہشتگردی قرار دیا جائے۔

(۵) اَسلاف کی بے ادبی۔

(۶) اِجماع کا انکار۔

(۷) دعوتِ دین کے ایک ایسے تصوّر کی حمایت جو مُفاہمت، مسکینی (معذرت خواہانہ انداز) اور گوسفندی (خوف اور بُزدلی) پر مبنی ہو، اور جس میں عزیمت، نہی عن المنکَر، جہاد، نفاذِ دین، اور غلبۂ اسلام کا ذکر تک نہ ہو۔

(۸) شریعت پر عمل کیا جائے، اور فقہِ اسلامی کو چھوڑ دیا جائے۔

(۹) تقلیدِ ائمہ کی مذمّت کرکے لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا جائے۔

اس جدّت پسندی اور اِلحاد فی الدین کی ابتداء، دراصل مخالفتِ تقلید سے ہوئی، اور برصغیر میں ایک تحریک "تحریکِ ترکِ تقلید" چلائی گئی۔ اگر علماء و مشائخِ اہلِ سنّت، اور ہندوستان میں بالخصوص امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس تحریک کا راستہ نہ روکتے، تو شرق تا غرب اس گمراہ کن تحریک کی لپیٹ میں آچکے ہوتے، اور برِصغیر میں تو حنفی مسلمانوں کا صفایا ہی ہو چکا ہوتا۔ چنانچہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "یا معشرَ المسلمین! یہ فرقۂ غیر مقلدین جو تقلیدِ ائمۂ دین

کے دشمن ہیں، اور بے چارے عوامِ اہلِ اسلام کے رَہزن ہیں، مذاہبِ اربعہ کو چوراہا بتائیں! ائمۂ ہُدیٰ کو اَحبار ورُہبان ٹھہرائیں! سچے مسلمانوں کو کافر مشرِک بنائیں! قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پَرکھنا، ہر عامّی جاہل کا کام نہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کر دیں! حلالِ خدا کو حرام کہیں! ان کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ بے ادب ضالّ مضِلّ غوی مبطل ہونا، نہایت جلی واَظہر ہے، بلکہ عندالاِنصاف یہ طائفۂ تالفہ فِرقِ اہلِ بدعت میں سے ہے"[1]۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں تجمّد اور تجدّد کا راستہ چھوڑ کر اعتدال کا راستہ اپنانا چاہیے، ہمیں اسلام کو جدید بنانے کی ضرورت نہیں، ع

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تُونے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا!
ہائے مسافر دَم میں نہ آنا! مَت کیسی متوالی ہے![2]

حقیقت یہ ہے کہ شرعی اجتہاد محض کوشش کرنے، اور رائے زنی کا نام نہیں، نہ اجتہاد کا مطلب کسی پرانے حکم کو منسوخ کرکے نیا حکم گھڑنا ہے، بلکہ اجتہاد شریعتِ

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الصّلاۃ، باب الاِمامۃ، رسالہ "النهي الأكيد" ۵/۳۵۹۔

(۲) "حدائقِ بخشش" "سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، حصّہ اوّل، ص۱۸۵۔

اسلامیہ میں کسی فقیہ کا کسی حکمِ شرعی ظنّی کو، استنباط (نتیجہ حاصل) کرنے کے لیے پوری کوشش کرنے کا نام ہے[۱]۔

کوئی بھی درپیش مسئلہ جس کا واضح حکمِ شرعی، کتاب وسنّت میں نہ مل سکے، مآخذِ شریعت کی چھان بین کر کے، نظائر واَمثال پر غور وفکر کے بعد، اس کا حل پیش کرنا "شرعی اجتہاد" کہلاتا ہے۔

دوسری غلط فہمی

دوسری غلط فہمی یہ پھیلائی گئی ہے، کہ شاید آزادانہ اجتہاد کی حُدود میں تمام مسلَّماتِ شریعت بھی داخل ہیں، حالانکہ جن مسائل میں نُصوصِ قطعیہ موجود ہوں، وہ ہر زمانے میں دائرۂ اجتہاد سے خارج رہے ہیں، اجتہاد صرف اُن مسائل تک محدود رہتا ہے جو نہ منصوص ہوں (یعنی وہ اَحکام جو واضح طور پر قرآن یا حدیث میں بیان نہ کیے گئے ہوں) نہ اِجماعی ہوں (یعنی جن مسائل کے حل اور تشریح پر ہر زمانے کے علمائے اُمّت متفق نہ ہوں)۔

آسان الفاظ میں یوں سمجھیے کہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویّہ میں جو اَحکامِ شرعیہ، واضح ومنصوص بیان ہو چکے، وہ اُمّت کے لیے ہر حال میں واجب الاِطاعت ہیں، وہ مسائل اجتہاد کے دائرے سے بالاتر ہیں۔ ہاں اگر کسی مسئلے میں احادیثِ مبارکہ کے مابین کچھ تعارُض ہے، یا اس پر قرآنِ کریم کی دلالتِ قطعی موجود نہیں، نہ علمائے اُمّت کا ایسے مسائل میں کوئی اِجماع موجود ہے، جیسے وہ

---

(۱) "التحرير" المقالة الثالثة في الاجتهاد، صـ٣٦١. "فواتح الرَّحموت" خاتمة، ٢/ ٤٠٤. "كتاب التعريفات" باب الألف، صـ١٣.

مسائل جو جدید تمدّن کی پیداوار ہیں، جبکہ سابقہ فقہِ اسلامی کے ذخائر میں بھی ان کا واضح ذکر نہیں ملتا، نہ نفیًا نہ اِثباتًا۔ یا وہ اجتہادی مسائل ہوں (یعنی وہ عملی اور فُروعی اَحکام، جن میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو) ان میں اجتہاد کی اجازت ہے۔ جدید زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، شریعتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں ان مشکلات کا حل، اجتہادی صلاحیت رکھنے والے جیّد علمائے کرام کا فریضہ ہے، یہ حضرات قدیم مسائل کی رَوشنی میں، قیاس واجتہاد کے ذریعے، نئے اَحکام کا فیصلہ کرتے ہیں۔

شرائطِ مجتہد واجتہاد

عہدِ رسالت میں مسائل کا حل قرآنِ کریم سے ہوتا، یا پھر فرمانِ نبوی سے، دَورِ نبوّت کے بعد فُتوحاتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل بھی جنم لیتے رہے، جن کے حل کے لیے فقہائے کرام نے قرآن وسنّت کو سامنے رکھتے ہوئے، قواعد وضوابط مرتَّب کیے، اور نئے مسائل کے "اجتہادی حل" تجویز فرمائے۔ ان میں سے چار۴ فقہی مذاہب مستقل مدوَّن ہوئے، جو فقہِ حنفی، فقہِ مالکی، فقہِ شافعی اور فقہِ حنبلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ تشریعِ اسلامی کی تاریخ، فقہی دَور کی تکمیل، اور ہر زمانے میں جدید مسائل پر کتابوں کی تصنیف، اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ جن مسائل میں کتاب وسنّت کے نُصوص موجود نہیں، ان میں اجتہاد کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، چنانچہ اُمّت اسی اُصول پر کاربند رہی، اور یہی روایت آج تک چلی آرہی ہے۔

دوسری بات کہ جدّت پسندوں کی طرف سے، جو اجتہاد پر اِصرار کیا جاتا ہے، اور جس طرح عام لوگوں کو اجتہاد کی رغبت دلائی جاتی ہے، اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اجتہاد کوئی عبادت ہے، جس کے لیے لوگوں کو خوب شَوق دلایا جارہا

ہے! حالانکہ اجتہاد کوئی مٹھائی نہیں، بلکہ ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے، اور اس کے لیے سخت ترین شرائط ہیں۔ علمائے اُصول نے کتبِ اُصول میں اجتہاد کی چند شرائط ذکر کی ہیں، جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے، مثلاً:

(۱) عربی لغت سے اتنی واقفیت ہو کہ کسی بھی عربی کلام کے معنی بخوبی سمجھ سکے۔

(۲) ان علوم سے واقفیت ہو جن کے بغیر عربی کلام کے معنی سمجھے نہیں جاسکتے۔

(۳) قرآنِ کریم، حدیثِ پاک، اِجماعِ اُمّت اور اُمّت کے اِجماعی واجتہادی مسائل جو پہلے سے طے شدہ ہیں، ان کا مکمل علم ہو۔

(۴) فقہِ اسلامی کی کتب سے واقفیت اور فہمِ کتاب وسنّت کے لیے، جن علوم کی ضرورت ہے اُن میں مہارت ہو، خصوصًا علمِ اُصولِ فقہ میں کامل بصیرت ہونا لازم ہے، اس کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں چلا جاسکتا!۔

(۵) ان آیات وروایات کا علم ہو جن میں اَحکام کا بیان ہے، یہ تقریبًا پانچ سو ۵۰۰ آیات، اور تین ہزار احادیث ہیں۔

(۶) اجتہاد کے اُصول وقواعد، اَحکامِ شرع کے مَصالح ومَقاصد، ماحول، مُعاشرے اور زمانے کے حالات وضروریات کا علم ہو۔

(۷) بالغ نظری اور دقیقہ رَسی کے ساتھ ساتھ، تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور دینِ خداوندی کے ساتھ کامل اِخلاص بھی ہو۔

(۸) ناسخ ومنسوخ کا علم وافر رکھتا ہو۔

(۹) دلائل پر غور و فکر کرکے اَحکام کے استنباط کا ملکہ (مہارت) بھی ہو[1]۔

یہ وہ چند شرائط ہیں جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے۔ اب اگر ان شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ زمانے کے سیلف میڈ (Self Made) عظیم مجتہدین، یا مجدّدین و متجددین کی علمی حالت دیکھی جائے، اور یہ کہ کیا ان میں اجتہاد کی صلاحیت، یا مجتہد کی کوئی شرط پائی بھی جاتی ہے؟! تو غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ علومِ شرعیہ میں رُسوخ و مہارت تو دُور کی بات ہے، ان میں سے کسی نے دین کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل نہیں کی، اکثر صرف بی اے (B.A)، ایم اے (M.A) کرکے لفظِ ڈاکٹر کا سابقہ لگاکر، عینک اور واسکٹ پہن کر، ٹی وی (T.V) پر آبیٹھے ہیں، اور ان کی تحقیق کیا ہے؟ بھان متی کا کنبہ ہے!! سارے مآخذِ دینِ اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے، نئے مسائل کے حل کے بارے میں ایک رائے قائم کرنے کی صلاحیت تو در کنار! ان میں سے اکثر اتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے کہ بغیر ترجمہ کے قرآن و حدیث کا مطالعہ بھی کر پائیں! یا دو ۲ سطریں عربی میں صحیح طور پر لکھ بھی سکیں، پھر بھی جرأتِ اختلاف اتنی کہ فقہائے اُمّت اور صحابۂ کرام کے فہم و شرح کو غلط قرار دیے جاتے ہیں!!۔

فتنۂ غامدیت

ان کے نزدیک اجتہادی کوششیں صرف فُروعی یا اجتہادی مسائل میں ہی منحصر نہیں، کہ ان کو کسی درجہ میں اختلاف کی اجازت دی جاسکے، بلکہ متفقہ و منصوص

(۱) مزید تفصیل کے لیے علّامہ ابنِ عابدین شامی کا رسالہ "شرح عقود رسم المفتي"، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا رسالہ "عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد"، اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کا رسالہ "الفضل الموهبي في معنى: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي" مطالعہ کیجیے!۔

مسائل کو بھی سرے سے اختلافی بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ سارے اختلاف کی وجہ کیا ہے ؟ محض جدّت پسندی، احساسِ کمتری اور تَن آسانی۔ اس کے لیے مذاہبِ فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رخصتیں تلاش کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی معنوی تحریف (تفسیر بالرائے اور مَن مانی تشریح) کرتے ہیں۔ آخراِن کے اس خود ساختہ اجتہاد کی علمی بنیاد کیا ہے ؟ دو ڈھائی سو اردو میں لکھی ہوئی، یا اردو انگریزی میں ترجمہ شدہ کتابیں، چار پانچ ڈکشنریاں، اور ایک بہکا ہوا نفس اور عقلِ مخدوش! ؏

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مؤمن کو غلامی کے طریق[1]

ان ٹیڈی مجتہدین کے ہاں عموماً ساری جرأت اور اجتہاد کا انحصار، صرف عقل پر ہوتا ہے، ہم مانتے ہیں کہ بلاشبہ عقل نورِ فروزاں ہے، مگر اس کے لیے ایک خاص دائرہ ہے، عقل ان اُمور کا اِدراک نہیں کر سکتی جو وحی کی آنکھ سے نظر آتے ہیں، عقل کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ وہ وحی کے بیان کردہ حقائق کا ٹھیک اِدراک کرلے، اور ان حقائق کی بلند حکمتوں، گہری مصلحتوں، اور باریک اَسرار وعِلل کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے۔ جس طرح نُصوصِ وحی کے نہ ہونے کی صورت میں بھی، عقل سے کام نہ لینا خالص حماقت وکوتاہی ہے، اسی طرح منصوص وحی کے

(۱) "ضربِ کلیم" اجتہاد، ص۱۴۔

ہوتے ہوئے بھی،عقل کو ہر چیز میں مقدَّم رکھنا بڑی گھناؤنی جسارت ہے، صحیح راستہ ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے!۔

دَورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک فتنۂ غامدیت بھی ہے، مسٹر جاوید غامدی کے جو بھی نظریات ہیں وہ یقیناً اُن کے خود ساختہ ہیں، سَلَف صالحین کے ہاں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی!۔

حضرت علّامہ مفتی محمد وسیم اختر مدنی -سلّمہ الباری- تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلام کے مختلف اَدوار میں جنم لینے والے بہت سے فتنوں، مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ، باطنیہ، بہائیہ، بابیہ، وہابیہ، قادیانیہ اور منکِرینِ حدیث وغیرہم کی طرح، پاکستان میں چند برس پیشتر ایک نئے فتنے نے سر اٹھایا ہے، جو جدّت پسندی کی کوکھ سے برآمد ہوا ہے، اور اس نے اسلام کے متوازی ایک مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے،جس کا نام "فتنۂ غامدیت" ہے۔

یہ دورِ حاضر کا ایک جدّت پسند گروہ (Miderbusts) ہے،جس نے مغرب سے مرعوب ومتاثر ہوکر دینِ اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کے لیے،قرآن وحدیث کے الفاظ کے مَعانی،اور دینی اصطلاحات کے مَفاہیم بدلنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں جدّت پسندی کی آڑ میں، دینی مسلّمات میں تحریف کے فتنے کی ابتداء، دورِ جدید میں سر سیّد احمد خان علیگڑھی نے کی۔ انگریز سامراج سے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی بنیاد پر، مغربی نظریات کو مسلّمہ حقائق کا درجہ دے کر، وحی کو ان کے مطابق ڈھالنے کے لیے مَن مانی تاویلات کے شیطانی کام کی ابتداء کا سہرا انہی کے سر ہے!۔

یورپی افکار کی رُو سے ہر وہ بات جو طبعی قوانین کے خلاف ہو، انہوں نے اسے خلافِ عقل قرار دے کر رَد کر دیا، اور قدرت (نیچریت) کی برتری کا نعرہ لگایا۔ لُغتِ عربیہ کی مدد سے قرآنِ کریم کی مَن گھڑت تاویلات پیش کیں، احادیثِ کریمہ کو مشکوک قرار دیا، اور امّت کے اجتماعی مُعاملات اور طرزِ عمل کو، ائمہ و مجتہدین کے ذاتی خیالات و اجتہادات کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ نتیجے کے طور پر نیچر و لُغت کی بنیاد پر وضع کردہ اُصول کے تحت، اسلام کی جو تعبیر و تشکیلِ نَو مسلمانوں کے سامنے آئی، وہ ان کے صدیوں اجتماعی تعامُل سے یکسر بیگانہ تھی!۔

پھر ان کی پیَروی میں دو ۲ فکری سلسلوں نے اس فتنے کو پروان چڑھایا، ان میں سے ایک سلسلہ عبد اللہ چکڑالوی اور شیخ اسلم جیراج پوری سے ہوتا ہوا، غلام احمد پرویز منکرِ حدیث تک پہنچتا ہے، جو اپنے امام سر سیّد احمد خان علیگڑھی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، لُغت پرستی اور انکارِ سنّت کے حوالے سے کافی معروف ہوئے۔

دوسرے سلسلے کے جراثیم حمید الدین فراہی، اور شیخ امین احسن اصلاحی سے گزرتے ہوئے، مسٹر جاوید غامدی میں منتقل ہوئے، فہمِ سلَف سے منحرِف، متجدّد فکر، روشن خیال اور مرعوبیت زدہ طبقے میں "المورد"[1] نامی ادارہ، فسادِ علم و تحقیق سب میں پیش پیش ہے، جس کے سربراہ مسٹر جاوید غامدی ہیں۔ انہوں نے اس احتیاط کے پیش نظر کہ کہیں علماء انہیں بھی سر سیّد اور پرویز کے ساتھ منسوب نہ کر دیں، لُغتِ قرآن کے بجائے عربیِ معلّی، یعنی عربی مُحاورے کا نعرہ لگایا، اور انکارِ سنّت کا کھلم کھلا دعویٰ کرنے کے بجائے، حدیث و سنّت میں فرق کے عنوان سے اس مقصد کو پورا

(۱) جاوید غامدی کے ماتحت چلنے والا ایک ادارہ۔

کرنے کی کوشش میں لگے ہیں !!۔

یہ دونوں فکری سلسلے "فتنۂ سر سیّد" کی شاخیں اور برگ وبار ہیں، اور "نیچریت" کے نمائندہ ہیں۔ اگرچہ غلام احمد پرویز اور مسٹر غامدی کا طریقۂ واردات الگ الگ ہے، تاہم نتیجے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ دونوں تجدُد، انکارِ حدیث، اِلحاد اور گمراہی کے علمبردار ہیں۔ دونوں اِجماعِ امّت کے مخالف اور معجزات کے منکِر ہیں۔ یہ دونوں حضرات فاسد تاویلوں کے ذریعے اسلامی شریعت میں تحریف و تبدیل اور ترمیم و تنسیخ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مسٹر غامدی نے دَورِ حاضر میں تجدُد اور انکارِ حدیث کی نئی بنیاد ڈالی ہے، اور اپنے چند خود ساختہ اُصول کو تحقیق کا نام دے کر، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جسارت کی ہے !!۔

مسٹر غامدی احادیثِ صحیحہ کے انکار کے ساتھ ساتھ، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کے بھی عادی ہیں، اہلِ علم میں سے ہر وہ شخص جو اُن کی کتب کا مطالعہ کرے گا، بآسانی اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ مسٹر غامدی اپنے حلقۂ اَحباب میں بزعمِ خود "امامت" کے منصب کے قریب تر ہونے کے شیطانی فریب میں مبتلا ہیں! اور مسٹر غامدی کے نزدیک پوری امّت میں سے صرف دو ۲ ہی علماء، ان کے زعم میں ان کے ممدوح ہیں، جن کو وہ "آسمان" کا درجہ دیتے ہیں، باقی علمائے امّت کو "خاک" قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "مقامات" میں لکھتے ہیں کہ "میں نے بہت عالم دیکھے، بہتوں کو پڑھا، اور بہتوں کو سنا، لیکن امین اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کا مُعاملہ وہی ہے کہ ؏

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت خاک کو آسماں سے کیا نسبت![(۱)]

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسٹر غامدی جس اسلام کو پیش کر رہے ہیں، وہ پرویز و سرسید کا اعتزالی اسلام ہے، جس کا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام، جو حضراتِ صحابہ و تابعین و علمائے دین - رضوان اللہ تعالی علیہم أجمعین - کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اس سے دُور کا بھی کوئی تعلّق نہیں ہے!۔

عالمی سرمایہ دارانہ نظام اور استعماری طاقتوں کے عزائم کے سامنے، دینِ اسلام ہی سب سے بڑی رکاوٹ و ہَدف ہے، لہٰذا وہ ایسے اَفراد کی بھرپور حمایت اور اِعانت کرتے ہیں، جو مسلمانوں میں جدّت کے نام پر غیر اسلامی اَفکار کا جواز نکالتے ہیں، اور مسلمانوں کے اِجماعی مُعاملات کو متنازعہ کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسٹر غامدی اور ان کے مُعاصرین دیگر نام نہاد دانشوروں کو، اہلِ یورپ کی خاص مُعاونت و حمایت حاصل ہے، یورپی ممالک کے ٹکڑوں پر پلنے والے، نام نہاد اسلامی و پاکستانی میڈیا کے دروازے، ان حضرات پر کھلے رہتے ہیں؛ تاکہ یہ لوگ دین سے ہی خلافِ دین حرکات کی، جھوٹی تاویلات پیش کر کے، عام مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں! اور یہ بات اب مخفی نہیں کہ عالمی استعماری طاقتوں نے، ایک خصوصی کمیشن تشکیل دے کر کروڑوں ڈالر پر مشتمل ایک بہت بڑا فنڈ، اس مد میں مختص کر رکھا ہے، یہ کمیشن دینِ اسلام کی غلط اور مَن گھڑت تصویر پیش کرنے والوں کی حَوصلہ افزائی کرتا ہے!!۔

---

(۱) "مرثیہ مرزا غالب"۔

مسٹر غامدی اور ان کے نظریات کے بُطلان پر وہی دلائل ہیں، جو اُن کے پیش رُوسر سیّد، غلام احمد پرویز وغیرہما کے رَد میں علمائے اسلام نے پیش فرمائے، اور اس طرح کے متجدّدین کے رَد کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے، کہ ان کا پیش کردہ نظریہ اور فکر، سلَف صالحین، صحابۂ کرام وتابعین عظام -رضوان الله تعالی علیهم أجمعین- کے نظریہ اور فکر سے متصادِم و مخالف ہے، اور ہر مسلمان یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ حقیقۃً اسلام وہی ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچا، اور اس کے مخالف جو بات بھی ہے وہ سب کچھ ہو سکتی ہے، مگر اسے اسلام کا نام نہیں دیا جاسکتا!"[1]۔

"**خلاصۂ** کلام یہ ہے کہ مسٹر غامدی کے نظریات اور اس کے دین (غامدیت) کا، اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں! وہ اپنے ذاتی نظریات اور یورپی سامراجی ایجنڈے کو، اسلام کے نام پر پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ایسے نظریات کا حامل شخص بدترین معتزلہ، خوارِج، منکِرِ حدیث، قرآن میں معنوی تحریف کرنے والا، قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا، خواہش پرست، گمراہ بددِین، اور مسلمانوں کے لیے آستین کا سانپ ہے! مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسٹر غامدی اور اس کے نظریات کو ماننے والوں کا سماجی بائیکاٹ کریں، اور اس کے نظریات پر مبنی کتب اور لٹریچر سے کوسوں دُور رہیں، اور اس کے کسی بھی قسم کے پروگرام کو ہرگز نہ سنیں، اور نہ ہی اسے ٹی وی چینلز پر دیکھیں"[2]۔

---

(۱) "غامدیّت" ص۸-۱۱ ملتقطاً۔

(۲) ایضاً، ص۶۳۔

فائدہ: مزید تفصیل کے لیے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالے (۱) "أطائب الصيّب على أرض الطيّب"[۱]، (۲) "النيّر الشِّهابي على تدليس الوهابي"[۲]، حضرت علّامہ مفتی جلال الدّین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ (۳) "غیر مقلّدوں کے فریب"[۳]، علّامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر (۴) "تبیان القرآن"[۴] اور مفتی وسیم اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (۵) "غامدیت" کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

دعا

اے اللہ! تقلید وائمۂ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابود فرما، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بزرگانِ دین کے عقائد ونظریات پر پہرہ دینے کی توفیق دے، مختلف فتنوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "فتاوی رضویہ" ۲۱/۵۱۵-۵۴۵، مطبوعہ "ادارہ اہل سنت" کراچی۔

(۲) ایضًا، ۲۱/۵۴۹-۵۶۰۔

(۳) مطبوعہ بزمِ عروجِ اسلام، کراچی۔

(۴) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور۔

ردِبدعات میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کا کردار

(جمعۃ المبارک ۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۰۹/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

امام احمد رضا ...ایک ہمہ گیر شخصیت

برادرانِ اسلام! سیّدی اعلی حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان فاضل بریلي رحمہ اللہ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، آپ قدس سرہٗ کی علمی ودینی خدمات سے عرب وعجم خوب آگاہ اور معترِف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ہمہ گیر شخصیت ہر زاویے سے بے نظیر وبے مثال ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدِّد، مفسّر، محدِّث، مؤرِّخ، مفتی اور فقیہ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ قرآن، حدیث اور فقہِ اسلامی سمیت پچاس ۵۰ سے زائد قدیم وجدید علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ فلسفہ وسائنس، ریاضی وجغرافیہ، علمِ توقیت وجَفر، اور بلاغت ومنطق وغیرہ کے موضوعات پر، آپ کی شاندار اور ناقابلِ تردید دلائل سے مزیّن تصانیف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ کی اہمیت واِفادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کہ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کو، سو ۱۰۰ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوُجود، امّتِ مسلمہ آج بھی اُن کے فیوض وبرکات سے مستفید ہورہی ہے، اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی عظیم اور نابغۂ روزگار شخصیت ہیں، جن پر دنیا بھر کے تقریبًا دو ۲ درجن سے زائد لوگ ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف یونیورسٹیز (Universities) میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایم،فِل (M.PHIL) اور پی، ایچ،ڈی(P.H.D) کررہے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر، اس کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو! آپ قدس سرّہٗ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیروی، اور سنّتِ مصطفی کی ترویج واِشاعت میں بسر کی، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں ہر سُو، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کرسکتے، ع

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو!

قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو![1]

---

(۱) منقبت درشانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از خلیفۂ اعلیٰ حضرت سفیرِ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مروّجہ اُمورِ بدعات وخُرافات کا اِبطال

عزیزانِ محترم! امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ دِینیہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ، اپنے زمانے میں مروّجہ بدعات وخُرافات کا بھی بھرپور رَدّ واِبطال فرمایا، اور مسلمانوں کو ان بدعات وخُرافات سے دُور رہنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں متعدّد کتب ورسائل تصنیف کرنے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں فتاویٰ بھی تحریر فرمائے، لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ جس امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی، تحفظِ ناموس رسالت اور عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پہرہ دیتے، اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کرتے گزار دی، آج اُنہی پر شرک وبدعت اور فروغِ منکَرات جیسے بے سروپا نازیبا الزامات لگاکر، اُمّتِ مسلمہ کو اس بحرِ علم سے تِشنہ لب رکھنے، اور بدگمان کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے!!۔

بے دینوں اور بدمذہبوں کا رَدِ بلیغ

حضراتِ گرامی قدر! سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر ہر محاذ پر، دلائلِ باہرہ اور براہینِ قاطعہ کے ساتھ، جس محققانہ انداز میں، دشمنانِ صحابۂ کرام، منکرینِ اہلِ بیت اَطہار، اور مُعاندینِ اولیاء اللہ کی علمی وتحقیقی گرفت فرمائی، وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ جن بے دینوں اور بدمذہبوں کا آپ نے رَدِ بلیغ فرمایا، انہیں جب آپ قدس سرہٗ کے عقائد ونظریات، اقوال واَفعال اور تحریروں میں کوئی قابلِ گرفت چیز نظر نہ آئی، تو انھوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفات کو ہدَفِ تنقید بنا کر، طعن وتشنیع اور جھوٹے الزامات کا غیر مہذّبانہ اور غیر منصفانہ سلسلہ شروع کردیا، ؏

تیرے اَعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں　　　بے حیا کرتے ہیں کیوں شور بپا تیرے بعد!

ایک علمی خیانت

حضراتِ ذی وقار! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ بعض فاسق وفاجر پیر اور اُن کے جاہل مریدین، علمِ دین سے دُوری کے باعث آج بزرگانِ دین کے مزارات پر چرس، بھنگ اور ڈھول تماشے کا اہتمام کرتے ہیں، محافلِ رقص وسرود اور سجدۂ تعظیمی جیسی بے ہودہ خُرافات ومنکَرات کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ خالصۃً ان کا ذاتی فعل اور بدعملی ہے، جو شرعًا ناجائز، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، مسلکِ حق اہلِ سنّت وجماعت، یا امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اُن فسّاق وجہّال سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن وحدیث اور ہمارے بزرگوں کی ہزاروں کتب، اِن اُمور کی حرمت وبُرائی پر شاہدِ عدل ہیں، لیکن اس کے باوُجود بعض لوگ ان خُرافات کو مسلکِ اہل سنّت وجماعت کے کھاتے میں ڈال کر، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر تنقید کے نشتر چلاتے، اور سادہ لَوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، یہ سراسر بہت بڑی علمی خیانت ہے، جو کسی بھی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتی!۔

سجدۂ تعظیمی کے بارے میں امام احمد رضا کا نظریہ

حضراتِ محترم! سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعبہ ہائے دین کی مختلف جہتوں پر کام کیا، ان جہتوں میں سے ایک "ردِ بدعات ومنکَرات" بھی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قلمِ برق بار سے ان کی ایسی بیخ کَنی فرمائی کہ عقائد واعمال پر چھا جانے والی کالی گھٹا چھٹتی چلی گئی، امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں بھی پیروں کی تعظیم میں غُلو کرنے والی مختلف بدعات وخُرافات عُروج پر تھیں، ان میں سے ایک بدعت سجدۂ تعظیمی کی تھی، آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے رَد میں "الزُّبدة الزَّكية لتحريم سُجود التحيّة"[1] کے نام سے باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، جس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، چالیس ۴۰ اَحادیثِ مبارکہ اور تقریباً ڈیڑھ سو۱۵۰ فقہی نُصوص سے ثابت کیا، کہ "عبادت کی نیّت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر و شرک ہے، اور تعظیم کی نیّت سے ہو تو بھی حرام ہے"۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی بھی پیر و مرشد کے لیے سجدۂ تعظیمی سے متعلق، ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ حضرت -عزّتْ جلالُہ- کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اِجماعاً شرکِ مہین وکفرِ مبین ہے، اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) بھی حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین ہے!"[2]۔

سجدۂ تعظیمی حرام وگناہِ کبیرہ ہے

ایک اَور مقام پر مزید ارشاد فرمایا: "غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے، سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نُصوصِ فقہیّہ سے اس کی حُرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحریم پر چالیس ۴۰ حدیثیں روایت کیں، اور نُصوصِ فقہیہ کی گنتی نہیں۔ "فتاوی عزیزیہ" میں ہے کہ اس کی حرمت پر اِجماعِ واتفاقِ اُمّت ہے"[3]۔

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، ۱۵/۴۹۵-۵۷۳۔

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" ۱۵/۴۹۸۔

(۳) ایضاً، غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک... الخ، ۱۵/۴۹۱۔

مزاراتِ اولیاء کا طواف

حضراتِ گرامی قدر! تعظیم کی نیّت سے مزاراتِ اولیاء کا طواف کرنا، یا انہیں بوسہ دینا بھی ممنوع ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بھی نشاندہی فرمائی اور اس کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مزار کا طواف جو محض بہ نیّتِ تعظیم کیا جائے، ناجائز ہے؛ کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علماء اس میں مختلف ہیں، اور بہتر بچنا ہے، اور اسی میں ادب زیادہ ہے!"[(۱)]۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب

اسی طرح بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "خبردار (روضۂ انور کی) جالی شریف کو بوسہ دینے، یا ہاتھ لگانے سے بچو؛ کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ (جالی شریف سے) چار ۴ ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا! اپنے مُواجہۂ اَقدس میں جگہ بخشی!"[(۲)]۔

ایک اَور مقام پر مزید ارشاد فرمایا کہ "روضۂ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو! رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی تعظیم ان کی اِطاعت میں ہے"[(۳)]۔

مزارات پر بلا ضرورت چادریں چڑھانا

عزیزانِ محترم! مزاراتِ اولیاء پر وُقوع پذیر ہونے والی مختلف بدعتوں میں

---

(۱) ایضاً، کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۳۳۱۔

(۲) ایضاً، کتاب الحج، رسالہ "انوَر البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ" ۸/۶۰۲۔

(۳) ایضاً، ۸/۶۰۴۔

سے، بلاضرورت تہ بہ تہ چڑھائی جانے والی چادریں بھی ہیں، اس کی سختی سے ممانعت کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب چادر موجود ہو اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو، تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام (مال) اس میں صرف کریں، ولی اللہ کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کے لیے کسی محتاج کو دے دیں"[1]۔

فرضی مزار بنانا

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بعض بے روزگار لوگوں نے پیری فقیری کو بطورِ دھندہ بنا رکھا ہے، انہیں نماز روزہ اور دیگر اَحکامِ شریعت سے کوئی سروکار نہیں، ان کا اوّلین مقصد صرف مال بنانا ہے۔ لہذا اس مقصد کے پیشِ نظر ان جعلی اور ڈبہ پیروں نے، کسی بھی ولی اللہ کا فرضی مزار بنا کر اس پر چادر وغیرہ چڑھانے، اس پر فاتحہ پڑھنے، اور اس جگہ کا اصل مزار جیسا ادب ولحاظ کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، کچھ ہی عرصہ میں وہاں مصیبت کے مارے، اور حقیقتِ حال سے ناواقف لوگوں کی آمد ورَفت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، نذر ونیاز کے نام پر "چندہ بکس" لگا دیا جاتا ہے، اور یوں بیٹھے بٹھائے اچھا خاصا بزنس (Business) چل پڑتا ہے۔ علماء وعوامِ اہلِ سنّت کو ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنی ہوگی!؛ تاکہ مُعاشرے کے ان ناسُوروں کے سبب کسی کو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم، یا ان کے مزارات پر حرف گیری کا موقع نہ مل سکے!۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ساری حیاتِ مبارکہ ایسی ہی بدعات وخُرافات کے خلاف قلمی جہاد کرتے گزری، فرضی مزارات کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے

---

(۱) "اَحکامِ شریعت" حصّہ اوّل، مزاراتِ اولیاء، ص۸۹۔

ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ "فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسا مُعاملہ کرنا، ناجائز و بدعت ہے!"(۱)۔

عورتوں کی مزارات پر حاضری

عزیزانِ مَن! آج کل مزارات پر مَردوں کی بہ نسبت بے پردہ عورتوں کا بڑا اِزدِحام رہتا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی کم عقلی اور ضروری دینی علوم سے عدم آگاہی کے باعث، مزارات پر غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں، انہیں چاہیے کہ بلا ضرورتِ شرعی اپنے گھر سے بغیر محرم کے ہرگز باہر نہ نکلیں، اور اَحکامِ شریعت کی مکمل پاسداری کو یقینی بنائیں۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مخالفین، عورتوں کی مزارات پر حاضری کا الزام بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سر تھوپتے ہیں، حالانکہ امامِ اہلِ سنّت عورتوں کی مزارات پر حاضری کے ہرگز قائل نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے آپ سے اس سلسلہ میں حکمِ شرعی دریافت کیا، تو جواباً امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے؟ اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے؟ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے، اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں!"(۲)۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۲۵۲/۷۔

(۲) "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" عورتوں کا مزارات پر جانا، حصّہ دُوم ۲، صـ۱۰۷۔

پردے کے بارے میں پیر اور غیر پیر کا حکم

پیروں فقیروں کے پاس بے پردہ چلی جانے والی عورتوں کو، امامِ اہلِ سنّت نے پردے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "پردہ کے باب میں پیر اور غیرِ پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے، جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے!"[۱]۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر مزید فرمایا کہ "جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ، یا گلے، یا کلائی، یا پیٹ، یا پنڈلی کا کوئی جزء، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے، چاہے وہ پیر ہو یا عالم!"[۲]۔

بلاضرورت قبرستان میں چراغ یا اگر بتی جلانا

حضراتِ گرامی قدر! آج کل قبرستان میں اپنے پیاروں کی قُبور پر چراغ، موم بتی یا اگر بتی وغیرہ جلانا ایک معمول بن گیا ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے مُردے کو تسکین ہوتی ہے، اور اس کی قبر روشن ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہالت اور بدعت ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، (اور) یہ سب اس صورت میں ہے کہ (جب چراغ جلانا) بالکل فائدے سے خالی ہو"[۳]۔

قبروں کے سرہانے چراغ جلانا کیسا؟

اسی سوال کے جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ضعیفُ الاعتقادی کے تابوت میں کیل ٹھوکتے ہوئے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس طرح یہاں جُہال

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، ۱۵/۳۳۰۔
(۲) ایضاً، ۱۵/۳۴۳۔
(۳) ایضاً، کتاب الجنائز، باب اَحوالِ قُربِ موت، رسالہ "بریق المنار" ۷/۳۰۳۔

میں رَواج ہے کہ مُردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں، جسے عوام لحد کہتے ہیں، وہاں چالیس ۴۰ رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں، کہ چالیس ۴۰ شب رُوح لحد پر آتی ہے، اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یونہی اگر وہاں جُہال میں رَواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں، اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟! اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بے شک اس خیال سے جلانا، فقط اِسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی؛ کہ قبر کے اندر اِن چراغوں سے رَوشنی واَموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا!"[1]۔

فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت

عزیزانِ مَن! چودہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کے عقائد واعمال کو داغدار کرنے والی خُرافات اور اُمورِ بدعات کی بیخ کنی کا سہرا، بلا شک وشبہ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قلم کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ کے عقائد ونظریات کی، نہ صرف حفاظت کی بلکہ انہیں ضعیفُ الاعتقادی کے دَلدَل سے باہر بھی نکالا، جسے اس بات میں ذرا سا بھی شک ہو، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرۂ آفاق کتب "فتاویٰ رضویہ"، ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" اور "اَحکامِ شریعت" وغیرہ کا مطالعہ کرے، ان شاء اللہ عزّوجلّ تمام شکوک وشبہات رفع دفع ہو جائیں گے!۔

---

(۱) ایضاً، ۷/۳۱۱۔

ہر ایک اپنے عمل کا ذمّہ دار خود ہے

حضراتِ ذی وقار! فاضل بریلوی قدّس سرّہٗ برصغیر کے نامور فقیہ عبقری عالمِ دین، اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے پاسبان ہیں، ان کے ساتھ ساتھ وہ برصغیر کی واضح مسلم اکثریت کے مُسلّمہ پیشوا اور قائد بھی ہیں، اس لیے ان کے بارے میں عامیانہ زبان اور سُوقیانہ طرزِ کلام ترک کر دیا جائے، اختلافات کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی عظیم علمی شخصیت کا احترام بھی چھوڑ دیں۔ ان کے متعلق رائے زنی کرنے والے بیشتر علماء کے پاس اتنا علم بھی نہیں جسے وہ پیمانہ بناکر فاضل بریلوی کا علم وفضل ماپ سکیں! اس کے علاوہ تبلیغِ دین کا منفی انداز چھوڑ کر مثبت طریقہ اختیار کیا جائے، شدّت، دُرُشتی، بدمزاجی اور کفر وشرک کے فتووں کو تبلیغ کی اَساس بنانے کے بجائے، محبت، نرمی ایک دوسرے کے احترام، اور آشتی کو مدارِ تبلیغ بنا کر ہم زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر انفرادی یا اجتماعی طور پر کچھ لوگ اور ادارے، بعض غیر شرعی اُمور میں مبتلا ہیں، تو ان کی ذمّہ داری یا الزام فاضل بریلوی کے کھاتے میں ڈالنے کے بجائے، انھی لوگوں پر ڈالا جائے جو ایسی باتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں!"(۱)۔

علمائے اہلِ سنّت کی ذمہ داری

میرے محترم بھائیو! "ذمہ دار اور جیّد سُنّی علماء کا فریضہ ہے، کہ وہ بھی ایسے لوگوں سے اعلانیہ براءَت کا اظہار کریں، ہر مولوی اور خانقاہی گدی نشین، علم وفضل میں نہ احمد رضا خاں ہے، اور نہ اسے یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ نئے نئے مسائل پیدا کر کے، مسلکِ اہلِ سنّت کی بدنامی وسبکی کا باعث بنے! ہر مُعاملے میں مدار ومعیار

(۱) "فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت" "پس چہ باید کرد، ص۴۵-۴۶

صرف و صرف کتاب و سنّت کو بنایا جائے! ہر چھوٹی بڑی شخصیت کو اسی واحد کسوٹی پر پرکھا جائے!۔

ہماری گزارش صرف اسی قدر ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علم و فضل اور عمل و عقیدے کے اعتبار سے، کتاب و سنّت کے بہت بڑے عاشق، شیدائی اور عامل تھے، ہم نہ شخصیت پرست ہیں، نہ حق کو شخصیات میں منحصر ماننے کے غیر شرعی اُصول کے قائل ہیں، ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں!۔ ہم تو صرف اس مظلوم اور کُشتۂ اَغیار (غیروں کے ہاتھوں تختۂ مشق بنائی گئی) شخصیت کے بارے میں، اہلِ علم سے انصاف و دیانت کے طلبگار ہیں! جس نے پوری زندگی کتاب و سنّت کی حفاظت اور ان کی نشر و اِشاعت میں گزاری، ضعیفُ الاعتقاد بے عمل متصوفین، جُہلاء اور عوام کی کم علمی سے فائدہ اٹھا کر، جھوٹی پیری مریدی کی دکانیں چمکانے والے، غیر متشرع لوگوں کا سہارا لے کر، برصغیر کی اس عبقری شخصیت کو بدنام کرنے کا باسی حربہ اور کاروبار، اب ختم ہونا چاہیے!!"[1]۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت

امام احمد رضا خان قدس سرہٗ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالَم ﷺ کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال"[2]۔

---

(۱) ایضاً، ص۴۶۔

(۲) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ (سوم ۳)، تصوّف و طریقت، ۱۷/۱۰۶۔

بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام اور شرائط و ضوابط

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام اور شرائط وضوابط ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، دو ۲ قسم ہے: **قسمِ اوّل:** شیخِ اتّصال یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ، حضور پرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متّصل ہوجائے، اس کے لیے چار ۴ شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصالِ صحیح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو؛ کہ منقطع کے ذریعہ سے اتّصال ناممکن ہے۔

(۲) شیخ سنّی العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک۔

(۳) عالِم ہو۔ **اقول:** علمِ فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی، اور لازم کہ عقائدِ اہلِ سنّت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف (جاننے والا) ہو، ورنہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہوجائے گا!۔

(۴) فاسقِ مُعلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والا) نہ ہو۔ **اقول:** اس شرط پر حصولِ اتّصال کا توقّف نہیں؛ کہ مجرّد فسق باعثِ فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازِم ہے، اور فاسِق کی توہین واجب ہے، دونوں کا اجتماع باطل ہے!۔

قسمِ دُوم ۲: شیخِ اِیصال کہ شرائطِ مذکورہ کے ساتھ ساتھ مَفاسِدِ نفس ومَکائدِ شیطان (شیطان کی مکاریوں) ومَصائدِ ہَوا (خواہشاتِ نفس کے حملوں) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا ہو، اور اپنے متوسّل پر شفقتِ تامّہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطّلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے، نہ

محض سالک ہو، نہ نِرا مجذوب۔

بیعت کی مزید اقسام

پھر بیعت بھی دو۲ قسم ہے:

اوّل: بیعتِ برکت، کہ صرف تبرک کے لیے داخلِ سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اَغراضِ فاسدہ کے لیے ہوتی ہے، وہ خارج اَز بحث ہے۔ اس بیعت کے لیے شیخِ اتّصال (جو شرائطِ اربعہ کا جامع ہو) بَس ہے۔

دُوم۲: بیعتِ ارادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر، اپنے آپ کو شیخ مرشِد، ہادیٔ برحق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرّف جانے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اِس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض اَحکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں، تو انہیں اَفعالِ خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہو کر رہے، یہ بیعتِ سالکین ہے"[1]۔

غیرِ عالم کا وعظ وبیان کرنا یا سننا!

جاہل واعظین وذاکرین کی مجالس میں شرکت کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت فرماتے ہیں کہ "اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل ونا عاقل وبے باک

(۱) "فتاوی افریقہ" صـ۱۲۳-۱۲۶، ملتقطاً۔

وناقابل ہوتے ہیں، مبلغِ علم کچھ اَشعار خوانی، یا بے سر وپا کہانی، یا تفسیرِ مصنوع یا تحدیثِ موضوع، نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ! غایتِ مقصود پسندِ عوام اور نہایتِ مراد جمعِ حطام۔ یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطِلین جاہلین سے، جو رسائل پڑھیں تو جہّال مغرور کے، اَشعار گائیں تو شعراءِ بے شعور کے، انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام، اور نعت ومنقبت کا نام بدنام! جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد مجمعِ اَثام۔ آج کل اکثر مَواعظ و مجالسِ عوام کا یہی حال پُر ملال، فإنّا لله وإنّا إليه راجعون!"[(۱)]۔

وعظ کہنا عالم کا منصب ہے، جاہل کو اجازت نہیں

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص اسلام وایمان وشرع شریف کے اَحکام جانتا ہے، اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیتِ مبارکہ کے وسیلے سے: ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ کر سکتا ہے یا نہیں؟" آپ نے جواب لکھا کہ "اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے، اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، وہ جتنا سنوارے گا، اس سے زیادہ بگاڑے گا!"[(۲)]۔

دعوتِ میّت

جب کسی گھر میں میّت ہو جائے، اور وہاں پہلے دن سے تیسرے روز تک، کھانا وغیرہ ان گھر والوں کی طرف سے، اس اہتمام سے ہو جیسے شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے، بسا اوقات ہاتھ میں مال نہ ہونے کی صورت میں، قرض لے کر یہ سب

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ "مُرُوج النَجا" ۱۵/۳۶۲، ۳۶۳۔

(۲) ایضاً، وعظ کہنا عالم کا منصب... الخ، ۱۶/۱۸۹، ۱۹۰۔

اہتمام کیا جاتا ہے، اگر بلاسُود قرض نہ ملے تو سُودی قرض بھی لے لیا جاتا ہے۔ اس بارے میں امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا کہ "سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے" جائز ہے یا کیا؟" یوں پوچھو کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے؟!"[۱]۔

ماتم اور تعزیہ داری

مروّجہ تعزیہ داری کے بارے میں فرمایا کہ "تعزیہ جس طرح رائج ہے، ضرور بدعتِ شنیعہ ہے...، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا، اس کی منّتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا ...وغیرہ وغیرہ بدعاتِ کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں، اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے، یہ ضرور حرام ہے!۔

مرثیہ خوانی

اکثر روافض کے مرثیے تبرّا پر مشتمل ہوتے ہیں، اگرچہ جاہل نہ سمجھیں، اور نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں، خلافِ شرع کلمات، اہلِ بیتِ طہارت کی (معاذاللہ) نہایت ذلّت کے ساتھ بیان، اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس نے حلال کیے؟! حدیث میں ہے: «نَهى رَسُولُ الله ﷺ عَنِ المْرَاثِي»[۲] "رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا"[۳]۔

---

(۱) ایضاً، کتاب الجنائز، رسالہ "جلي الصوت" ۷/۴۳۹۔

(۲) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في البكاء عن الميّت، ر: ١٥٩٢، صـ٢٦٦.

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، تعزیہ داری اور بدعات کا بیان، ۱۶/۶۴۵، ملتقطاً۔

شادیوں اور شبِ براءت میں آتش بازی حرام ہے

شادی بیاہ اور شبِ براءَت میں ہونے والی آتش بازی، اور دیگر رسموں کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا کہ "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شبِ براءَت میں رائج ہے، بے شک حرام اور پورا جُرم ہے؛ کہ اس میں تضییعِ مال ہے...، اسی طرح یہ گانے بجانے کہ جوانِ بلاد میں معمول ورائج ہیں، بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں...، جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں!"[1]۔

نیاز لنگر وغیرہ لُٹانا

چھتوں وغیرہ سے روٹیاں اور بسکٹ وغیرہ پھینکنے، اور انہیں لُوٹنے والوں کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت فرماتے ہیں کہ "یہ خیرات نہیں، شرور وسیئات ہے! نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے، بلکہ ناموَری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے! رزق کی بے ادبی اور ضائع کرنا گناہ ہے!"[2]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فیوض وبرکات سے مالامال فرما، ہمیں بدعات وخُرافات سے بچنے اور کتاب وسنّت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بزرگانِ دین کے عقائد ونظریات پر پہرہ دینے کی توفیق دے، مختلف فتنوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) ایضًا، رسالہ "هادي الناس" ۱۶/۸۸، ۸۹، ملتقطاً۔

(۲) "اَحکامِ شریعت" حصہ اوّل، خیرات کا ناجائز طریقہ، ص۱۳۲۔

تحفظِ ناموسِ رسالت اور امام احمد رضا

(جمعۃ المبارک ۲۸ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۱۶/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

امام احمد رضا خان ... مُحافظِ ناموسِ رسالت

برادرانِ اسلام! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی ودینی خدمات کا دائرۂ کار، دنیائے عجم سے دنیائے عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر شخصیت کئی زاویوں سے بےنظیر وبے مثال ہے۔ آپ قدّس سرّہ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیَروی اور سنّتِ مصطفی ﷺ کی ترویج واِشاعت میں بسر کی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدّد، مفسّر، محدِّث، فقیہ اور مُحافظِ ناموس رسالت ﷺ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی سمیت پچاس ۵۰ سے زائد قدیم وجدید علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "عقیدۂ ختمِ نبوّت" سمیت اسلام مخالف ہر فتنے کے خلاف علَمِ جہاد بلند فرمایا۔

جہاں ایک طرف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قلمی محاذ پر یہود، نصاریٰ اور ہندوؤں کے خلاف برسرِپیکار رہے، وہیں دوسری طرف اَغیار کے آلۂ کار، جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے سامنے ڈھال بن کر، اُمّتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ناموس پر پہرہ دیا، اور قادیانیوں بد مذہبوں سمیت ہر گستاخِ رسول کی علمی و تحقیقی میدان میں سرکوبی فرمائی۔ بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ برِّصغیر پاک وہند کے وہ واحد عالمِ دین ہیں، جنہوں نے بیک وقت بیسیوں محاذ پر اسلام کا دفاع کیا، اور زندگی بھر حُبِ جاہ اور حُبِ دنیا سے بے نیاز ہوکر، خالصاً لوجہِ اللہ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل رہے۔

عزیزانِ محترم! ماہرِ رضویات حضرت سیّد وجاہت رسول صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تحفظِ ناموسِ رسالت" کے بارے میں، امامِ اہلِ سنّت کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "برِّصغیر پاک وہند کے علمائے مرشدین میں امام احمد رضا وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کو صرف کافر ہی نہیں قرار دیا، بلکہ اسے "مرتَد منافق" بھی کہا ہے، اور اپنے فتاویٰ میں اسے اس کے اصلی نام کے بجائے غلام قادیانی کے نام سے ذکر کیا ہے۔ "مرتَد منافق" وہ شخص ہے جو کلمۂ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوُجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، یا کسی اَور نبی یا رسول کی توہین کرتا ہے، یا ضروریاتِ دین میں سے کسی شَے کا منکِر ہے، اس کے اَحکام عام کافر سے سخت تر ہیں"[1]۔

---

(۱) "امام احمد رضا اور تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوّت" ص۸،۷، ملتقطاً۔

امام احمد رضا کا عشقِ رسول

حضراتِ ذی وقار! امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبردست سچے عاشقِ رسول اور مجاہدِ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینے میں عشقِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اللہ ورسول کی محبت سے لبریز اور سرشار تھا، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزّت وناموس کے مُنافی کوئی گستاخانہ عبارت دیکھ لیتے، تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی، سچے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تقاضوں کے پیشِ نظر گستاخانِ رسول کا سختی سے رَدّ فرماتے، اور اس کے جواب میں جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ذاتی حملے ہوتے، آپ کو برا کہا جاتا، تو اس پر اظہارِ تشکُّر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ "ان شاء اللہ العزیز! ذاتی حملوں پر کبھی اِلتفات نہ ہوگا! سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزّتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔ میں تو خوش ہوں کہ (گستاخانِ رسول) جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی، منقصت جُوئی سے غافل رہتے ہیں۔ میں لکھ کر چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں، کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں "عزّتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے لیے سپر (ڈھال) رہیں"[۱] ؏

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں![۲]

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرۃ، رسالہ "اَبحاثِ اخیرہ" ۲۰/۶۰۴، مختصراً۔

(۲) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، ص۱۰۹۔

توہینِ رسالت پر مبنی ایک پرچے کا حکمِ شرعی

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کیف ومستی سے اس قدر سرشار رہتے، کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر وہ بات ناگوار رہتی جس سے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کا، کوئی ادنیٰ پہلو بھی نکلتا ہو، یا اس میں بے ادبی کا کوئی ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو!۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں توہینِ رسالت پر مبنی ایک امتحانی پرچے سے متعلّق حکمِ شرعی دریافت کیا گیا، تو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رُوح تڑپ اٹھی، سختی سے اس کا رَد کرتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا کہ "ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں، جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتّب کیا وہ کافر مرتَد ہے، جس جس نے اس پر نظرِ ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتَد ہے، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتَد ہے، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اسے ہلکا جانا، یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر مرتَد ہیں، بالغ ہوں چاہے نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص (چُونکہ مُرتَد ہو چکا ہے، لہٰذا اس) سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، مَیل جول حرام، نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عِیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اُٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے قبرِستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹّی دینا حرام، اِس پر فاتحہ خوانی حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر قاطعِ اسلام ہے...الخ۔

یہ اَحکام ان سب کے لیے عام ہیں، اور جو جو اِن میں سے نکاح کیے ہوئے ہوں، ان سب کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام وزِنائے خالص ہوگی، اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولَد الزنا ہوگی، عورتوں کو شرعًا اختیار ہے کہ عدّت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں"[۱]۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت ضروریاتِ دین سے ہے

حضراتِ گرامی قدر! "حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ عزّوجلّ نے سلسلۂ نبوّت حضور پر ختم کردیا، کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیّبہ یا اس کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں یا حضور کے بعد، کسی کو نبوّت ملنا مانے، یا جائز جانے، وہ کافر ہے"[۲]۔

لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض نام نہاد بدبخت مولویوں نے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بارے میں اپنی جہالت کا اظہار کرتے ہوئے لکھ مارا کہ "بالفرض آپ کے زمانے میں بھی، کہیں اَور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"[۳]۔ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"[۴]۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب السِیَر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتد ہے"، ۱۱/۵۴، ۵۵، ملتقطاً۔

(۲) "بہارِ شریعت" "عقائد متعلّقۂ نبوّت، حصّہ ۱، ۱/۶۳، ملخصًا۔

(۳) "تحذیر الناس" "آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا حقیقی مفہوم... الخ، ص۱۸۔

(۴) ایضًا، روایتِ حضرت عبد اللہ بن عبّاس کی تحقیق، ص۳۴۔

انہی تحریروں کو بنیاد بناکر مرزاغلام قادیانی ملعون نے، خود اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرڈالا، جس سے برِّ صغیر پاک وہند کے مسلمان اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوئے۔ اس سلسلہ میں جب امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان قدّس سرّہ سے رجوع کیا گیا، توآپ نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دیتے ہوئے فرمایا:

"حضور پُرنور خاتم النبیین سیّد المرسلین -صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وعلیہم اجمعین- کا خاتم، یعنی دنیا میں تشریف لانے میں آخرِ جمیع انبیاء ومرسلین بلاتاویل وبلاتخصیص ہوناضروریاتِ دین سے ہے، جواس کا منکِر ہو، یااس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، وہ کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] "ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[2] کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلَفاً وخلَفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے، کہ حضورِ اقدس ﷺ بلاتخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور ﷺ کے ساتھ یا حضور کے بعد، قیامِ قیامت تک کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[3]۔

(۱) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.

(۲) "صحیح البخاري" کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بني إسرائیل، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢. و"صحیح مسلم" کتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الأوّل فالأوّل، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرة، رسالہ "المبین ختم النبیّین" ۲۲/۲۵، ملخصًا۔

گستاخِ رسول واجب القتل ہے

حضراتِ گرامی قدر! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی مبارک شان میں گستاخی کی ناپاک جسارت کرنے والا، شرعی طور پر واجب القتل ہے[۱]۔ مُحافظِ ناموسِ رسالت ﷺ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "شفا شریف"[۲] کے حوالے سے، گستاخِ رسول ﷺ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اِجماع واتفاقِ اُمت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور اس پر عذابِ الٰہی کی وعید جاری ہے، اور اُمّت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے، اور جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا"[۳]۔

اسی مقام پر "وجیزِ امام کردری"[۴] کے حوالے سے علمائے اُمّت کا اِجماع واتفاق بیان کرتے ہوئے مزید اِرشاد فرمایا کہ "جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعدِ توبہ بھی اسے قتل کی سزا دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی مُعافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے اُمّت کا اِجماع و اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے"[۵]۔

---

(۱) مگر شرعًا یہ اختیار صرف حکومتِ وقت کا ہے، کسی عام شخص کو اس بات کا اختیار ہرگز نہیں، کہ وہ لوگوں پر حُدود وغیرہ نافذ کرسکے!۔

(۲) "الشفا" القسم ٤ في تصرّف وُجوه ...إلخ، الباب ١، الجزء ٢، صـ١٣٤ .

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب السِیر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتَد ہے، ۱۱/۵۵، مختصراً۔

(٤) "الفتاوى البزّازية" كتاب ألفاظ ...، الفصل ٢، النوع ١، ٦/ ٣٢١، ٣٢٢ .

(۵) "فتاوی رضویہ" "کتاب السِیر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتَد ہے، ۱۱/۵۵، ۵۶، مختصراً۔

حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہر فرض سے مقدّم ہے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ کے حبیب اور اس کے خلیفۂ اعظم ہیں، ان سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رکنِ ایمان، اور ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدّم ہے، جب تک کسی انسان کے دل میں نبئ کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر، اس کے اپنے ماں باپ، اولاد، جان ومال اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہوجائے، آدمی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا!۔

اللہ عزّوجلّ کی طرف سے بعثتِ نبوی کا ایک مقصد، حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر بھی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۙ‏ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ﴾[1] "یقیناً ہم نے تمہیں شاہد (حاضر وناظر) بھیجا، اور خوشی اور ڈر سناتا ہوا؛ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو!"۔

جو شخص رسولِ اکرم ﷺ کی عزّت وناموس کی پاسداری نہ کرے، بلکہ گستاخی وبے ادبی کا مُظاہرہ کرے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، لیکن چودہویں صدی ہجری میں مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جھوٹے دعوئ نبوّت کے بعد یہ سلسلہ ایک فتنے کی صورت اختیار کر گیا، اس کی شدّت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، ایسی نازک صورتحال میں امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کردار بھی ناقابلِ فراموش ہے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس منحوس فتنے کے خلاف نہ صرف بروقت عملی اِقدامات کیے، بلکہ متعدّد فتاوی ورسائل تحریر فرماکر، دنیائے قادیانیت کے ایوانِ کفر وارتداد میں زلزلے بھی برپا کیے۔ مرزا غلام قادیانی

(۱) پ۲٦، الفتح: ۸، ۹.

اور دیگر منکرینِ ختمِ نبوّت کے رَدو اِبطال میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو مستقل رسائل تصنیف کیے ہیں، اُن کے نام یہ ہیں:

(۱) "جزاءُ الله عدوَّه بإبائِه ختمَ النبوّة"[۱]. امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ رسالہ سن ۱۳۱۷ھ میں تصنیف فرمایا، جو عقیدۂ ختمِ نبوّت پر ۱۲۰ احادیثِ مبارکہ، اور منکِرین کی تکفیر پر جلیل القدر علمائے اُمّت کی تیس ۳۰ تصریحات پر مشتمل ہے۔

(۲) "السُّوءُ والعِقاب على المسيح الكذّاب"[۲]. یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں سپردِ قرطاس ہوا، اس رسالے میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس ۱۰ وُجوہ سے مرزا غلام قادیانی کا کفر ثابت کیا، اور یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ کسی بھی ایسے شخص کے نکاح میں رہنے والی سُنّی مسلمان عورت، جس کا شوہر قادیانی ہو جائے اور توبہ کر کے مسلمان نہ ہو، تو اس کا نکاح باطل ہو گیا، لہٰذا اب وہ اپنے کافر مرتَد شوہر سے فوراً علیحدہ ہو جائے!۔

(۳) "قهر الديّان على مرتَد بقاديان"[۳]. امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں تصنیف فرمایا، اس میں مرزا غلام قادیانی جھوٹے کذّاب کے شیطانی اِلہامات، اور اس کی کتب میں موجود کفریہ اَقوال کی نشاندہی سمیت، سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدۂ ماجدہ سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی، طہارت اور اُن کی عظمت کے گوشے اُجاگر کیے۔

(٤) "المبين ختم النبيّين"[٤]. یہ رسالہ ۱۳۲۶ھ میں تصنیف ہوا، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس رسالہ میں دلائلِ کثیرہ سے ثابت کیا ہے، کہ لفظ

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الردّ والمناظرۃ، ۲۲/۹۱-۱۶۴۔

(۲) ایضاً، ۲۲/۴۳-۵۸۔

(۳) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الردّ والمناظرۃ، ۲۲/۶۱-۷۲۔

(۴) ایضاً، ۲۲/۲۳-۴۰۔

"خاتم النبيّين" میں "النّبيين" پر جو "الف لام" ہے، وہ لامِ استغراق ہے اور اس کا منکِر کافر ہے۔

(۵) "الجراز الدياني على المرتَدّ القادياني"(۱). یہ رسالہ ۳ محرّم الحرام ۱۳۴۰ھ میں لکھا گیا، بنیادی طور پر یہ رسالہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات کی بحث سے متعلّق ہے، لیکن ضمناً اس میں بھی قادیانیوں کا رَد کیا گیا ہے؛ کیونکہ عام طور پر یہ بحث انہیں لوگوں کی طرف سے چھیڑی جاتی ہے۔

حضراتِ ذی وقار! ناموسِ رسالت کے تحفظ اور منکِرینِ ختمِ نبوّت کے رَد میں، سیّدی اعلیٰ حضرت بڑے سرگرم، مستعد اور متحرِک وفعّال رہے، اس سلسلہ میں امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کی خدمات اس قدر زیادہ اور قابلِ ستائش ہیں، کہ انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا! جب جب کسی گستاخِ رسول نے ناموسِ رسالت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی، تب تب امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کے قلمِ سیّال نے جنبش فرمائی، اور بدبختوں پر بجلیاں گراتے ہوئے ایسی کاری ضرب لگائی کہ پرَ خچے اڑا کر رکھ دیے! ع

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں!(۲)

امامِ اہلِ سنّت کی وصیت

میرے بھائیو! سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی علیہ زندگی بھر ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر پہرہ دیتے رہے، حتی کہ جب وصال کا وقت قریب آیا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت بھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہ ہوئے، اپنی اولاد اور عوامِ اہلِ سنّت کو خاص

(۱) ایضاً، ۲۲/۷۵-۸۸۔
(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، ص۹۸۔

طور پر وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "جس شخص سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہوجاؤ! جس کو بارگاہِ رسالت میں ذراسی بھی گستاخی کرتے دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکّھی کی طرح نکال کر پھینک دو!""(۱)۔

تحفظِ ناموسِ رسالت اور ہماری ذمّہ داری

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں، یہ شُرور وفِتن کا دَور ہے، آثارِ قیامت ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں، نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، نبوّت کے جھوٹے دعووں کے باعث مرزا قادیانی جیسے مرتَد منافقین کی تعداد بڑھ رہی ہے، مذہبی مسلّمات کی حرمت وتقدیس کو پامال کیا جارہا ہے، نبئ کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو، حکومتی سطح پر تحفظ فراہم کیا جارہا ہے، یہود ونصاریٰ کی جانب سے خاتم الانبیاء ﷺ کے توہین آمیز خاکے بناکر ان کی اِشاعت کی جارہی ہے۔

ایسے دِگرگوں حالات میں بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمّہ داری ہے، کہ فوری طور پر کچھ ایسے اِقدام کیے جائیں، جن سے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے عمل کو یقینی بنایا جاسکے، اور توہینِ رسالت جیسے دلخراش واقعات کو رُونما ہونے سے روکا جاسکے!!۔

حضراتِ ذی وقار! ہمیں چاہیے کہ جب بھی کوئی شخص ہمارے پیارے نبئ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی وبے ادبی جیسی غیر سنجیدہ اور دل آزار حرکت کرے، تو اُسے قانون کے مطابق قرارِ واقعی سزا دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے، تحفظِ ناموسِ

(۱) "وصایا شریف "ملفوظ وصایا، ص۲۰، مختصراً۔

رسالت ﷺ سے متعلق آئینی شقوں کو مزید مؤثر بنایا جائے؛ تاکہ کسی کو بھی شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی جرأت نہ ہو! یورپی ممالک میں بالخصوص بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنایا جائے، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت وناموس کو لاحق خدشات دُور ہوجائیں، علمائے دین اور مبلّغینِ اسلام، یورپی ممالک کے تبلیغی دَوروں میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر وارد کیے جانے والے، عمومی اعتراضات کے بھرپور اور مدلّل جوابات دیں؛ تاکہ مستشرقین کو نبیٔ کریم ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کا کوئی موقع میسّر نہ آسکے۔

جن ممالک کے باشندے توہینِ رسالت ﷺ کے مرتکب ہوں، اگر ان کی حکومتیں مذہبی مُنافرت پھیلانے والے اپنے اُن شہریوں کے خلاف، قانونی کاروائی نہ کریں، تو سرکاری سطح پر اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کرلیے جائیں، عوام الناس اُن کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرکے، انہیں مُعاشی طور پر مفلوج کرنے کی کوشش کریں!!۔ اللہ کریم علم وعمل کی توفیق دے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرما، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابُود فرما، قادیانیوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنادے، آمین یا ربّ العالمین!۔

محبتِ رسول اور اس کے تقاضے

(جمعۃ المبارک ۵ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۲۳/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ایمان کی کسوٹی

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی محبت ایمان کی کسوٹی ہے، اگر کوئی شخص اللہ رب العالمین سے محبت کا دعوی کرے، تو اُس کا یہ دعویٰ اُس وقت تک ہرگز قابلِ قبول نہیں، جب تک وہ رسولِ اکرم ﷺ سے سچی محبت اور اُن کی اِتّباع نہ کرے؛ کیونکہ نبئ کریم ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[1] "(اے حبیب!) آپ فرما دیجیے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تمہیں اپنا دوست بنا لے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے!"۔

---

(١) پ٣، آل عمران: ٣١.

مفسّرِ قرآن حضرت علّامہ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "محبتِ الٰہی کا دعویٰ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِتّباع وفرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں، جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کرے"[1]۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لیے جو معیار مقرّر فرمایا ہے، وہی معیار اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے لیے بھی مقرّر فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾[2] "آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (یعنی انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے! اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

میرے عزیز! ایک مسلمان کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہ صرف فرض ہے بلکہ اس کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ محبوب رکھنا کمالِ ایمان، اور سچے مؤمن کی

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۳۱، صـ۱۱۱۔

(۲) پ۱۰، التوبة: ۲٤.

علامت ہے، حدیثِ پاک میں ہے، رَحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ، مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»(۱) "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہاں پیار سے مراد طبعی محبت ہے، نہ کہ صرف عقلی؛ کیونکہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی اُلفت ہوتی ہے، یہی محبت حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ ہونی چاہیے، اور -بحمدہ تعالیٰ- ہر مؤمن کو حضور ﷺ جان، مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں، عام مسلمان بھی مرتَد اولاد، بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، حضور ﷺ کی عزّت پر جان نچھاوَر کر دیتے ہیں"(۲)۔

محبتِ رسول کا غلبہ اور صحابۂ کرام

عزیزانِ محترم! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے سچی اور والہانہ محبت کرتے تھے، رحمتِ عالمیان ﷺ کی تعظیم و توقیر اُن کا سرمایۂ افتخار اور توشۂ آخرت ہوا کرتا، اور انہیں یہ بات بہت اچھی طرح معلوم تھی کہ سرورِ کونین ﷺ کی محبت ہی کامیابی، کامرانی اور رِضائے الٰہی کا اصل ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ حضرات محبت کی اس کسوٹی پر اس قدر پورا اُترے، کہ رہتی دنیا تک وَیسی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی!۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر محبتِ رسول ﷺ کا کس قدر غلبہ تھا، اس کا اندازہ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب حبُّ الرّسول ﷺ من الإيمانِ، ر: ۱۵، صـ٦.

(۲) "مرآۃ المناجیح" "کتاب الایمان"، ۱/ ۴۰۔

اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ ایک صاحب حضور نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ "یا رسول اللہ! اللہ کی قسم آپ مجھے اپنی جان اور اپنے اہل وعِیال سے بھی زیادہ محبوب ہیں! گھر میں ہوتے ہوئے جب آپ کی یاد آتی ہے تو میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر، آپ کی زیارت سے مشرّف ہو جاتا ہوں، اور جب اپنی مَوت اور آپ کی جدائی کو یاد کرتا ہوں، کہ آپ جنّت میں انبیاء کے ساتھ اعلیٰ مقام میں ہوں گے، اگر میں جنّت میں داخل ہوا، تب بھی مجھے یہ خوف ہے کہ میں آپ کی زیارت نہیں کرسکوں گا! والیٔ کونین ﷺ نے انہیں کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا، حتی کہ حضرت سیّدنا جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضرِ بارگاہ ہوئے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾[1] "جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے، تو اُسے ساتھ ملے گا ان کا جن پر اللہ نے فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیقین کا!"[2]۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ ایک بار پر حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ!» "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت

---

(١) پ٥، النساء: ٦٩.

(٢) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه أحمد، ر: ٤٧٧، ١/ ١٤٩. و"مجمع الزوائد" كتاب التفسير، سورة النساء، ر: ١٠٩٣٧، ٧/ ٧. [قال الهيثمي:] "رواه الطَبَراني في الصغير والأوسط، ورجالُه رجالُ الصحيح، غير عبد الله بن عمران العابدي، وهو ثقة".

میں میری جان ہے! اُس وقت تک تم مؤمنِ کامل نہیں ہوسکتے، جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہوجاؤں!" اس پر حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں! نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اَلْآنَ يَا عُمَرُ!»[1] "اے عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا!"۔

شارحِ "مشکاۃ" حضرت ملّا علی قاری مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یکدَم محبتِ نبوی کا کامل ہوجانا، نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باطنی توجّہ کی برکت سے ہوا"[2]۔

عزیزانِ مَن! محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم مسلمانوں کے لیے دُخولِ جنّت کا ایک اہم ذریعہ ہے، اور جنّت وہ جگہ ہے جہاں انسان نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام کے ساتھ ہوگا۔ حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے آکر بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟» "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" کہنے لگا: صرف یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ!» "تو پھر یقیناً تم جس سے محبت کرتے ہو، اُسی کے ساتھ رہوگے!"۔

حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام لانے کے بعد، ہمیں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے سبب، اتنی خوشی ہوئی جو کسی اَور چیز سے نہیں ہوئی۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأيمان والنذور، ر: ٦٦٣٢، صـ١١٤٦.

(٢) "المرقاة" كتاب الإيمان، الفصل الأوّل، تحت ر: ٧، ١/ ١٤٥.

مفسّرِ قرآن حضرت علّامہ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "محبتِ الٰہی کا دعویٰ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اِتّباع وفرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں، جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی غلامی کرے"[1]۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لیے جو معیار مقرّر فرمایا ہے، وہی معیار اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت کے لیے بھی مقرّر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾[2] "آپ فرمادیجیے کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (یعنی انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے! اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

میرے عزیز! ایک مسلمان کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت نہ صرف فرض ہے بلکہ اس کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ محبوب رکھنا کمالِ ایمان، اور سچے مؤمن کی

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۳۱، صـ۱۱۱۔

(۲) پ۱۰، التوبة: ۲٤.

حضور نبئ کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر، اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ، جھوٹ اور تقاضائے محبت کے خلاف ہے، حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: «مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللهَ!»[1] "جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی"۔

عزیزانِ محترم! اِطاعت وفرمانبرداری اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کی غرض سے، اگر ہم سرورِ کونین ﷺ کی حیات طیّبہ پر نظر ڈالیں، تو سرکار ﷺ کی زندگی کا ہر ہر پہلو ہماری رَہنمائی فرماتا نظر آئے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ہمیشہ زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کیے رکھا، سچ کے دامن کو کبھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا، ہمیشہ رزقِ حلال کھایا، اور حلال ہی کمانے کھانے کی ترغیب دی، کبھی امانت میں خیانت نہ فرمائی، اپنے اہل وعِیال کے ساتھ ہمیشہ حُسنِ سُلوک، اور ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے رہے، اور اپنی اُمّت کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے علاوہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے عدل وانصاف، شکر واِحسان، رَواداری، نرمی وآسانی، اعتدال ومَیانہ رَوی، اور اتفاق واتحاد سمیت، زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق اپنی سیرتِ طیّبہ کے وہ روشن مینار چھوڑے، جو رہتی دنیا تک اپنے نُور سے جہالت کی تاریکیوں کو دُور کرتے رہیں گے!۔

محبتِ رسول کے تقاضے

حضراتِ گرامی قدر! انسان جس سے محبت کرتا ہے، اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہونا ایک فطری اَمر ہے، آج بھی ہر مسلمان مصطفیٰ جانِ رحمت

---

(١) "صحيح البخاري" كتابُ الأحكام، ر: ٧١٣٧، صـ١٢٢٩.

ﷺ سے محبت کا دعویدار ہے، اور یہ دعویٰ اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور نبئ کریم ﷺ سے نسبت کے سبب، آپ ﷺ کے تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی بلاامتیاز محبت رکھی جائے، اور ان میں سے کسی سے بھی بُغض وعداوت ہرگز نہ رکھی جائے! یہ سب کے سب نُفوسِ مقدسہ سرورِ کونین ﷺ ہی کے شجرِ فضیلت کی شاخیں ہیں، لہٰذا ان سب سے محبت واُلفت در حقیقت رسول اللہ ﷺ سے محبت واُلفت ہے، اور ان حضرات سے بُغض وعداوَت (معاذ اللہ!) حضورِ اکرم ﷺ سے بُغض و عداوَت کے مترادِف ہے، حدیثِ پاک میں حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَكْرِمُوا أَصْحَابِي؛ فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ!»(۱) "میرے اصحاب کی عزّت کرو؛ کیونکہ وہ تم میں سے بہترین لوگ ہیں، پھر وہ جواُن کے بعد ہیں!" یعنی تابعینِ عظام کی۔

میرے عزیز دوستو! سرورِ کونین ﷺ کے اَوامر (اَحکام) پر عمل، اور نَواہی (منع کردہ چیزوں) سے اجتناب، حضور سے محبت کا بنیادی تقاضا ہے، محبتِ رسول ﷺ کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اَخلاقِ کریمہ اور سیرتِ طیّبہ کو اپنی زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنایا جائے، ان کی سنّتوں پر عمل کیا جائے، اور اُن کی پیروی کی جائے۔ اللہ رب العالمین ہمیں نبئ کریم ﷺ کے اُسوۂ حسَنہ پر عمل کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲) "یقیناً

---

(۱) "السُّنن الكبرى" للنَّسائي، كتاب عشرة النساء، ر: ٩١٨٢، ٨/ ٢٨٧. و"الأمالي المطلقة" ٨٩- ثمّ أملانا، ١/ ٦٣، ٦٤. [قال ابن حجر:] حديثٌ صحيح.

(۲) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

رسول اللہ کی پیروی تمہارے لیے سب سے بہتر ہے"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر دُرود وسلام کی کثرت کرنا بھی، حضور سے محبت کی دلیل ہے، جو جس سے محبت کرتا ہے اُس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے، دُرود وسلام افضل اعلیٰ اور عمدہ ترین کام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾[1] "یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اِس (غیب بتانے والے) نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو!"۔

بندۂ مؤمن دنیا میں کہیں بھی کسی بھی ملک وقوم سے تعلّق رکھتا ہو، جب آقائے دوجہاں ﷺ پر دُرود شریف پڑھتا ہے، تو اُس کا دُرودِ پاک خود آقا کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صَلُّوْا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ»[2] "مجھ پر دُرود بھیجا کرو کہ وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے، چاہے تم کہیں بھی ہو!"۔ لہٰذا ہم سب کو دُرورد وسلام کی کثرت کرنی چاہیے؛ کہ یہ محبتِ رسول ﷺ کی ایک بڑی علامت ہے۔

عاشقِ رسول کیسا ہوتا ہے؟

حضراتِ محترم! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رُکنِ ایمان، اور بعدِ ایمان ہر فرض سے مقدّم ہے۔ لہٰذا جب تک کسی انسان کے دل میں نبیٔ پاک ﷺ کی محبت راسخ نہ ہوجائے، وہ کامل مؤمن نہیں

---

(١) پ٢٢، الأحزاب: ٥٦.

(٢) "سنن أبي داود" كتابُ النّكاح، باب زيارة القبور، ر: ٢٠٤٢، صـ٢٩٦.

ہو سکتا، لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایمان صحیح معنی میں ہمارے دلوں میں داخل ہو جائے، اور ہم اللہ عزّوجلّ کے پسندیدہ بندے اور کامل مؤمن بن جائیں، تو اپنے قُلوب واَذہان کو محبتِ رسول ﷺ سے معمور کیجیے! اُن کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے ہمیشہ دُور رہیے! ایسے لوگوں سے کسی قسم کا لین دَین یا شادی بیاہ نہ کریں! ان کے ساتھ ملنے جلنے اور کھانے پینے سے گریز کیجیے! اسلامی تعلیمات پر حقیقی معنی میں عمل پیرا ہوں، قرآن وسنّت کی رَوشنی میں ایک باعمل مسلمان بنیے، فرائض و واجبات کی پابندی کیجیے، اپنے والدین کی اِطاعت وفرمانبرداری کریں، حرام اور ناجائز اُمور کے ارتکاب سے بچیں، اپنے اندر صبر وتحمل اور برداشت کا مادّہ پیدا کیجیے، خود بھی امن وسکون سے رہیں اور پیار محبت کے پیغام کو عام کریں، مسلمانوں کی خیر خواہی اور دِل جُوئی کو اپنی عادت بنائیے، ان کی دل آزاری مت کیجیے، انہیں کسی بھی طرح کا دھوکا یا تکلیف نہ دیں، اصلاحِ اُمّت کا جذبہ اپنے دلوں میں کار فرما رکھیں، اور اُمّتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو وَحدت کی لڑی میں پرَونے کی کوشش کرتے رہیے!۔

محبتِ رسول اور تربیتِ اولاد

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے انسان خصوصًا مسلمان کو اپنے فضل سے جن جن نعمتوں سے نوازا ہے، اُن میں سے ایک عظیم نعمت ہماری اولاد ہے، اور یہ پھول جیسی نازک، دل کو بھانی والی نعمت، ہمارے پاس ہمارے ربّ ذوالجلال کی طرف سے امانت ہے، لہذا اس امانت کا حق اور محبتِ رسول کا تقاضا ادا کرتے ہوئے ہم پر لازم ہے، کہ ان کو اچھی تعلیم وتربیت دیں، ان کے دلوں میں حضور نبئ کریم ﷺ کے لیے محبت کے جذبات کو اُبھاریں، خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أدّبوا

أولادَكم على ثلاثِ خصالٍ: (١) حُبِّ نبيِّكم، (٢) وحُبِّ أهلِ بيتِه، (٣) وقراءةِ القرآنِ»[1] "اپنی اولاد کو تین ۳ باتوں کی بہترین تربیت دو: (ا) اپنے نبی کی محبت، (۲) نبی کے اہلِ بیت کی محبت، (۳) اور قرآنِ کریم کی تعلیم!"۔

ان میں عقیدے کی پختگی اور اَخلاق کی درستی کے عمل کو بھی یقینی بنائیں، ان میں بزرگوں کے ادب واحترام کی عادت ڈالیں، عام مسلمانوں کے ساتھ بھی محبت، خُلوص اور عزّت کے ساتھ پیش آنے کی تربیت دیں! انہیں بد مذہبوں اور بُری صحبت سے دُور رکھنے کے لیے ان پر کڑی نظر رکھیں، ان کا گھر میں اور باہر کہاں کہاں وقت صرف ہوتا ہے، یا ان کی کیا سرگرمیاں ہیں، اور کس طرح کے لوگوں سے ان کے روابط ہیں، اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں! اللہ کریم ہم سب کو نیک صالح اور باعمل مسلمان بنائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، محبتِ رسول کے جذبات سے سرشار فرما، ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت یعنی عید میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں نصیب فرما، ان خوشیوں کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور آپ کی تعلیمات پر بھرپور عمل کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں میں عظمتِ صحابۂ کرام اور حُبِ اہل بیت اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیدا فرما، ہمیں اُن کی تنقیص سے ہمیشہ محفوظ رکھ، ان کی شان میں گستاخی وبے ادبی کرنے والوں کو ہدایت عطا فرما، اور انہیں صراطِ مستقیم پر چلا، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) "كشف الخفاء" الهمزة مع الدال، ر: ١٧٤، ١/ ٨٨.

عید میلاد النبی ﷺ

(جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۰/۳۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

تاجدارِ رسالت ﷺ کی آمد پر بِشارت

محترم بھائیو! آج مسلمان جو اپنے پیارے نبی ﷺ کی آمد پر خوشی مناتے ہیں، ان کے چرچے کرتے ہیں، یہ کام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی کیا۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سینکڑوں سال پہلے تاجدارِ رسالت ﷺ کی آمد پر بِشارت دے کر، حضور کی آمد کا چرچا کیا، جسے اللہ تعالیٰ نے یُوں بیان فرمایا: ﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾(١) "یاد کیجیے! جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں، اور اُس رسول کی بِشارت سناتا ہوں جو میرے

---

(١) پ٢٨، الصف: ٦.

بعد تشریف لائیں گے، اُن کا نام احمد ہے"۔

اللہ تعالی کا مسلمانوں پر بڑا احسان

عزیزانِ گرامی قدر! یقیناً خالقِ کائنات جلّ جلالہ کی ہم پر بے شمار نعمتیں، انعام واِکرام اور وافَر برکتیں ہیں، اللہ تعالی نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم ان نعمتوں پر خوشی اور مسرّت کا اظہار کریں، اُس پاک پروَردگار کا شکر بجالائیں۔ اِنہی تمام نعمتوں میں سب سے اعلیٰ وافضل نعمت، بلکہ تمام نعمتوں کی اصل اور بنیاد، سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے، جن کی ولادتِ باسعادت ماہِ ربیع الاوّل شریف کی بارہ ۱۲ تاریخ کو ہوئی، اسی لیے اس دن کے آتے ہی تمام اہلِ ایمان کے دل، میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی سے سرشار ہوتے ہیں، ہر طرف شادمانی کا سماں ہوتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ کی ولادتِ باسعادت، انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ، اور دُکھی اور بے سہارا انسانیت کے لیے فرحت ومَسرّت کا سب سے وافر ترین سبب وسامان ہے!۔

نبئ کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی انسانیت پر اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل وکرم، سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی نعمت، اور تمام جہانوں کے لیے اللہ تعالی کی بے پناہ رَحمت ہے، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[1] "یقیناً اللہ تعالی کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اللہ تعالی کی آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں پاک اور ستھرا کرتے ہیں، انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں، اور اِس سے پہلے

(١) پ ٤، آل عمران: ١٦٤.

وہ لوگ ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔ اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے نبیٔ پاک ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو واضح طور پر، اپنا فضل واحسان قرار دیا ہے۔

اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول کا تشریف لانا

ایک اَور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾[1] "وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اللہ تعالی کی آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں پاک اور ستھرا کرتے ہیں، انہیں اللہ کی کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔

سارے جہان کے لیے رَحمت

اللہ رب العالمین نے قرآنِ مجید میں سرکارِ اَبد قرار ﷺ کو تمام جہان کے لیے رَحمت قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾[2] "ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رَحمت بناکر بھیجا!"۔

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری

ایک اَور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾[3] "یقیناً تمہارے پاس وہ

---

(١) پ٢٨، الجمعة: ٢.

(٢) پ١٧، الأنبياء: ١٠٧.

(٣) پ١١، التوبة: ١٢٨.

رسول تشریف لائے، جنہیں تمہارا مشقّت میں پڑنا گوارا نہیں، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

بلا شبہ تاجدارِ رسالت ﷺ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رَحمت ہیں، اور فضل ورَحمت کے ملنے پر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اِس سوال کے جواب میں قرآنِ مجید میں ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾[1] "(اے حبیب!) آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل اور اُسی کی رَحمت پر چاہیے کہ وہ خوشی منائیں، وہ ان کے سب دَھن دَولت سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہاں فضلِ الٰہی سے مراد نبئ کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات ہے"[2]۔

پیر شریف کا روزہ

حضراتِ گرامی قدر! نبئ کریم ﷺ نے خود اپنا یومِ ولادت ہر پیر کو روزہ رکھ کر منایا، "مسلم شریف" کی حدیث ہے، حضرت سیّدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے سے متعلق پوچھا گیا، تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «فِيْهِ وُلِدْتُ، وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ»[3] "اِسی دن میری ولادت ہوئی، اور اِسی دن مجھ پر (پہلی بار) وحی نازل ہوئی" ع

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۵۸.

(۲) "روح المعاني" یونس، تحت الآیة: ۵۸، ۱۱/۱۴۱. و"الدرّ المنثور" یونس، تحت الآیة: ۵۸، ۴/ ۳۶۸.

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الصیام، ر: ۲۷۵۰، صـ۴۷۸.

پیر کا دن تاریخ ہے بارہ فرش پہ چمکا عرشی تارہ![1]

تو معلوم ہوا کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت کی یاد میں خوش ہو کر، کوئی بھی نیک عمل کرنا، نہ صرف جائز ہے بلکہ نبئ کریم ﷺ کی تعلیماتِ طیّبہ کے عین مطابق بھی ہے۔

محمد بن عبد اللہ کی ولادت کی خوشی

برادرانِ اسلام! مصطفی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی منانا، ایسا بابرکت عمل ہے جسے اپنانے والا کسی بھی حال میں اجر و ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ اِس ضمن میں حضراتِ محدثینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ نبئ کریم ﷺ کے چچا ابولہب، جس کی مذمّت میں قرآنِ مجید کی مکمل سورت سورۂ لہب نازل ہوئی، اسی چچا کی ایک باندی جس کا نام ثُوَیبہ تھا، ابولہب نے اپنی اس لَونڈی ثویبہ کو نبئ کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت، حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجا کہ جاؤ اور آمنہ کی خدمت کرو!۔ جب سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت ہوگئی تب ثویبہ دَوڑتی ہوئی ابولہب کے پاس آئی، اور کہا کہ مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی کے گھر بیٹا عطا کیا ہے، یہ سن کر ابولہب نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں، شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ثُوَیبہ کو غلامی سے آزاد کر دیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ "ابولہب کے مرنے کے بعد اُس کے اہلِ خانہ میں سے کسی نے اُسے بہت بُرے حال میں دیکھ کر، اُس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا کہ میں سخت عذاب

---

(۱) "دیوانِ سالک"، ص۱۔

میں ہوں، کبھی چھٹکارا نہیں ملتا، مگر ہاں مجھے اُس عمل کی جزا کے طور پر کچھ پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، جو میں نے محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا"[1]۔

ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں کمی

اسی واقعہ کو مشہور و معروف عظیم محدِّث، امام ابنِ حجر عَسقلانی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے امام سُہیلی رحمہ اللہ تعالی علیہ کے حوالے سے یوں بیان فرمایا، کہ حضرتِ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: «لما مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ، فَقَالَ: مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً، إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ»[2] "جب ابولہب مر گیا تو میں نے اُسے ایک سال بعد، خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھا، کہتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا، بہت سخت عذاب میں گرفتار ہوں، لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے"۔

عذاب میں کمی کا سبب

حضرت سیّدنا عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ خود عذاب میں اس کمی کی وجہ بیان فرماتے ہیں: «وَذٰلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وُلِدَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ، وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهِ فَأَعْتَقَهَا»[3] "عذاب میں کمی کا سبب یہ تھا کہ پیر شریف کے دن حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، اور ثُویبہ نے ابولہب کو حضور کی ولادتِ باسعادت کی خوشخبری سنائی، تو اُس نے اس خوشی میں ثُویبہ کو آزاد کر دیا تھا"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ۵۱۰۱، صـ۹۱۲.

(۲) "فتح الباري" كتاب النكاح، تحت ر: ۵۱۰۱، ۹/ ۱۶۶، ۱۶۷.

(۳) المرجع نفسه، صـ۱۶۷.

ولادتِ مصطفی ﷺ کی خوشی منانے والے مؤمن کی جزا

جلیل القدر محدّث حضرت امام ابنِ جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیثِ پاک پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب ابو لہب جیسے کافر کا یہ حال ہے (جس کی مذمّت قرآنِ مجید میں نازل ہوئی) کہ حضور نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کا اظہار کرنے پر، اس کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے، تو نبیٔ پاک ﷺ کے اس اُمّتی، توحید و رسالت کا دم بھرنے والے مؤمن مسلمان کی جزا کا کیا عالَم ہوگا، جو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتا ہے!"[۱]

ع

شبِ ولادت میں سب مسلماں نہ کیوں کریں جان و مال قرباں

ابو لہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں![۲]

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت کی نورانیت

صحابیٔ رسول حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: «إِنِّي عَبْدُ الله، وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْن وَأَبِي مُنْجَدِلٌ فِيْ طِينَتِه، وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذلِكَ: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى، وَرُؤْيَا أُمِّي آمِنَةَ الَّتِي رَأَتْ» "میں اس وقت سے اللہ کا بندہ اور آخری نبی ہوں، جبکہ ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی شکل میں تھے، اور میری یہ بات دھیان سے سن لو! کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بِشارت اور اپنی والدہ حضرت آمنہ کا خواب ہوں"، (حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(١) "عرف التعريف بالمولد الشّريف" إرهاصات مولده ﷺ، صـ٢٢.

(٢) "دیوانِ سالک"، صـ۱۳۔

کہتے ہیں) کہ جس طرح گزشتہ انبیاء کی ماؤں نے خواب دیکھا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بھی، رسولِ کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت ایک ایسانور دیکھا، جس کی بدَولت ملکِ شام کے محلّات اُن پر روشن ہو گئے۔

پھر صحابئ رسول نے سورۂ اَحزاب کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥- ٤٦][1] "اے غیب کی خبر دینے والے (نبی)! یقیناً ہم نے آپ کو حاضر ناظر، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا، اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا!" ؏

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آ رہے ہیں
جھلک سے جن کی فلک ہے روشن، وہ شمس تشریف لا رہے ہیں![2]

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

مجلسِ میلاد شریف کے فضائل وفوائد کے بارے میں، اکثر علمائے دین وفضلائے کاملین کے اقوال، "سیرتِ شامی" وغیرہا کتبِ مستندہ ومعتمدہ میں مُندرِج ومرقوم ہیں، یہاں بنظرِ اختصار صرف چند کلماتِ طیّبہ پر اقتصار کیا جاتا ہے:

حافظ الحدیث امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "محفلِ میلاد شریف والوں پر اِس عمل کی برکت سے فضلِ عظیم ظاہر ہوتا ہے"[3]۔

---

(١) "مستدرَك الحاكم" تفسير سورة الأحزاب، ر: ٣٥٦٦، ٤/ ١٣٣٩.

(٢) "دیوانِ سالک"، ص۱۳۔

(٣) انظر: "سُبل الهدى والرَّشاد" ١/ ٣٦٢، نقلاً عن السخاوي.

امام حافظ استاذ القُرّاء محمد ابنِ جزری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "مجلسِ میلاد شریف کی خصوصیات میں سے ہے، کہ وہ تمام سال کے لیے امن وامان ہے، اور حصولِ مقصد کے ساتھ بِشارتِ عاجلہ ہے"(۱)۔

حافظ الحدیث امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جن بڑے بڑے ائمۂ امّت نے اس مجلسِ مبارک کی مدح وثنا کی ہے، ان میں سے حافظ ابو شامّہ، امام نَوَوی رحمہ اللہ تعالی کے استاذ بھی ہیں۔ کتاب "الباعث علی إنکار البِدَع والحوادِث" میں لکھتے ہیں کہ "ایسے افعال اچھے ہیں، لوگوں کو ان کی ترغیب دلانا چاہیے، ان کاموں کا کرنے والا مشکور ومحمود ہے"(۲)۔

علّامہ قَسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمیشہ سے اہلِ اسلام ماہِ مبارک ربیع الاوّل کا اہتمامِ تامّ کرتے آئے ہیں، اس میں کھانا کھلانا، اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدَقات، خوشی کا اظہار، اور میلاد شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے، اور اس کی برکتوں سے اُن پر اللہ تعالی کا فضلِ عمیم ظاہر ہوتا رہا"(۳)۔

سلطانِ عادل ملک مظفر ابو سعید رحمۃ اللہ تعالی علیہ، جن کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ماہِ مبارک ربیع الاوّل میں میلاد شریف منعقد کیا کرتے، اور اُس کے لیے عظیم الشان محفل ترتیب دیتے۔ وہ ایک بہادر وشجاع، دلیر وعاقل، عالم وعادل،

---

(۱) المرجع نفسه، نقلاً عن ابن الجَزري.

(۲) انظر: "سُبل الهدى والرَّشاد" ۱/ ۳٦۳، نقلاً عن ابن كثير. و"الباعث" مقدّمة المؤلّف، فصل في تقسيم الحوادث إلى ...إلخ، صـ۲۳.

(۳) "المواهب اللدُنية" المقصد ۱ في أحاديث سيرة منذ ...إلخ، ۱/ ۱٤۸.

نیک خصلت اور پاکیزہ باطن بادشاہ تھے، مدّتِ دراز تک سلطنت فرمائی، یہاں تک کہ شہرِ "عکّا" میں (کافرانِ فرنگ کا) مُحاصرہ کیے ہوئے تھے کہ انتقال کیا"[۱]۔

امام جلال الدّین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "محفلِ میلاد منعقد کرنے والا ثواب پاتا ہے؛ کیونکہ اُس میں رسولِ اکرم ﷺ کی تعظیم، اور ولادتِ باسعادت پر اظہارِ خوشی وشادمانی ہے"[۲]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "فیوض الحرمین" میں تحریر کرتے ہیں کہ "میں مکۂ معظّمہ میں بروزِ ولادت شریف مجلسِ میلاد میں حاضر تھا، لوگ حضورِ اقدس ﷺ پر دُرود پڑھتے اور حضورِ اکرم ﷺ کے وقتِ ولادت، اور بعثت (اعلانِ نبوّت) سے قبل ظاہر ہونے والے اِرہاصات (یعنی عقلوں کو حیران کرنے والے واقعات) کا ذکرِ خیر کر رہے تھے، اچانک میں نے کچھ انوار دیکھے کہ وہ فوراً بلند ہوئے، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے انہیں بدن کی آنکھ سے دیکھا، یا صرف رُوح کی آنکھ سے دیکھا! اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے مابین کیا کیفیت تھی! پھر میں نے ان انوار میں غور وفکر کیا تو وہ انوار اُن فرشتوں کی طرف سے پائے، جو ایسی مجالس ومَشاہد پر مقرّر ہوتے ہیں، اور وہ انوارِ ملائکہ انوارِ رحمت سے ملے ہوئے دیکھے"[۳]۔

نیز کتاب "انتباہ" اور "درِّ ثمین" وغیرہما میں اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ "میں ایّامِ میلاد شریف میں نبیٔ کریم ﷺ کی

---

(۱) "البداية والنّهاية" الملك المظفّر أبو سعيد كوكبري، ۱۳/ ۱۵۹، ۱٦۰.
و"الحاوي للفتاوى" رسالة "حسن المقصد في عمل المولد" ۱/ ۲۲۲.
(۲) "الحاوي للفتاوي" رسالة "حسن المقصد في عمل المولِد" ۱/ ۲۲۲.
(۳) "فيوض الحرمين" المشاهدة ۸، صـ۲٦، ۲۷.

نیاز کا کھانا کھلایا کرتا تھا، ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سِوا کچھ میسّر نہ تھا، تو میں نے لوگوں میں وہی تقسیم کر دیے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرّف ہوا کہ وہ چنے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے رکھے ہیں، اور حضور ﷺ شاد و مسرور ہیں"(۱) ع

زمانہ بھر میں یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اُسی کا گانا

تو نعمتیں جن کی کھا رہے ہیں انہی کے ہم گیت گا رہے ہیں!(۲)

میلادِ مصطفیٰ کا اہتمام کرنے والے علماء کے اسمائے گرامی

ان کے علاوہ بہت سے علمائے متقدّمین و متاخرین، مجلسِ میلاد شریف خود سجاتے ہیں، اس میں شریک ہوتے ہیں، اسے مستحسن و مستحب و مُوجبِ برکات و منبعِ خیرات جانتے ہیں، اُن میں سے بعض حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حافظ امام ابو الفضل ابنِ حجر عسقلانی، (۲) حافظ ابو الخطاب بن دَحیہ، (۳) حافظ ابنِ رجب حنبلی، (۴) شیخ رکن الدّین محمد بن یوسف دِمشقی صاحبِ "سیرتِ شامی"، (۵) سبطِ امام ابنِ جوزی، (۶) شیخ عبد الوہّاب بن حُسام متّقی، (۷) علّامہ علی قاری حنفی، (۸) علّامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شارحِ "مَواہب"، (۹) امام سیّد جعفر برزنجی، (۱۰) حافظ زین الدّین عراقی، (۱۱) علّامہ مجد الدّین فیروزآبادی، (۱۲) علّامہ شمس الدّین دمیاطی، (۱۳) امام حلبی صاحبِ "سیرتِ حلبیہ" وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔

خود اِنہی ائمہ و علماء پر کیا موقوف، اور حصر و شمار کی قدرت کہاں، روزِ شُیوع سے آج تک ان تمام قُرونِ مُتطاولہ (گذشتہ اَدوار) میں، جماہیر اکابرِ شریعت و مشائخِ طریقت

(۱) "الدرّ الثمين في مبشّرات النبي الأمين" الحديث ٢٢، صـ٦١.
(۲) "دیوانِ سالک"، ص۱۳۔

خود مجلس (یعنی محفلِ میلاد) کرتے، یا اُس میں حاضر ہوتے، اور اُسے مستحب و مستحسن کہتے، لکھتے اور سمجھتے رہے ہیں [۱]۔

امامِ جلیل جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مجلسِ میلاد مقدّس سے متعلق لکھتے ہیں کہ "علمائے کرام وصالحینِ عظام، مجلسِ میلاد میں بلاانکار حاضر ہوتے ہیں" [۲]۔

میلادِ مصطفٰی پر بعض علماء کی کتب

ان کے علاوہ مَولدِ مبارک میں بہت سے ائمہ وعلماء نے تصانیف یادگار چھوڑیں، جن میں مَولیٰ حسن بجری، وشیخ محمد بن حمزہ عربی، وشیخ شمس الدّین احمد سیواسی، وعلّامہ فخر ابو بکر دنقلی، وبرہان محمد ناصحی، وشمس دمیاطی ابنِ سنباطی، وبرہان بن یوسف ناقوس، وامام زین الدّین عراقی، وامام شمس الدّین سخاوی، اور علاّمہ سیّد عفیف الدّین ایجی شیرازی وغیرہم نے متعدّد مَوالد لکھے، جن کا ذکر "کشف الظنون" میں ہے [۳]۔

علّامہ محدِّث طاہر فَتّنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صاحبِ "مجمع البحار" وغیرہم کا بھی اس باب میں ایک مستقل رسالہ ہے، نیز "انسان العیون" و "سیرتِ شامیہ" و"ضوءِ لامع" و"ما ثبت بالسّنّۃ" و"مدارج النبوّت" و"مَواہبِ لدُنیہ" و"مجمع البحار" و"فیوض الحرمین" و"شرحِ سنن ابنِ ماجہ" وغیرہا بہت سی کتبِ معتبرہ متداوِلہ میں اس عملِ مبارک کو مستحب لکھا ہے۔ اہلِ حرمینِ شریفین، مصر، روم، شام، یمن اور تمام ملکِ عرب ومغرب وغیرہا بلادِ اسلامیہ کا، محفلِ میلاد شریف کے پسندیدہ

---

(۱) "إذاقة الأثام لمانعي عملِ المولد والقيام" (میلاد وقیام) ص۱۶۹، ۱۷۰، ملتقطاً۔

(۲) "الحاوي للفتاوي" رسالة "حسن المقصد في عمل المولد" ۱/ ۲۲۵.

(۳) "كشف الظنون" ۲/ ۷۲۶، ۷۲۷.

و مستحب ہونے پر اتفاق ہے، اور محفلِ میلاد کا ممالکِ مذکورہ میں رائج اور اس پر عمل ہونا، اور وہاں کے عوام و خواص کا محفلِ میلاد میں شریک ہونا، صاف ظاہر کرتا ہے کہ کوئی ذی شُعور جو دیانتدار و حیادار ہو، وہ اس میں کلام نہیں کر سکتا[1]۔

توہینِ رسالت میں فرانس کا کردار

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آخر میں ہم حالیہ افسوناک واقعات، بالخصوص فرانس کی حکومتی سرپرستی میں گستاخانہ خاکوں کی اِشاعت پر بھرپور احتجاج کرتے ہوئے، حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فرانس کے سفیر کو بلا کر اس مسئلہ کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے تنبیہ کی جائے، اور ایسے واقعات کے سدِّباب نہ کرنے کی صورت میں، ان سے سفارتی و تجارتی تمام تر تعلقات منقطع کر دیے جائیں!!۔

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! اگر ہم چاہتے ہیں کہ دَورِ جدید میں پےَ در پےَ اٹھنے والے ان فتنوں کی، ہمیشہ کے لیے سرکوبی ہو جائے، تو ہمیں یورپی ممالک میں بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنانا ہوگا، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت، حرمت اور ناموس کی حفاظت ہو۔ جن ممالک کے باشندے شعائرِ اسلام کی توہین کر کے مذہبی مُنافرت پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، ان کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق ہر فورم (Forum) پر باقاعدہ احتجاج کیا جائے، اور ان کی متعلقہ حکومتوں سے عملی کاروائی کا مطالبہ کیا جائے۔ جبکہ مثبت پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں، اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کر لیے جائیں، اُن کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ (Boycott) کر کے انہیں مُعاشی اِفلاس واضطراب کا

---

(۱) "إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولِد والقيام" (میلاد و قیام) باب ۱، صـ۱۷۔۱۸، ملتقطاً۔

مزہ چکھایا جائے؛ کہ موجودہ حالات میں مسلم ممالک کے پاس یہ بھی ایک بہترین اور بڑا ہتھیار ہے !۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں نصیب فرما، ان خوشیوں کے ساتھ ساتھ آقا کریم ﷺ کی سُنّت و سیرت، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی تعلیمات پر خوب عمل کی توفیق عطا فرما، دینِ متین کی بے لَوث خدمت کی توفیق عطا فرما، ایک اچھا اور باعمل مسلمان بنا، ہمارے عقائد واَعمال کی اصلاح فرما، اپنے ظاہری و باطنی خزانوں سے ہماری مدد فرما، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

فرائض وواجبات میں کوتاہی اور رسم ورَواج پر اِصرار

(جمعۃ المبارک ۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۰۶/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

رسم ورَواج کا شرعی حکم

حضراتِ گرامی قدر! رسم کا لغوی معنی ہے: عادت، رَواج، طور وطریق[1]۔ کسی غیر شرعی کام کو دین کا حصہ سمجھ کر ثواب کی نیّت سے کرنا بدعتِ سیّئہ ہے، جو کہ ناجائز، حرام اور گناہ کا کام ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»[2] "بدترین کام بدعاتِ سیّئہ ہیں، اور ہر (خلافِ شریعت) نیا کام بدعتِ (سیّئہ) ہے، اور ہر بدعتِ (سیّئہ) گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"۔

اگر دین کا حصہ سمجھے بغیر، بلا نیّتِ ثواب کوئی ایسا مروّجہ کام، ضروری سمجھ کر کیا،

---

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" ۲/ ۳۵۸۔

(۲) "سنن النَّسائي" كتاب صلاة العيدَين، ر: ۱۵۷٤، الجزء۳، صـ۱۸٦.

جو کسی بھی طور پر اسلامی تعلیمات سے متصادِم نہیں، تو اُسے رسم ورَواج کہتے ہیں، یہ جائز ومباح ہے، اور اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رسم ورَواج کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رُسوم کی بِنا عُرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعًا واجب یا سنّت یا مستحب ہیں، لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو، اُس وقت تک اُسے حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے، کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ رُسوم کی پابندی اسی حد تک کرسکتا ہے کہ کسی فعلِ حرام میں مبتلا نہ ہو"[1]۔

رسم ورَواج پر بے جا اِصرار

عزیزانِ محترم! ہر فرد کی انفرادی واجتماعی زندگی میں رسم ورَواج کی بڑی اہمیت ہے، جس سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا، کوئی بھی زمانہ اور مُعاشرہ رسم ورَواج کے اثرات سے خالی نہیں، رسم ورَواج سماجی زندگی کی علامت، اور مُعاشرے کے اجتماعی پہلوؤں کی عکّاسی کرتے ہیں، ان رسم ورَواج کا مُعاشرے پر اچھا یا بُرا اثر بھی پڑتا ہے، اچھی اور جائز رسمیں جہاں پیار محبت، امن وسکون اور اتحاد واتفاق میں اضافے کا سبب بنتی ہیں، وہیں فُضول اور غیر شرعی رسم ورَواج عاقبت کی خرابی کے ساتھ ساتھ، مُعاشرے کے چہرے پر بدنما داغ اور رُسوائی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

ایسے رسم ورَواج وہ ناسُور ہیں جن کا زہر آج ہم میں سرایت کرچکا ہے، کہ ہم بلاسوچے سمجھے ان غیر شرعی اور فضول رسم ورَواج کی برسوں سے اندھی تقلید کرتے چلے آرہے ہیں، ان کی بے جا پابندی اور ادائیگی پر ہمارا اِصرار اور ہٹ دھرمی دیکھ کر

---

(۱) "بہارِ شریعت" "شادی کے رُسوم، حصّہ ۷، ۲/۱۰۴۔

یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے انسان کا مقصدِ تخلیق عبادتِ الٰہی نہیں بلکہ ان رسم ورَواج کی پابندی ہے! خوشی ہو یا غمی، بدقسمتی سے فضول اور ناجائز رسم ورَواج کی ادائیگی، ہماری اوّلین ترجیحات بن چکی ہیں!۔

حضراتِ گرامی قدر! اسلام دینِ فطرت ہے، اس کی تمام تعلیمات سہل، آسان اور قابلِ عمل ہیں، ہمارا دین ہمیں ایسے کسی کام کا پابند نہیں کرتا جس کی ادائیگی ہمارے لیے ناممکن اور تکلیف کا باعث ہو۔ یہ دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو ہماری حیات وممات، نکاح وطلاق، لین دَین، اور دیگر حقوق سے متعلق ہر طرح کی رَہنمائی فرماتا ہے، مگر افسوس کہ یہود، نصاریٰ اور ہندوؤں کی پیَروی میں ہم نے اَحکامِ شرعیہ اور فرائض وواجبات کو پسِ پشت ڈال کر، اپنی ثقافت اور تہذیب وتمدُن کو اس قدر پامال کردیا، کہ ان غیر شرعی رسم ورَواج کے بوجھ تلے اب سانس لینا بھی مُحال (ناممکن) ہوتا جارہا ہے!۔

فضول خرچی اور اِسراف کی ممانعت

عزیزانِ مَن! شادی خوشی کے اظہار کا ایک بہترین موقع ہے، اور اسلام اس موقع پر خوشی منانے کی اجازت بھی دیتا ہے، لیکن خوشی منانے کے جو عمومی طریقے آج ہمارے مُعاشرے میں رائج ہوچکے ہیں، جن کی پاسداری دل وجان سے کی جاتی ہے، شریعتِ مطہَّرہ ان کی ہرگز اجازت نہیں دیتی!۔

زمانۂ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کے دَور میں بھی، مروّجہ دھوم دھام اور ممنوعاتِ شرعیہ پر مشتمل رُسومِ شادی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام فضول خرچی اور بے جا نمود ونمائش سے منع فرماتا ہے، بلکہ سادگی کی تعلیم دیتا ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں خالقِ کائنات عزّوجلّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾[1] "جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش! اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس بارش کی طرح ہے جس کا اُگایا کسانوں کو بھایا، پھر جب اس کے سوکھنے کے بعد تم اُسے زرد دیکھتے ہو، پھر روندا ہوا (ریزہ ریزہ) ہوگیا۔ اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے، اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا بھی! اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال!"۔

اس حکمِ الٰہی عزّوجلّ کے برعکس آج ہم لوگ شادی کے نام پر صرف ڈھول ڈھمکّے، گانے باجے، آتش بازی اور مہندی کے فنکشن (Function) میں ہی لاکھوں روپے برباد کر ڈالتے ہیں، یاد رکھیے! یہ فضول خرچی اور اِسراف ہے، اور اِسراف حرام ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾[2] "بے جا خرچ مت کرو! یقیناً بے جا خرچ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں!"۔

قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾[3] "کبھی بھی فضول خرچی نہ کیا کرو! یقیناً فضول خرچ شیاطین کے بھائی

(۱) پ۲۷، الحدید: ۲۰.

(۲) پ۸، الأنعام: ۱٤۱.

(۳) پ۱۵، الإسراء: ۲٦، ۲۷.

ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے!"۔

حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہوجائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ کے توکّل پر لڑکی دی جائے، وہ نکاح بڑا بابرکت ہے، ایسی شادی (ہی درحقیقت) خانہ آبادی ہے۔ آج ہم حرام رسموں اور بیہودہ رَواجوں کے باعث شادی کو خانہ بربادی، بلکہ خانہائے (یعنی بہت سارے گھروں کے لیے باعثِ) بربادی بنالیتے ہیں"[1]۔

ادائے رسم ورَواج کی غرض سے قرض لینا

میرے بھائیو! اکثر گھرانوں میں ان فضول رسموں کا بوجھ اٹھانے کی سکت اور طاقت نہیں ہوتی، لیکن وہ اپنی ظاہری نمود ونمائش کو برقرار رکھنے، اور صرف لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لیے سُودی قرض کے بوجھ تلے دبنے سے بھی گریز نہیں کرتے! حالانکہ ایسا کرنا حرام ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ شادی کی رُسومات کی غرض سے، قرض لینے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ (رُسوم کی) اِس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے، مگر (انہیں) رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں! مثلاً لڑکی جوان ہے، اور رُسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں، تو یہ نہ ہوگا کہ رُسوم چھوڑ دیں اور نکاح کردیں؛ کہ سبکدوش ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو! اب رُسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگنے [کے لیے] طرح طرح کی فکریں کرتے، اس خیال

(۱) "مرآۃ المناجیح" نکاح کا بیان، تیسری فصل، ۵/۱۱۔

میں کہ کہیں سے مل جائے تو شادی کریں، برسیں (کئی سال) گزار دیتے ہیں، اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض لوگ قرض لے کر رُسوم کو انجام دیتے ہیں، یہ ظاہر کہ مفلس کو قرض دے کون؟ پھر جب یوں قرض نہ ملا تو بَنیوں (ہندو تاجروں) کے پاس گئے اور سُودی قرض کی نَوبت آئی، سُود لینا جس طرح حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے، حدیث میں دونوں پر لعنت آئی، اللہ و رسول کی لعنت کے مستحق ہوتے، اور شریعت کی مخالفت کرتے ہیں، مگر رسم چھوڑنا گوارا نہیں کرتے!۔

پھر اگر باپ دادا کی کمائی ہوئی کچھ جائیداد ہے تو اُسے سُودی قرض میں مکفول کیا، ورنہ رہنے کا جھونپڑا ہی گروی رکھا، تھوڑے دنوں میں سُود کا سیلاب سب کو بہالے گیا! جائداد نیلام ہوگئی، مکان بنیے (ہندو تاجر) کے قبضہ میں گیا، دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، نہ کھانے کا ٹھکانہ، نہ رہنے کی جگہ۔ اس کی مثالیں ہر جگہ بکثرت ملیں گی، کہ ایسے ہی غیر ضروری مَصارف کی وجہ سے مسلمانوں کی بیشتر جائیدادیں سُود کی نذر ہوگئیں! پھر قرض خواہ کے تقاضے اور اُس کے تشدُّد آمیز لہجہ سے رہی سہی عزّت پر بھی پانی بہہ جاتا ہے۔ یہ ساری تباہی بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں، مگر اب بھی عبرت نہیں ہوتی، اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے!"[١]۔

عزیزانِ محترم! آج اگر ہم ان فضول رسم ورَواج کو ترک کرکے، دینِ اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں، تو ہمارے ان کمزور حال بھائی بہنوں کی شادیاں بھی، بھاری قرض کے بوجھ تلے دبے بغیر، وقتِ مناسب پر ہو سکتی ہیں!۔

---

(١) "بہارِ شریعت" "شادی کے رُسوم، حصّہ ٧، ٢/١٠٤، ١٠٥۔

موسیقی اور لہو ولعب کا شرعی حکم

میرے محترم بھائیو! شادی بیاہ کے غیر شرعی رسم ورَواج میں سے ایک ناچنا گانا بھی ہے، ناچ گانا لہو ولعب ہے، حرام ہے، خوشی ہو یا غمی، کسی بھی موقع پر دینِ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، سرکارِ دوعالم ﷺ نے گانے باجوں کی ممانعت میں فرمایا: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ ...المَعَازِفَ!!»[1] "میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو باجوں (میوزک) کو حلال کرلیں گے!"۔

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناچ گانے کے بارے میں حکمِ شریعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اکثر جاہلوں میں رَواج ہے، کہ محلے یا رشتے کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں، یہ حرام ہے؛ کہ اوّلاً ڈھول بجانا ہی حرام، پھر عورتوں کا گانا مزید براں، عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا، اور وہ بھی گانے کی، اور وہ بھی عشق وہجر ووصال کے اَشعار یا گیت!۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چِلّا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں، گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں، ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہوجاتی ہیں، گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں! کتنی ہی دُور تک آواز جائے (گویا) کوئی حرج نہیں! نیز ایسے گانے میں جوان جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، ان کا ایسے اَشعار پڑھنا یا سننا، کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو اُبھارے گا؟! اور کیسے کیسے وَلوَلے پیدا کرے گا؟! اور اَخلاق وعادات پر اِس کا کہاں تک اثر پڑے گا؟! یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو! (یا) ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو!"[2] ع

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأشرِبة، ر: ٥٥٩٠، صـ٩٩٢.

(۲) "بہارِ شریعت" "شادی کے رُسوم، حصّہ ۷، ۲/۱۰۵۔

دانش منداں را اشارہ کافی است

ولیمہ... ایک سنّت یا رسمی دعوت!

عزیزانِ محترم! شادی بیاہ میں دیگر خُرافات کی طرح ولیمے کا کھانا بھی سنّت کے بجائے، بطورِ تفاخُر محض ایک رسمی دعوت بن کر رہ گیا ہے، جس میں رشتہ داروں اور دوستوں کے علاوہ، بزنس کمیونٹی اور سیاسی اثرورُسوخ رکھنے والی سرکردہ شخصیات کو بڑے اہتمام سے بلایا جاتا ہے، اور عموماً غرباء وفقراء کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، ایسی دعوت سے بُرا کوئی کھانا نہیں! حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: «شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الأَغْنِيَاءُ، وَيُتْرَكُ الفُقَرَاءُ!»[1] "بدترین کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے، جس میں مالداروں کو بلایا جائے، اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی تقریبات بالخصوص دعوتِ ولیمہ میں، امیروں کے ساتھ ساتھ غریب اور نادار پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بھی ضرور دعوت دیا کریں، انہیں عزّت واحترام کے ساتھ اپنی محافل ومجالس کا حصہ بنائیں؛ کیونکہ ہمارا ان پر شفقت ومہربانی کرنا ہمارے لیے اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے!۔

جہیز کا مطالبہ ایک لعنت ہے

عزیزانِ محترم! آج کل شادی بیاہ میں کیے جانے والے بے جا اِخراجات اور جہیز کے مطالبات نے، اس پیاری سنّت کی ادائیگی کو بھی بڑا مشکل بنا دیا ہے، لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی صورت میں اَنواع واَقسام کی اشیاء کا مطالبہ، کسی طور پر بھی

(١) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ٥١٧٧، صـ٩٢٥.

درست نہیں، بلکہ ضروری سامان اور اَسباب کا انتظام لڑکے کے ذمّہ ہے، البتہ لڑکی والے بخوشی دلہن کوکچھ دیں تواس میں مضائقہ نہیں، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «جَهَّزَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ»[1] "رسول اللہ ﷺ نے خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لیے جہیز میں ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک ایسا تکیہ عنایت فرمایا، جس میں ایک خوشبودار سبز گھاس (اذخر) بھری ہوئی تھی"۔

حضراتِ گرامی قدر! جس طرح لڑکے والوں کے لیے جہیز کا مطالبہ درست نہیں، اسی طرح لڑکی والوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بچی کو جہیز دیتے وقت، برادری میں محض اپنی ناک اونچی رکھنے، یا نمود ونمائش کی غرض سے بے جا اِخراجات کرکے، دیگر غریب گھرانوں کے لیے دشواریوں کا باعث نہ بنیں؛ کیونکہ آج کل غریب گھرانوں کی اکثر بچیاں، بڑے شادی ہالز (Marriage Halls) میں انواع واَقسام کے کھانوں، اور کثیر سامان کا انتظام نہ ہونے کے باعث، اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی بیٹھی بڑھاپے کی دہلیز چُھو رہی ہیں، اس کے نتیجے میں مُعاشرے میں بدکاری، فحاشی اور بے حیائی جیسی دیگر خُرافات میں اضافہ ہو رہا ہے!۔

مقابلے بازی کے طور پر کھانے کی تقسیم یا دعوت کرنا

حضراتِ ذی وقار! شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں اَنواع واَقسام کے مشروبات، اور کھانوں کا بھی بڑے پیمانے پر اہتمام ہوتا ہے، یہ سب رسمًا نہیں ہوتا بلکہ اَعزّاء واَقرباء سے محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے، یہ ایک نہایت ہی مستحسن ومبارک

(۱) "سنن النَّسائي" باب جهاز الرجل ابنته، ر: ۳۳۸۱، الجزء٦، صـ١٣٥.

عمل ہے، چونکہ یہ خیر وبھلائی پر مبنی امر ہے اس لیے اس میں شرعًا کوئی حرج یا اِسراف بھی نہیں ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ منظّم طریقے سے کھانا تقسیم کرنے اور کھانے کے بجائے بہت سا کھانا یونہی برتنوں میں چھوڑ کر ضائع کر دیتے ہیں، اور پھر انہیں یونہی کوڑے میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ سراسر گناہ اور رزق کی تذلیل ہے، حدیثِ پاک میں اس کی ممانعت ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبئ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم گھر تشریف لائے، روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، تو اُس سے گرد صاف کی اور کھا لیا، پھر ارشاد فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! أَكْرِمِي كَرِيماً؛ فَإِنَّهَا مَا نَفَرَتْ عَنْ قَوْمٍ قَطُّ فَعَادَتْ إِلَيْهِمْ»[1] "اے عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو؛ کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے رخصت ہوئی ہے، تو لَوٹ کر واپس نہیں آئی"۔

اسی طرح اگر کھانا کھلانے والے کی نیّت تفاخُر اور رِیاکاری ہے، اور اس کا مطلوب رِضائے الٰہی نہیں، یا پھر وہ کسی دوسرے مسلمان پر برتری جتلانے کے لیے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو ایسا کرنا چاہے محفلِ میلاد میں ہو یا کسی کی شادی بیاہ میں، ضرور ممنوع ومذموم ہے، حدیثِ پاک میں ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: «إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ»[2] "نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مقابلہ بازی کے طور پر، دو ۲ کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے!"۔

حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "جب دو ۲ شخص ایک دوسرے کے مقابلہ میں دعوت کریں، ہر ایک یہ

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الأطعِمة، ر: ۳۳۵۳، صـ۵۷۱، ۵۷۲.

(۲) "سنن أبي داود" باب في طعام المتباريَين، ر: ۳۷۵٤، صـ۵۳٦، ۵۳۷.

چاہے کہ میرا کھانا دوسرے سے بڑھ جائے؛ تاکہ میری عزّت ہو دوسرے کی ذِلّت، تو ایسی دعوت قبول نہ کرے، مثلاً شادی میں دُلہن ودُولہا والے مقابلہ میں دعوت کریں، تو کسی کی دعوت قبول نہ کرو، یا کسی برادری میں کسی کی شادی میں دعوت ہوئی، کچھ دن کے بعد دوسرے کے ہاں شادی ہوئی، اس نے بڑھ چڑھ کر کھانے پکائے، اس نیّت سے کہ پہلے کا نام نیچا ہو جائے اور میرا نام اونچا ہوجائے، تو یہ دعوتیں قبول نہ کرو۔ بُزرگانِ دین ایسی دعوتیں قبول نہیں کرتے تھے۔ آج کل مسلمان اسی مقابلہ کی رُسوم میں تباہ ہوگئے، اور نام کسی کا بھی نہیں ہوتا!"[1]۔

عقیقہ اور ختنہ سے متعلّق بعض رسم ورَواج

حضراتِ گرامی قدر! "بچہ پیدا ہونے کے شکرانے میں جو جانور ذَبح کیا جاتا ہے اُسے عقیقہ کہتے ہیں۔ علمائے حنفیّہ کے نزدیک یہ مباح ومستحب ہے، جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اُس کے کان میں اذان واِقامت کہی جائے، اذان کہنے سے -ان شاء اللہ تعالیٰ- بلائیں دُور ہو جائیں گی، اور بہتر یہ ہے کہ دہنے کان میں چار ۴ بار اذان، اور بائیں کان میں تین ۳ بار اِقامت کہی جائے۔ بہت لوگوں میں یہ رَواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے، اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ لڑکی پیدا ہو جب بھی اذان واِقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اُس کا نام رکھا جائے، سر مونڈا جائے اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے، اور بالوں کو وَزن کرکے اُتنی چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔

ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چَھٹی کی جاتی ہے، بعض لوگوں میں

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" ولیمہ کا بیان، دوسری فصل، ۵/۸۸۔

اس موقع پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں، مثلاً عورتوں کا گانا بجانا۔ ایسی باتوں سے بچنا اور ان کو چھوڑنا ضروری ولازم ہے، بلکہ مسلمانوں کو وہ کرنا چاہیے جو حضورِ اقدس ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ عقیقہ سے بہت زائد رسم ورَواج میں صَرف کردیتے ہیں اور عقیقہ نہیں کرتے، عقیقہ کریں تو سنّت بھی ادا ہوجائے اور مہمانوں کے کھلانے کے لیے گوشت بھی ہوجائے"[۱]۔

شیخ الحدیث حضرت علّامہ عبد المصطفی اعظمی رحمہ اللہ تعالی علیہ عقیقہ کی بعض غیر شرعی رسم ورَواج کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "عقیقہ بس اسی قدر سنّت ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو ۲ بکرے، اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا ذَبح کرنا، اور اس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کردینا، اور بچے کے بالوں کے وَزن کے برابر چاندی خیرات کر دینا، اور بچے کے سر میں زعفران لگادینا، یہ سب کام تو ثواب کے ہیں۔ باقی اس کے علاوہ جو رسمیں ہوتی ہیں کہ برادری کے لوگ جو کچھ (رقم) دیتے ہیں، وہ گھر والے کے ذمّہ ایک قرض ہوتا ہے کہ جب ان دینے والوں کے یہاں عقیقہ ہوگا، تو یہ لوگ اتنی ہی رقم ان کے (ہاں) دیں گے۔ اسی طرح عقیقہ میں لوگوں نے یہ رسم مقرّر کرلی ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر اُسترا رکھا جائے، فوراً اسی وقت بکرا بھی ذَبح کیا جائے، یہ سب رسمیں بالکل ہی لغو (فضول) ہیں، شریعت میں فقط اتنی بات ہے کہ نائی کو سر مونڈنے کی اُجرت دے دی جائے، اور بکرا چاہے سر منڈنے سے پہلے ذَبح کریں، چاہے بعد میں، سب جائز ودرست ہے۔ اسی طرح ختنہ میں بعض جگہ اس رسم کی بے حد پابندی کی جاتی ہے، کہ بچے کا لباس، بستر، چادر سب کچھ سرخ رنگ کا تیار کیا

---

(۱) "بہارِ شریعت" عقیقہ کا بیان، حصّہ ۱۵، ۳/۳۵۵، ۳۵۶، ملتقطاً۔

جاتا ہے، اور یہ لازم سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب رسمیں مَن گھڑت خُرافات ہیں، شریعت سے ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے"[1]۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی

حضراتِ ذی وقار! آج کل ایسی اَور بہت سی رُسوم کا طوق ہم اپنی گردنوں میں سجائے گھوم رہے ہیں، جو شرعًا ناجائز وحرام ہیں، لیکن ظاہری نمود ونمائش اور یہ سوچ کر کہ لوگ کیا کہیں گے؟! ہم ان رسم ورَواج کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں، صد افسوس کہ ان غیرِ شرعی رسم ورَواج کی ادائیگی میں ہم اس قدر آگے نکل چکے ہیں، کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی سے بھی نہیں چُوکتے! کسی یار دوست کی شادی آجائے تو مہندی کی تقریب کے لیے کئی کئی دنوں تک، اس کی تیاریاں کی جاتی ہیں، صرف ایک غیرِ شرعی رسم کی خاطر نادان لوگ ہزاروں روپے خرچ کرکے ناچ گانے اور آتش بازی کا اہتمام کرتے ہیں، ساری ساری رات اور دن بھر ڈھول ڈھمکّے اور بے ہودہ شور شرابے سے محلے بھر کا جینا مُحال کر دیتے ہیں، اور بعض تو اِس حد تک گزر جاتے ہیں کہ بیچلر پارٹی (Bachelor Party) کے نام پر شراب کی محفل سجانے سے بھی گریز نہیں کرتے، اس دَوران جتنی بھی نمازیں قضا ہوجائیں انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی!۔

اسی طرح بعض نوجوان ربیع الاوّل شریف کی آمد پر، گلی محلوں کی لائٹنگ (Lighting) اور محافلِ میلاد کی تیاریوں میں اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں، کہ انہیں اپنی نمازوں تک کا احساس نہیں رہتا، یہ طریقۂ کار بھی غلط غلط اور بالکل ناجائز وحرام ہے! اگر ہم واقعی میلاد والے آقا ﷺ کی رِضا اور خوشی چاہتے ہیں، تو ہمیں

---

(۱) "جنّتی زیور" چند بُری رسمیں، ص۱۵۲، ۱۵۳، مختصراً۔

ان کی اِطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے فرائض وواجبات میں پائی جانے والی کوتاہیوں کو دُور کرکے، ان کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا!۔

میرے عزیز دوستو بھائیو اور بزرگو! نماز، روزہ، حج، زکات، یہ سب ارکانِ اسلام ہیں، ان کی ادائیگی ہم پر فرضِ عین ہے، ہماری دیگر نفلی عبادات بھی اسی وقت ہمارے کام آئیں گی، اور بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں شرفِ قبولیت سے نوازی جائیں گی، جب ہمارے فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ ہو، بصورتِ دیگر ایسی نفلی عبادت ہمیں کوئی نفع نہیں دے گی۔ لہٰذا حقیقی معنی میں ایک باعمل مسلمان بنیے، اپنے فرائض وواجبات کو بروقت ادا کریں، اپنے ماں باپ کا ادب واحترام کریں، ناپ تول میں کمی نہ کریں، کسی کو دھوکا وفریب نہ دیں، کسی کا مال غصب نہ کریں، رزقِ حلال کمائیں اور حرام سے بچیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرکے خود کو اس کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اللہ کریم ہمیں علم وعمل کی توفیق بخشے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں فرائض وواجبات میں کوتاہی سے بچا، غیر شرعی رسم ورَواج کو ترک کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا۔ ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دَولت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلامی تعلیمات اور ہماری ترجیحات

(جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۱۳/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اسلامی تعلیمات کا طرّۂ امتیاز

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام ایک آسان، معتدِل اور اِفراط وتفریط سے پاک دین ہے، اس پیارے دین کی تمام تعلیمات سہل اور قابلِ عمل ہیں، نہ ان میں اِفراط ہے، کہ عمل کرنے والا ملال وتنگدلی کا شکار ہوجائے، نہ تفریط وجفا ہے کہ صاحبِ حق کا حق مارا جائے، بلکہ ہر مُعاملے میں ایک درمیانی اور معتدِل راہ تعلیم کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار نبئ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو مُخاطب کرکے فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا!»[1] "یقیناً اسلام آسان دین ہے، جو اِس میں بے جا سختی کرے گا، بالآخر

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدين يُسر، ر: ۳۹، صـ۱۰.

دین ہی اُس پر غالب آجائے گا، لہذا میانہ رَوی اختیار کرو، ایک دوسرے کے قریب رہو، اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے والی خوشخبریاں دیتے رہو!"۔

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام صرف عبادات اور مذہبی رُسومات کی ادائیگی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک جامع اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اس کے لیے دین کا لفظ استعمال ہوا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾[1] "یقیناً اللہ عزّوجلّ کے یہاں اسلام ہی دِین ہے"۔

اس دِین کی جامعیت اس کے مذہبی، مُعاشی، قانونی، ثقافتی اور مُعاشرتی کردار کے بغیر ممکن نہیں، نیز انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جس میں اسلام نے ہماری رَہنمائی نہ فرمائی ہو، قرآنِ کریم کا اَبدی نور آج بھی چمک رہا ہے، اَحادیثِ مبارکہ کے روشن مینار اور حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کی دائمی قندیلیں آج بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ضیاء پاشی کر رہی ہیں؛ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دینِ اسلام کے فرائض وواجبات کی پابندی کرے، مباح ومستحبات کو فرائض وواجبات پر ہرگز ترجیح نہ دے، اور دینِ اسلام کی روشن ودرخشاں تعلیمات پر ہمیشہ عمل پیرا رہے!۔

کامیابی وکامرانی کاراز

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی تعلیمات پر عمل ہی میں ہماری کامیابی وکامرانی کاراز پنہاں ہے، یہ تعلیمات بے شمار حکمتوں سے بھرپور ہیں، جو ہماری خیر وبھلائی کے لیے بیان کی گئیں ہیں؛ تاکہ ہم فضول مشقّتوں سے بچ کر دنیا وآخرت میں راحت وآسانی پائیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

---

(۱) پ ۳، آل عمران: ۱۹.

حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ﴾[1] "بہت مُعاملات میں اگر یہ (اللہ کے رسول) تمہاری رائے کے مطابق حکم دیں، تو تم ضرور مشقّت میں پڑ جاؤ! لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان پیارا کر دیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا، اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں!"۔

یعنی ایمان ان کے دلوں میں ایسا راسخ وپختہ ہو جاتا ہے، کہ انہیں کفر اور گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، یہ سب اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے، اور جن پر یہ فضل واحسانِ الٰہی رہے وہ کبھی راہِ ہدایت سے بہک کر گمراہ وبے دین نہیں ہو سکتے، بلکہ ہمیشہ اسلام اور اس کی تعلیمات پر استقامت کا مُظاہرہ کرتے ہوئے عمل پیرا رہتے ہیں۔

نماز اور اسلامی تعلیمات

حضراتِ ذی وقار! اسلامی تعلیمات میں ایمان کے بعد، اعمال میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیا گیا ہے، یہ وہ عظیم عبادت ہے جس کی تاکید تمام عبادات میں سب سے زیادہ کی گئی ہے، یہ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے، اِس کی اہمیت دیگر تمام اسلامی عبادات سے منفرد اور نمایاں ہے، اللہ عزّوجلّ نے اس کی فرضیت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر معراج کی رات آسمانوں کی بلندیوں میں بُلا کر فرمائی، یہ وہ فریضہ ہے، جس کی ادائیگی ہر عقلمند بالغ، آزاد قیدی غلام، طاقتور کمزور، تندرست بیمار، امیر غریب، مقیم مسافر اور مرد وعورت تمام پر لازم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ بروزِ قیامت اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی

---

(۱) پ۲٦، الحُجرات: ۷.

کے بارے میں پوچھا جائے گا، قرآنِ پاک میں بھی نماز کی حفاظت سے متعلّق بہت زیادہ تاکید آئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾[1] "تواُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلَف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں غَی کا جنگل پائیں گے!"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ "غَی" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "غَی جہنم میں ایک وادی ہے[2] جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "ہَبہَب" ہے[3]، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ تعالی اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے، یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کو اِیذاء دینے والوں کے لیے ہے"[4]۔

حضراتِ گرامی قدر! نماز تمام فرض اعمال میں نہایت اَہم واعظم فرض ہے، احادیثِ مبارکہ میں اِس کے قائم کرنے کی بہت تاکید، اور ترک پر سخت وعیدیں

---

(١) پ ١٦، مريم: ٥٩.

(٢) "تفسير النَسَفي" پ١٦، مريم، تحت الآية: ٥٩، ٢/ ٤٥.

(٣) أخرجه الدارمي في "السنن" كتاب الرقاق، باب في أودية جهنّم، ر: ٢٨١٦، ٢/ ٤٢٧، بطريق أزهر بن سنان، عن محمد بن واسع، قال: دخلت على بلال بن أبي بردة، فقلت: إنّ أباك حدّثني عن أبيه، عن النبي ﷺ، قال: «إنّ في جهنّم وادياً يقال له: هبهب» ...الحديث.

(۴) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصہ ۳، ۱/۴۳۴، ملتقطاً۔

بیان فرمائی گئی ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ!»[1] "قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں نے جی میں چاہا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دُوں، پھر نماز کا حکم دُوں کہ اُس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی کو حکم دُوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں ایسے لوگوں کی طرف نکل جاؤں (جو بغیر کسی عذرِ شرعی کے نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور اُن کے گھروں کو آگ لگادُوں"۔

عدل وانصاف اور اسلامی تعلیمات

عزیزانِ محترم! اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے جسے اپنانے والی قوم سربلند وسرفراز رہتی ہے، جس مُعاشرے میں اس گوہرِ گراں مایہ سے محرومی پائی جاتی ہو، وہ مُعاشرہ رُو بہ زوال ہوکر تباہی وبربادی سے دوچار ہوجاتا ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ میں مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام پر بڑی تاکید کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے خوب

(١) "صحيح البخاري" باب وجوب صلاة الجماعة، ر: ٦٤٤، صـ١٠٦.

(٢) پ ٦، المائدة: ٨.

قائم ہو جاؤ! اور تم کو کسی قَوم کی عداوَت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنۡ حَکَمۡتَ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ﴾[1] "اگر تم فریقَین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! سرورِ کونین ﷺ عدل وانصاف کے مُعاملے میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں فرمایا کرتے تھے، بلکہ سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھتا کرتے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: «كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمْ»[2] "بنو نضیر جب بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو نصف دِیت ادا کرتے، جبکہ بنو قریظہ بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے تو انہیں پوری دیت ادا کرتے، رسول اللہ ﷺ نے (اس ناانصافی کا خاتمہ کرتے ہوئے) ان کے درمیان مُساوات قائم کردی"۔

میرے عزیز دوستو! اسلامی تعلیمات کی رُوح کے عین مطابق، نظامِ عدل وانصاف کو انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کرنا، وقت وحالات کی اشد ضرورت ہے، اسے عدالتوں اور کورٹ کچہریوں تک محدود رکھنا، اس کی ہمہ گیر حیثیت کے ساتھ زیادتی

---

(١) پ ٦، المائدة: ٤٢.

(٢) "سنن أبي داود" باب الحكم بين أهل الذمّة، ر: ٣٥٩١، صـ٥١٥، ٥١٦.

ہے، ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ذمّہ داری ہر اُس شخص پر عائد ہوتی ہے، جو اس مُعاشرے کا حصہ ہے، دینِ اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کے مطابق فرد مُعاشرہ سے عدل کرے، اور مُعاشرہ فرد سے، عوام حکومت کے ساتھ عدل کریں، اور حکومت عوام کو عدل وانصاف کی فراہمی یقینی بنائے، یقین جانیے! اگر ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دینے لگے، تو مُعاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کہیں مُنافقت نہیں ہوگی، اور کرپشن (Corruption) اور بدعنوانی کا بھی خاتمہ ہوجائے گا!۔

سُودی لین دَین اور اسلامی تعلیمات

حضراتِ گرامی قدر! ہزاروں سال سے انسانی مُعاشرے میں سُود کا لین دَین جاری ہے، یہ ایک لعنت ہے، اسلامی تعلیمات میں اس کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾[1] "اللہ تعالی سُود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کو کوئی ناشکرا بڑا گنہگار پسند نہیں آتا"۔ لہذا اللہ تعالی اسے برکتوں سے محروم کردیتا ہے۔

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، سُودی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا: «هُمْ سَوَاءٌ»[2] "یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

میرے محترم بھائیو! آج ہماری بے عملی اور غلط ترجیحات کے باعث، عالَمِ اسلام انتہائی افسوسناک صورتحال سے دوچار ہے! سُودی لین دَین کا سلسلہ روز بروز بڑھتا چلا

---

(۱) پ۳، البقَرة: ۲۷۶.

(۲) "صحيح مسلم" باب لعن آكل الربا ومؤكله، ر: ٤٠٩٣، صـ٦٩٧.

جارہا ہے، جُوا اور لاٹری وغیرہ کے ذریعے فَوری اور وقتی مفاد کے پیشِ نظر، ہم نے آج اسلامی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے! ہم یہ کیسے بھول سکتے ہیں کہ ہم اُس نبئ مکرّم ﷺ کی اُمت ہیں جنہوں نے سُود کا خاتمہ کیا، رِشوت کو ممنوع قرار دیا، اور ہمیں ہر اُس لَین دَین کی ممانعت فرمائی جس میں کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو!۔

اسلامی تعلیمات پر عمل میں سُستی کا نتیجہ

حضراتِ ذی وقار! اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیجیے کہ اسلامی تعلیمات، بالخصوص فرائض وواجبات میں سستی وغفلت، دونوں جہاں میں نقصان اور رب تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[1] "جب نماز کو کھڑے ہوں تو لوگوں کو دکھانے کے لیے سستی وکاہلی سے کھڑے ہوں، اور اللہ کو تھوڑا یاد کرتے ہیں"۔

یاد رکھیے! سستی، کاہلی اور تنگدلی، عبادت کی قبولیت میں حائل ہونے والی رکاوٹوں میں سے ایک بڑی رکاوٹ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾[2] "وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں، اُس کا قبول ہونا اس لیے روکا گیا کہ وہ اللہ ورسول کے منکِر ہوئے، اور نماز کو سستی کی حالت میں آتے ہیں، اور ناگواری سے خرچ کرتے ہیں"۔ لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات پر غالب رہنے کی کوشش کریں، نماز سمیت تمام

---

(۱) پ٥، النساء: ١٤٢.

(۲) پ١٠، التوبة: ٥٤.

فرائض وواجبات کی ادائیگی میں چستی کا مُظاہرہ کریں، اور تمام اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کرتے رہیں!۔

درست ترجیحات کا تعین

عزیزانِ مَن! عوام کی خوشحالی، ان کا مفت علاج مُعالجہ، تعلیم، صحت اور روزگار کے زیادہ سے زیادہ مَواقع فراہم کرنا، آج دنیا کے حکمرانوں کی اوّلین ترجیح ہے، لیکن عوام کی دینی واَخلاقی تربیت کسی بھی سیکولر جُمہوریت کے پروَردہ نظامِ حکومت، یا سیاسی جماعت کے منشور کا حصّہ نہیں، جبکہ اس کے برخلاف اسلامی تعلیمات میں اس کا نپا تُلا معیار یہ ہے، کہ اللہ رب العالمین نے جس چیز کو اچھا قرار دیا وہ اچھی، اور جسے بُرا قرار دیا وہ بُری ہے۔ ایک مسلمان حکمران کی درست ترجیحات کیا ہونی چاہییں؟ اس بارے میں اللہ رب العزّت نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "وہ لوگ کہ اگر ہم اُنہیں زمین میں قابو (حکومت) دیں، تو وہ نماز برپا رکھیں، اور زکات دیں، اور بھلائی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد، جب خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امامت وخلافت کی ذمہ داری سنبھالی، اور اللہ عزّوجلّ نے انہیں اپنی زمین پر غلبہ واقتدار عطا فرمایا، تب ان حضرات نے ساری دنیا میں فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑنے کے ساتھ ساتھ، خالقِ کائنات عزّوجلّ کی طرف سے عائد کردہ فرائض وواجبات کو بھی پابندی کے ساتھ ادا کیا، نماز، روزہ، زکات اور حج کی ادائیگی کو یقینی بنایا،

(۱) پ ۱۷، الحج: ٤١.

اور اس سلسلے میں باقاعدہ نظام بھی مرتّب فرمائے۔

اسی طرح "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے اہم ترین فریضے کو ادا کرتے ہوئے، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا، زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیمات کو عام کیا، عدل وانصاف کو قائم کیا، سُود کی لعنت اور غیرِ شرعی رسم ورَواج کا خاتمہ فرمایا، ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی داد رَسی کی، عاجزی وانکساری، حلم وبُردباری اور اُمّت کی خیر خواہی کے جذبے کو پروان چڑھاکر، اسلام کی حقیقی تعلیمات کو عام کیا۔

ہماری ترجیحات کی سَمت

حضراتِ گرامی قدر! بحیثیت مسلمان ہماری بھی اوّلین ترجیح تو یہ ہونی چاہیے تھی، کہ ان تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کرتے، بلکہ سارے مُعاشرے میں انہیں عام کرنے کے لیے سنجیدہ اِقدامات کرتے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری ترجیحات کی سَمت تبدیل ہوچکی ہے، ہم نے غیر ضروری چیزوں کو خود پر لازم کرلیا ہے، ہم اسلامی تعلیمات کی بہ نسبت اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں، آج ہم مباح ومستحبات کے چکر میں فرائض وواجبات کو ترک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے!۔

عزیزانِ مَن! آج کسے نہیں معلوم کہ نماز، روزہ، زکات، حج، یہ سب ارکینِ اسلام ہیں؟ اور ان کی ادائیگی ہم پر فرضِ عین ہے! اس کے باوُجود ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں؟ یا صاحبِ نصاب واستطاعت ہونے کی صورت میں زکات وحج ادا کرتے ہیں؟ ہماری عملی کیفیت اس قدر اَبتر ہوچکی ہے، کہ ہم لوگ سارا سارا دن بیٹھ کر موبائل فونز اور ٹی وی چینلز پر تو، جب اور جو چاہتے ہیں دیکھ کر اپنا وقت صرف کرلیتے ہیں، لیکن کوئی نماز پڑھنے کا کہہ

دے تو کپڑوں کی ناپاکی، مصروفیت اور کام کاج جیسے فرسودہ بہانہ بنانے سے بالکل نہیں ہچکچاتے !حکمِ شرعی سے آگاہ ہونے کے باوُجود سُود اور رشوت کے لین دَین سے گریز نہیں کرتے ! چند پیسوں کی خاطر ناپ تول میں کمی کرنے سے باز نہیں آتے ! تلاوتِ قرآن کریم کے بجائے ہم اپنی سماعتوں میں گانے باجوں کا زہر اُنڈیل رہے ہیں !جشنِ میلادِ مصطفیٰ کے موقع پر شریعتِ مطہّرہ کی پاسداری کا عہد کرنے کے بجائے، گھر کی چھت پر صرف ایک جھنڈا لگا کر، ہم اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں! دینی مدارس اور اسلامی تحقیقاتی اداروں کی مالی مُعاونت کے بجائے، صرف گیارہویں اور بارہویں شریف کی بریانی کھانے کھلانے کو، آج ہم نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصوُر کر رکھا ہے !۔

میرے محترم بھائیو! آخر ایسا کب تک چلے گا؟! ہمارا شُعور آخر کب پختہ ہو گا؟! ہمیں صحیح اور غلط کی پہچان کب ہوگی ؟! ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات پر کب عمل پیرا ہوں گے ؟! ہم نفلی اور مستحب کاموں کو فرائض وواجبات پر ترجیح دینا آخر کب چھوڑیں گے ؟! جعلی پیروں، مال بٹورنے والے پیشہ ور مقرّروں، اور مراثی گوَیّے نما نوٹ خوانوں کے چنگل سے، آخر ہم کب چھٹکارا پائیں گے ؟! دینی مدارس جو اسلام کے قلعے ہیں، آخر ان کی مضبوطی کے لیے ہم کب ہمت کریں گے ؟!

اللہ کریم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا ہے، کہ ہمیں صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات کو سمجھنے، اور ان پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین !۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، شریعتِ مطہَّرہ کا پابند بنا، ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیمات اور ترجیحات کو سمجھنے اور انہیں اپنانے کی توفیق دے، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر بھرپور عمل کا جذبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

توہینِ رسالت ﷺ اور آزادیٔ اظہارِ رائے

(جمعۃ المبارک: ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۱۳/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حضورِ اکرم ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے

برادرانِ اسلام! حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ کے حبیب اور اس کے خلیفۂ اعظم ہیں، ان سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رکنِ ایمان اور ایمان کی جان ہے۔ جب تک کسی مسلمان کے دل میں نبیٔ کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر، اُس کے اپنے ماں باپ، اولاد، جان ومال اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو جائے، وہ کامل مؤمن نہیں ہوسکتا۔ اللہ ربّ العالمین حرمتِ رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا﴾[1] "اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! رسول اللہ کی تعظیم وتوقیر کرو! اور صبح وشام اللہ تعالی کی پاکی بولو!"۔

---

(۱) پ۲٦، الفتح: ۹.

جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، اور اُن سے محبّت کا دعویدار ہے، اس پر لازم ہے کہ نبئ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو تمام دنیوی مفادات اور ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھے، اور حضور کی خاطر بڑے سے بڑا جانی، مالی اور مُعاشرتی خطرہ مول لینے سے بھی گریز نہ کرے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾[۱] "اے حبیب آپ فرمادیجیے! کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا خاندان، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سَودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (یعنی انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

سب مسلمانوں کے لیے نبئ کریم ﷺ سے محبت وعقیدت نہ صرف فرضِ عین ہے، بلکہ ان کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کو ہر ایک سے زیادہ محبوب رکھنا کمالِ ایمان، اور سچے مؤمن کی علامت ہے، حدیثِ پاک میں ہے، رَحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ، مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[۲] "تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک میں

---

(۱) پ۱۰، التوبة: ۲٤.

(۲) "صحيح البخاري" باب حبُّ الرّسول ﷺ من الإيمانِ، ر: ۱۵، صـ٦.

اسے اُس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں!"۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پر عیسائی دنیا کا ردِ عمل

عزیزانِ محترم! رسول اللہ ﷺ کی عزّت وتکریم اور عظمت وناموس پر متعدّد آیات واحادیث کو، بطورِ دلیل پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن ہمارا مقصد یہاں دلائل کے اَنبار لگانا نہیں، بلکہ یورپ میں "توہینِ رسالت ﷺ" کے بڑھتے ہوئے واقعات کی طرف توجہ دلانا ہے۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ کسی بھی مذہب کا پیَروکار ہو، اس کے لیے اپنے مذہب سے عقیدت واحترام اور جذباتی لگاؤ ایک فطری اَمر ہے، وہ عملی طور پر اپنی مذہبی تعلیمات سے کتنا ہی دُور کیوں نہ ہو، لیکن اپنے مذہب اور دینی مقدّسات کی توہین کسی طور پر برداشت نہیں کر سکتا!۔

۱۹۸۹ء میں "شمالی کیرولینا" (North Carolina) میں منعقد ہونے والی نمائش میں، ایک آرٹسٹ "آندرے سیرانو" (Andre Serrano) نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی، اور ۱۹۹۶ء میں "کرس اوفیلی" (Chris Opheli) نے حضرت سیّدہ بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی، چند قابلِ اعتراض پینٹنگز (Paintings) بنائیں، تب پوری عیسائی دنیا کی طرف سے اسے "توہینِ مذہب" (Blasphemy) قرار دے کر شدید احتجاج کیا گیا، اور "آزادیٔ اظہار" (Freedom of expression) کے تمام اُصول وقوانین کو نظر انداز کرتے ہوئے، آرٹسٹوں (Artists) کی جانب سے اس کی تمام توجیہات وتشریحات کو ماننے سے یکسر انکار کیا گیا[۱]۔

حضراتِ گرامی قدر! مذہبِ عیسائیت کے ماننے والے اپنے دینی مقدّسات کی

(۱) "مُکالمہ" ۲۳ اگست ۲۰۱۸ء، توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ اور ہماری اَخلاقی ودینی ذمّہ داری۔

توہین پر احتجاج کرنے، اور ذمہ داران کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں، حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذاتِ والاصفات، ہم مسلمانوں کے لیے بھی قابلِ صد احترام بلکہ ایمان کا حصہ ہیں، ان کا ادب، احترام اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور تمام علمائے امّت کے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین و تنقیص کفر ہے، اس کا مرتکِب واجب القتل ہے!۔

جبکہ یورپی مُعاشرے کا دوہرا معیار یہ ہے، کہ جب کوئی سیاہ فام لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے، تو ویسٹرن ورلڈ (Western world) اسے نسل پرستی (Racism) کہتا ہے، جب کوئی یہودیوں کا تمسخر اڑاتا ہے تو اس کو یہودیوں کے خلاف تعصُّب (Anti Semitism) کہتا ہے، جب کوئی خواتین کا مذاق اڑائے تو اسے جنس پرستی (Sexism) اور عورت دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن جب یہ لوگ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو اسے آزادیٔ اظہار (Freedom of Speech) کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے ردِ عمل میں کوئی مسلمان جوابی کاروائی کرے، تو اسے دہشت گرد (terrorist) کہہ کر فوراً سزا دے دی جاتی ہے!!۔

توہینِ رسالت ﷺ کا شرعی حکم اور علمائے اُمّت

عزیزانِ گرامی! دوسری صدی ہجری کے نامور مجتہد اور چیف جسٹس امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ "توہینِ رسالت" سے متعلق، حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "کوئی بھی مسلمان جو نبیٔ کریم ﷺ کو گالی دے، یا رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرے، یا عیب جُوئی کرے، یا سرورِ عالم ﷺ کی شان میں کمی کرے،

اس نے کفر کا ارتکاب کیا"[۱]۔

حضراتِ ذی وقار! گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے، اس سلسلے میں علمائے اُمّت کا ہمیشہ سے اِجماع واتفاق رہا ہے، نویں ۹ صدی ہجری کے نامور فقیہ "علّامہ ابنِ بزّاز رحمۃ اللہ تعالی علیہ" فرماتے ہیں کہ "جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعدِ توبہ بھی اسے سزائے موت دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی مدہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی مُعافی نہیں ہوگی، اور تمام علمائے امّت کا اِجماع واتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر ومستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"[۲]۔

عزیزانِ محترم! گستاخِ رسول کی توبہ قبول نہیں! اس لیے اگر کوئی شخص گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ کرلے، تو کسی بھی حکمران یا صدر یا وزیرِ اعظم کو یہ اختیار نہیں، کہ وہ اسے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت مُعاف کرسکے! یا اس کی توبہ قبول کرسکے! گیارہویں ۱۱ صدی ہجری کے معروف عالمِ دین "علّامہ خیر الدین رَملی رحمۃ اللہ تعالی علیہ" ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو کافر توبہ کرے، اس کی توبہ دنیا وآخرت میں قبول ہے، مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ قبول نہیں، (ان میں سے) ایک وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ یا کسی اَور نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا ہو"[۳]۔

---

(۱) "الخراج" لأبي يوسف، فصل في الحكم في المرتَدّ عن الإسلام، صـ۱۸۲.

(۲) "الفتاوى البزّازية" كتاب ألفاظ ...، الفصل ۲، النوع ۱، ٦/ ۳۲۱، ۳۲۲.

(۳) "الفتاوى الخيرية" كتاب السِير، باب المرتدّين، ۱/ ۱۷۱.

توہینِ رسالت پر ردِ عمل میں شدّت کا سبب

میرے بھائیو! ظلم وزیادتی، ناانصافی، اِہانتِ مذہب یا دینی مقدّسات کی توہین پر کسی بھی نَوعیت کا ردِ عمل، انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اور اگر اِہانت کا یہ عمل (معاذاللہ) نبیٔ کریم ﷺ کی ذات سے متعلق ہو، تو پھر اس ردِ عمل میں شدّت کا آجانا ایک لازمی اَمر اور تقاضۂ ایمان ہے، جسے قانون کی بندش میں باندھنا تقریبًا ناممکن ہے!۔

لہذا مشرق ومغرب میں بسنے والی تمام اَقوامِ عالم، اگر یہ چاہتیں ہیں کہ دنیا امن وامان اور سکون کا گہوارہ بنی رہے، مُعاشرتی ہم آہنگی برقرار رہے، اور دنیا کا سکون غارت نہ ہو، تو اس عظیم مقصد کے لیے ہمیں مذہبی رَواداری کو فروغ دینا ہوگا! ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور دینی مقدّسات کا لحاظ رکھنا ہوگا، رسولِ کریم ﷺ سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت وناموس کی پاسداری کرنی ہوگی، اور ہر شخص کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی ہوگی، کہ ایک مسلمان کے لیے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس کس قدر اَہمیت کی حامل ہے! ایک مسلمان کٹ مر تو سکتا ہے، لیکن اپنی جان سے پیارے نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی تو بہت دُور کی بات ہے، گستاخی کا ادنیٰ شائبہ تک برداشت نہیں کرسکتا!!۔

اَقوامِ متحدہ (United Nations) بالخصوص یورپی یونین (European Union) کو اس حوالے سے خاص طور پر انتہائی مؤثر قانون سازی کرکے، اسے سختی کے ساتھ عملی جامہ پہنانا ہوگا! اور "ناموسِ رسالت ﷺ" کے حوالے سے "آزادیٔ اِظہارِ رائے" کی حُدود وقیود کو واضح طور پر متعیّن کرنا ہوگا! تاکہ اس کی آڑ میں روز بروز بڑھتی ہوئی انتہاء پسندانہ سوچ اور عزائم پر قابو پایا جاسکے! بصورتِ دیگر جو کچھ انجام ہورہا

ہے وہ سب کے سامنے ہے!۔

یورپ کی بڑھتی ہوئی اسلام دشمنی کے اَعداد و شمار

حضراتِ گرامی قدر! اکثر و بیشتر یورپی ممالک کا یہ دعوی رہتا ہے، کہ ان کے ملک میں ہر شہری کو بلاامتیازِ مذہب اور رنگ و نسل، یکساں انسانی حقوق اور مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن زمینی حقائق اس کے برعکس نظر آتے ہیں، اگر غیر جانبدارانہ طور پر بنظرِ غائر اس چیز کا تجزیہ و مُشاہدہ کیا جائے، تو ہر ذی شُعور پر یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکار ہو جائے گی، کہ جس قدر مذہبی مُنافرت، انتہاء پسندی اور توہینِ مذہب کا مُظاہرہ یورپی ممالک میں ہو رہا ہے، دنیا کے کسی اَور خطے میں اس کی مثال نہیں ملتی!۔

حضراتِ ذی وقار! الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and print media) نیز تاریخ بھی گواہ ہے کہ گزشتہ دو ۲ دہائیوں سے یورپ میں "آزادیٔ اظہارِ رائے" کے نام پر "ناموسِ رسالت ﷺ"، "توہینِ مذہب" اور "دینی مقدّسات" پر حملوں میں بہت تیزی واقع ہوئی ہے! اس میں شک نہیں کہ توہینِ رسالت و اِہانتِ مذہب کے واقعات ماضی میں بھی پیش آتے رہے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ گزشتہ بیس ۲۰ سالوں میں نام نہاد "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی ساری قوّت اسلام اور اس کے شعائر کی توہین کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے!!۔

اٹھارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۲ء کو ایک جنونی مذہبی عیسائی رَہنما "جیری فال" (Jerry Fall) نے امریکی چینل "فاکس نیوز" (Fox news) پر، اسلام کے بارے میں انتہائی نازیبا کلمات کہے، اور (معاذاللہ) نبیٔ اکرم ﷺ کو دہشت گرد کہا۔ اسی دَوران امریکی ریاست ہوسٹن (Houston State) کے ایک سینما گھر میں نبیٔ کریم ﷺ

کی ازدواجی زندگی کے بارے میں، ایک توہین آمیز فلم کی نمائش کی گئی۔

۴ دسمبر ۲۰۰۲ء کو "روزنامہ اُمّت" نے ایک پاکستانی تاجر کے حوالے سے یہ خبر شائع کی، کہ ٹوکیو جاپان (Tokyo Japan) میں آیاتِ قرآنیہ، سرورِ کونین ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں پر مشتمل، پرنٹڈ شرٹس (Shirts) اور کپڑے فروخت کیے جارہے ہیں۔

۲۰۰۴ء میں ہالینڈ (Netherlands) کے فلمساز "تھیون وان گوف" (Theon Van Gogh) نے دس ۱۰ منٹ پر مشتمل ایک دستاویزی فلم "سب مشن" (Submission) تیار کی، جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ مقدّسہ، اور اسلامی نظامِ عفّت وعصمت کو تضحیک وتوہین کا نشانہ بنایا گیا۔

۲۰۰۵ء میں سویڈن (Sweden) کے ایک شہر گوتھن برگ (Gothenburg) کے "میوزیم آف ورلڈ کلچر" میں ایڈز (AIDS) کے حوالے سے ایک نمائش کا انعقاد ہوا، جس میں قرآنی آیات پر مشتمل برہنہ پینٹنگز پیش کی گئیں۔

۲۰۰۵ء ہی میں ایک امریکی ریالٹی شو (Reality show) "تھرٹی ڈیز" (30 days) میں (معاذاللہ) دو ۲ بار رسولِ اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے دکھانے کی ناپاک جسارت کی گئی۔

۱۰ ستمبر ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک (Denmark) کے اخبار "جیلنڈز پوسٹن" (Jyllands Posten) نے نبئ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں، بارہ ۱۲ کارٹونز شائع کرکے امّتِ مسلمہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔ اس کے بعد فروری ۲۰۰۶ء اور اگست ۲۰۰۷ء میں یہ توہین آمیز خاکے دوبارہ شائع کیے گئے۔

"آزادیٔ اظہارِ رائے" کا غلط اور ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس گھناؤنی اور سوچی سمجھی سازش میں، ڈنمارک کے ساتھ ساتھ فرانس، جرمنی، ناروے، ہالینڈ اور اٹلی سمیت تمام امریکی ریاستوں کے ذرائع اِبلاغ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس بار گستاخانہ خاکوں کے علاوہ خانۂ کعبہ اور دیگر اسلامی اَحکام و شعائر کی توہین کی بھی ناپاک جسارت کی گئی!!۔

عزیزانِ محترم! ۱۱ فروری ۲۰۰٦ء میں جرمنی سے تعلق رکھنے والے ایک جنونی انتہاء پسند نے (معاذ اللہ) ٹوائلٹ پیپرز (Toilet papers) پر "قرآنِ پاک" پرنٹ کرکے انہیں مساجد اور میڈیا کی طرف بھیجا۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء میں سویڈن کے ایک شخص "لارز ویلکس" (Lars Wilkes) نے نبیٔ اکرم ﷺ کی توہین آمیز پینٹنگ بنائی۔ ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء میں معروف ویب سائٹ "وکی پیڈیا" (Wikipedia) پر نبیٔ کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے، دنیا بھر میں مسلمانوں کے احتجاج کے باوُجود، ویب سائٹ اِنتظامیہ نے مذہبی مُنافرت پر مبنی ان خاکوں کو ہٹانے سے اِنکار کردیا، یہ خاکے ابھی تک "وکی پیڈیا" پر موجود ہیں، اور شب و روز اُمتِ مسلمہ کی دل آزاری کا سبب بن رہے ہیں۔

۲۰۰۸ء میں ہالینڈ کے فلم ساز "گریٹ ویلڈرز" (Great welders) کی بنائی گئی متنازع اور توہین آمیز فلم "فتنہ" (Fitna) سامنے آئی، اس فلم میں اِسلامی قوانین اور مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی تضحیک کی گئی، اور قرآنی آیات کو برہنہ اداکارہ کے جسم پر لکھ کر "توہینِ مذہب و توہینِ قرآن" کا ارتکاب کیا گیا!!۔

۱۷ مئی ۲۰۰۸ء میں ہالینڈ کے ایک کارٹونسٹ (Cartoonist) نے نبیٔ رحمت ﷺ کے خاکے بناکر اپنی ویب سائٹ (website) پر لگائے، بعد میں عدالتی حکم پر ان خاکوں کو ویب سائٹ سے ہٹادیا گیا۔ ۲۰۱۰ء میں نیویارک (New York) کے "میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹ" (Metropolitan Museum of Art) میں تاجدارِ رسالت ﷺ کے خاکوں پر مشتمل پینٹنگز رکھی گئیں، تاہم مسلمانوں کے احتجاج اور شدید ردِ عمل کے خوف سے ان کو نمائش کے بغیر ہی ہٹادیا گیا۔

مئی ۲۰۱۰ء میں یورپی شرپسند عناصر کی جانب سے، فیس بک اور سوشل میڈیا کی دیگر ویب سائٹس پر، نبیٔ اکرم ﷺ کے خاکے بنانے کی عام دعوت دی گئی۔

۱۱ستمبر ۲۰۱۰ء کو فلوریڈا (امریکہ) کے ایک چرچ میں "ٹیری جونز" (Terry Jones) نامی ایک انتہاء پسند عیسائی پادری نے، قرآنِ پاک کو جلانے کا اعلان کیا، لیکن مسلمانوں کے شدید ردِ عمل کے سبب اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، اس بدبخت عیسائی دہشتگرد نے اپنا منصوبہ ترک نہ کیا، اور اگلے ہی سال ۲۰ مارچ ۲۰۱۱ء میں اپنے دیگر انتہاء پسند ساتھیوں کے ہمراہ، قرآنِ پاک کو نذرِ آتش کردیا!!۔

۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء میں فرانس کے ایک ہفت روزہ میگزین (Weekly Magazine) "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) نے نبیٔ اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں پر مشتمل خصوصی ایڈیشن شائع کرنے کا اعلان کیا، اور باقاعدہ اس کا ٹائیٹل بھی انٹرنیٹ پر شیئر کیا۔ اس کے ردِ عمل میں مسلم ہیکرز (Muslim Hackers) نے اس میگزین کی ویب سائٹ ہیک (Hack) کرلی، اور بعض

مسلمان نوجوانوں نے اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے سبب، اس میگزین کے دفتر پر فائر بم کے ذریعے حملہ بھی کیا!۔

اسی طرح ۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء میں ایک اسرائیلی نژاد یہودی ڈائریکٹر "نکولا بیسلی نیکولا" (Nicola Beasley Nicola) نے ہالی وُڈ (Holly Wood) میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں توہین آمیز فلم بھی ریلیز کی[1]۔

۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۴ء میں فرانسیسی میگزین "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) کی جانب سے توہین آمیز خاکوں کو دوبارہ شائع کیا گیا، جس پر مسلم ممالک میں شدید غم وغصے کا مظاہرہ اور احتجاج کیا گیا، ان خاکوں کے شائع کرنے کے باعث ۲۰۱۵ء میں اس میگزین کے دفتر پر دوبارہ حملہ ہوا، اور پندرہ ۱۵اَفراد کی ہلاکت ہوئی!۔

۲۰۱۸ء میں ہالینڈ سے تعلق رکھنے والے دہشتگرد سیاستدان اور فلمساز "گریٹ ویلڈرز" (Great welders) نے توہینِ رسالت پر مبنی "گستاخانہ خاکے" شائع کرنے کا اعلان کیا، لیکن پاکستانی مسلمانوں کے شدید ردِ عمل اور حکومت کی سفارتی کوششوں کے سبب، ہالینڈ کی حکومت نے مُداخلت کرتے ہوئے ان کی اِشاعت کورکوادیا۔

ستمبر ۲۰۲۰ء میں "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) نے ایک بار پھر توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتے ہوئے، گستاخانہ خاکوں کو نہ صرف شائع کیا، بلکہ انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ مسلمانوں کی مزید دل آزاری کرتے ہوئے، میگزین کے اداریے میں یہ بھی لکھا کہ "یہ تصویریں (توہین آمیز خاکے) تاریخ سے

---

(۱) دیکھیے: "دلیل" ۲۵ اکتوبر ۲۰۲۰ء، فرانسیسی صدر کا پاگل پن، توہین رسالت... الخ۔

متعلق ہیں، اور تاریخ کو نہ ہی دوبارہ لکھا جاسکتا ہے، نہ ہی مٹایا جاسکتا ہے"۔ جبکہ یہ بات سراسر جھوٹ پر مبنی اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے!!۔

گزشتہ ماہ ۱٦ اکتوبر ۲۰۲۰ء میں فرانس کے ایک بدبخت دہشتگرد اسکول ٹیچر "سیموئل پیٹی" (Samuel Petty) نے، رسولِ اکرم ﷺ کے بنائے ہوئے توہین آمیز خاکے، اپنے طلباء کو دکھانے کی ناپاک جسارت کی، اور کلاس میں موجود مسلمان طلباء کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا، رسول اکرم ﷺ سے اپنی لازَوال محبت وعقیدت کے سبب، ایک چیچن نوجوان سے یہ بات برداشت نہ ہوئی، اور اس نے اس گستاخی کی ناپاک جسارت کرنے والے ملعون کا سر قلم کردیا!!۔

گستاخانہ خاکوں کے بارے میں فرانسیسی صدر کا منفی کردار

حضراتِ گرامی قدر! فرانسیسی صدر "ایمانویل میکرون" (Emmanuel Macron) نے مذہبی مُنافرت پھیلانے اور بینَ المذاہب ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والے، اس بدبخت دہشتگرد اسکول ٹیچر کے اس فعل کی مذمت کرنے کے بجائے، ایسے نازک موقع پر انتہائی جانبدارانہ روِیہ اختیار کیا، اور فرانس میں بسنے والے پچاس ۵۰ لاکھ سے زائد مسلمانوں کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر، اسے فرانس کا قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے، اسے "لیجن آف آنر" (Legion of Honor) کے اعلیٰ ترین سِول (Civil) اِعزاز سے نوازا۔

یاد رہے کہ فرانس میں یہ اِعزاز اُسے دیا جاتا ہے، جس نے آرمی یا شہری سطح پر غیر معمولی خدمات انجام دی ہوں۔ فرانس کے صدر نے صرف اسی پر اِکتفاء نہیں کیا، بلکہ اس کے حکم پر اُس کا سوگ سرکاری سطح پر منایا گیا، اور اس کی یاد میں تمام

سرکاری عمارتوں پر، توہینِ رسالت ﷺ پر مبنی **"گستاخانہ خاکے"** آویزاں کیے گئے، اور ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے یہ بھی کہا کہ **"متنازع کارٹونز یا خاکوں کی اِشاعت سے کسی طور پر دستبردار نہیں ہوا جائے گا"**۔

فرانسیسی صدر کے اس غیر ذمہ دارانہ بیان اور طرزِ عمل کے خلاف، دنیا بھر میں پُرامن احتجاج کا سلسلہ جاری ہے، فرانسیسی مصنوعات کا مُعاشی بائیکاٹ کیا جا رہا ہے، مختلف ممالک میں موجود فرانسیسی سفیروں کو احتجاجی مراسلے بھی تھمائے جا رہے ہیں، بعض مسلم ممالک فرانس میں موجود اپنے سفیروں کو واپس بلانے کے حوالے سے بھی باہم مشورہ کر رہے ہیں، لیکن اُمتِ مسلمہ کے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ **"آزادیٔ اظہارِ رائے"** کا غلط اور ناجائز استعمال صرف اسلام ہی کے خلاف کیوں ہو رہا ہے؟! گزشتہ بیس ۲۰ سالوں میں توہینِ مذہب سے متعلق یورپی ممالک میں جتنے بھی واقعات پیش آئے، تقریبًا سب کے سب اسلام کے خلاف تھے، آج تک ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ **"آزادیٔ صحافت"** یا **"آزادیٔ اظہارِ رائے"** کا سہارا لیتے ہوئے، کسی یورپی باشندے، چینل یا اخبار نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب، یا ان کے شعائر کی توہین کی ہو! کیا یہ محض اتفاق ہے؟ یا کوئی سوچی سمجھی سازش؟ مسلم مفکرین، علمائے کرام، وکلا صاحبان، تاجر حضرات، کاروباری طبقہ، صحافی برادری، تمام سیاستدان اور ہمارے حکمران، عالمی حالات وواقعات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اس حوالے سے خوب سوچ بچار کریں! اور اپنے اپنے دائرۂ کار کے مطابق **"توہینِ رسالت ﷺ"** کے اس طوفانِ بدتمیزی کو روکنے میں اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کریں، ورنہ یاد رکھیے ؏

تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

فرانس کے مسلمان شہریوں کے ساتھ امتیازی سُلوک اور عالمی قوانین

حضراتِ گرامی قدر! غور وفکر کا مقام ہے کہ توہینِ رسالت اور توہینِ مذہب کے سب سے زیادہ واقعات، یورپ میں ہی کیوں ہو رہے ہیں؟! اور فرانس کی صورتحال تو اس قدر اَبتر ہوچکی ہے کہ "اِہانتِ مذہب" کی نَجاست سے، اب وہاں کی درسگاہیں اور تعلیمی ادارے بھی محفوظ نہیں رہے! اسکولز (Schools) اور کالجز (Colleges) میں علمی تشنگی دُور کرنے کے بجائے، انہیں رحمتِ عالم ﷺ کی شان میں گستاخی پر مجبور کیا جارہا ہے، ان سے "گستاخانہ خاکے" بنوائے جارہے ہیں، اور انہیں اسلام کے خلاف وَرغلا کر اسلامی تعلیمات سے انکاری بنایا جارہا ہے! بلکہ بعض میڈیا رپورٹس (Media reports) کے مطابق تو، فرانس میں مسلمان بچوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر بھی مجبور کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ خود کو "سچے فرنچ شہری" ثابت کر سکیں! اسی طرح "گستاخانہ خاکوں" کے خلاف پُراَمن احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو قتل کی دھمکیوں سے بھرے خطوط بھیجے جارہے ہیں، حجاب اوڑھنے والی مسلم خواتین کے خلاف اِنتہائی نازیبا زبان استعمال کی جارہی ہے! قانون پسند مسلم شہریوں کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے! بے گناہ لوگوں کو گرفتار کر کے انہیں تشدُّد کا نشانہ بنایا جارہا ہے! حکومتِ فرانس سے باقاعدہ رجسٹرڈ مسلم تنظیموں کو غیر قانونی طور پر کالعدم قرار دیا جارہا ہے! مساجد کی بندش کے ذریعے مذہبی آزادی پر پابندی عائد کی جارہی ہے! ایک محتاط اندازے کے مطابق گزشتہ ایک ماہ میں تاحال تقریبًا ستّر ۷۰ سے زائد مساجد کو نماز کے لیے بند کیا جاچکا ہے!۔

لیکن یہ سب کرتے وقت فرانسیسی حکومت (French government) شاید اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھی ہے، کہ مسلمان فرانس کی کُل آبادی کا آٹھ ۸ فیصد ہیں، یورپ میں آبادی کے اعتبار سے عیسائیت کے بعد، دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے، صرف فرانس میں ان کی تعداد پچاس لاکھ سے زائد ہے، لہٰذا یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی کے بھی کچھ حقوق ہیں، جنہیں ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا!!۔

فرانسیسی صدر یقیناً اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے، کہ شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بینَ الاَقوامی قانون (آئی سی سی پی آر) (International Covenant On Civil And Political Rights) کے آرٹیکل (۲۷) کے مطابق "ایسی ریاست جہاں مذہبی یا لسانی اَقلیت موجود ہو، وہاں اَقلیت کو اپنی تہذیب اور مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی حاصل ہے"[1]۔ اسی طرح آرٹیکل (۲) کے سیکشن 1 کے مطابق "کوئی بھی ریاست اپنے شہریوں کے ساتھ، ان کے مذہب کی بنیاد پر امتیازی سُلوک (Discriminate) نہیں برت سکتی"[2]۔

لہٰذا فرانس سمیت تمام یورپی ممالک کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے، کہ ہمارے پیارے نبیٔ کریم ﷺ ہم مسلمانوں کے دلوں میں بستے ہیں، جب کوئی ان کی توہین کرتا ہے تو ہمیں دلی تکلیف پہنچتی ہے، اور دل کو پہنچنے والا دُکھ جسم کو پہنچنے والے دُکھ سے بہت زیادہ درد دیتا ہے! لہٰذا حضور کی شان میں بار بار گستاخی سے

(1) International Covenant on Civil and Political Rights, P.No: 14.
(2) International Covenant on Civil and Political Rights, P.No: 2.

اُمتِ مسلمہ کے نہ صرف جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، بلکہ یورپی ممالک میں بسنے والے مسلم شہریوں کے حقوق بھی پامال ہورہے ہیں! لہٰذا ہم تمام اَقوامِ عالم کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں، کہ "جیو اور جینے دو!" (Live and Let Live)۔

اگر یورپ نے اپنی رَوش نہ بدلی تو مُعاملہ صرف پُراَمن احتجاج یا سوشل بائیکاٹ (Social Boycott) تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ "عالمی عدالتِ انصاف" (International Court Of Justice) کا دروازہ بھی ضرور کھٹکھٹایا جائے گا، اور یورپ کو اسی زبان میں جواب دیا جائے گا جسے وہ سمجھتا ہے!۔

آزادیٔ اظہارِ رائے کی تعریف

حضراتِ محترم! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یورپ میں رائج "آزادیٔ اظہارِ رائے" کے قانون کا غلط ترین استعمال اسلام کے خلاف ہو رہا ہے! یہ سیکولرازم (secularism) کے حامیوں کا وہ ہتھیار ہے، جسے جب چاہیں اور جہاں چاہیں استعمال کیا جا سکتا ہے، لہٰذا یہ جاننا ہمارے لیے اَشد ضروری ہے کہ "آزادیٔ اظہارِ رائے" سے مراد کیا ہے؟ اور اس کی حُدود وقُیود کیا ہیں؟

میرے عزیزو! "آزادیٔ اظہارِ رائے" ایک وسیع المعنٰی اصطلاح ہے، اِس کی متعدّد تعریفیں بیان کی گئیں ہیں، البتہ مخصوص تعریف کوئی نہیں۔ "لیگل ڈکشنری" (Legal Dictionary) کے مطابق "آزادیٔ اظہارِ رائے سے مراد خیالات کا بلا روک ٹوک اظہار ہے، چاہے وہ زبانی طور پر ہو یا چھاپ کر، یا پھر کسی بھی دوسرے ذریعے سے، سب اس میں داخل ہیں"[1]۔

---

(1)http://legaldictionary/F/FreedomofExpression.aspx

جبکہ "نیو ورلڈ انسائیکلوپیڈیا" (New World Encyclopedia) کے مطابق، اپنے خیالات، معلومات اور آراء کے آزادانہ اظہار کو بھی "آزادئ اظہارِ رائے" کہا جاتا ہے(۱)۔

اسی طرح اقوامِ متحدہ (United Nations) نے "منشور برائے انسانی حقوق" (Charter Of Human Rights) کے آرٹیکل (۱۹) میں "آزادئ اظہارِ رائے" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ "ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے، اس حق میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے، اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے، علم اور خیالات کی تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے "(۲)۔

برادرانِ اسلام! ایسا لگتا ہے کہ بنیادی طور پر یہی وہ شق ہے جس سے جیری فال (Jerry Fall)، ٹیری جونز (Terry Jones)، گریٹ ویلڈر (Great welders)، اور سیموئل پیٹی (Samuel Petty) جیسے دہشتگردوں کو توہین آمیز کارٹونز، فلمیں اور گستاخانہ خاکے بنانے کی شہ مل رہی ہے! یہی وجہ ہے کہ وہ بلاکسی خوف وخطر کے اپنے تمام ذرائعِ ابلاغ برُوئے کار لاتے ہوئے، آئے روز "ناموسِ رسالت" پر حملہ آوَر ہورہے ہیں، یورپی ممالک اس شِق کی آڑ میں عدمِ رَواداری اور مذہبی مُنافرت کو پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں، نیز انتہاء پسندی کو بھی فروغ دے رہے ہیں!!۔

یقیناً انسانی حقوق کا منشور تشکیل دینے والوں کا مقصد ہر گز یہ نہیں ہوگا، کہ اس

---

(1)newworldencyclopedia.org/entry/Freedom_of_Speech

(۲)"انسانی حقوق کا عالمی منشور" ص۸۔

شِق (Article) کی آڑ میں کسی بھی مذہب کی اِہانت کی جائے، یا انبیائے کرام علیہم السلام کے گستاخانہ خاکے بنائے جائیں! کیونکہ اگران کا مقصد یہ ہوتا تو وہ اسی منشور کے آرٹیکل (۲۹) کی شق ۲ میں ہر طرح کی آزادی کو محدود کرتے ہوئے، اور انہیں اس بات کا پابند کرتے ہوئے ہرگز نہ لکھتے کہ "اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا، جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے، اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے ہوں، یا جُمہوری نظام میں اَخلاق، امنِ عامّہ، اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے، قانون کی طرف سے عائد کیے گئے ہوں"[(۱)]۔

حضراتِ گرامی قدر! اَقوامِ متحدہ کے اس **"چارٹر آف ہیومن رائٹس"** (Charter Of Human Rights) کے مذکورہ آرٹیکل میں، اس امر کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ مشرق ہو یا یورپ، دوسروں کے حقوق اور احترام کے بارے میں، ملکی قوانین کی پابندی کرنا ہوگی، ان کے تمام دینی ودنیاوی حقوق میں رَواداری اور باہمی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، اور ان کے مذہبی جذبات کا خیال اور احترام کرتے ہوئے، انہیں مجروح ہونے سے بچانا ہوگا، لیکن اگر کوئی ملک **"فرانس"** کی طرح اپنے شہریوں کے ساتھ رنگ ونسل اور زبان یا مذہب کی بنیاد پر، طبقاتی تفریق کا مُظاہرہ کرے، تو اسی آرٹیکل (۲۹) کی شق ۳ اِنہیں اس بات کا بھی پابند کرتی ہے کہ "یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی، اقوامِ متحدہ کے مقاصد اور اُصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں"[(۲)]۔

---

(۱) "انسانی حقوق کا عالمی منشور" ص۱۲۔

(۲) ایضاً۔

جبکہ آرٹیکل (۳۰) میں "آزادئ اظہارِ رائے" یا کسی بھی نَوعیت کی آزادی کے غلط اور ناجائز استعمال سے بچنے کی تنبیہ کرتے ہوئے، مزید یہ بھی لکھا کہ "اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی، جس سے کسی ملک، گروہ، یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے، یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو، جس کا منشا اُن حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو، جو یہاں (اس منشور میں) پیش کی گئی ہیں"[۱]۔

آزادئ اظہارِ رائے ... یورپی عقیدہ یا قانون

عزیزانِ مَن! بعض لوگ "آزادئ اظہارِ رائے" پر یورپ کا عمل ویقین دیکھتے ہوئے، اسے یورپی ممالک کے عقائد میں شمار کرتے ہیں، اور اسے کفریّہ قرار دیتے ہیں، جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ مروّجہ "آزادئ اظہارِ رائے" بنیادی طور پر اقوامِ متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق کا صرف ایک قانون ہے، عقیدہ ہرگز نہیں۔ یہ قانون اس منشور کے آرٹیکل (۱۹) کے تحت مذکور ہے[۲]، اسے مطلقاً کفر قرار نہیں دیا جاسکتا، ہاں البتہ جہاں اظہارِ رائے کی یہ آزادی قرآن وحدیث کے صریح اَحکام سے متصادِم ہو، وہاں اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں، اور اگر اظہارِ رائے کی آزادی اہلِ یورپ کا عقیدہ ہوتی، تو "توہینِ مسیح علیہ السلام" یا "ہولو کاسٹ" (Holocaust) کے خلاف بات کرنے پر قید وبند کی سزاؤں کا کوئی تصوُّر نہ ہوتا۔

بعض امریکی ریاستوں کے آئین میں "اِہانتِ مذہب" کے بارے میں ایسے قوانین بھی موجود ہیں، جو "آزادئ اظہارِ رائے" کی حد متعیّن کرتے ہیں، اور اس کے

---

(۱) ایضًا۔

(۲) ایضًا، ص۸۔

بطورِ عقیدہ ہونے کی نفی کرتے ہیں، جیسا کہ "میساچوسٹس" (Massachusetts) کے آئینی باب (۲۷۲) کی سیکشن ۳۶ میں مذکور ہے کہ "جو کوئی ارادۃً خداوند کے پاک نام کی گستاخی، یا اس کی خلّاقی، حکومت، آخرت کے انکار، اِہانت، ملامت کی صورت میں کرے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدّس روح کی قابلِ نفرت انداز میں ملامت کرے، یا مذاق اُڑانے کی صورت میں اِہانت کرے، یا خدا کے پاک نام (جو عہد نامہ قدیم وجدید میں درج ہے) کا مذاق اُڑائے، اس کی سزا جیل کی سلاخیں ہیں"[1]۔

احترامِ مذہب اور آزادئ اظہارِ رائے کی حدود

میرے عزیز دوستو! اقوامِ متحدہ (United Nations) کے پلیٹ فارم سے، دنیا میں بسنے والے ہر انسان کے لیے چار ۴ بنیادی حقوق مقرّر کیے گئے ہیں:

(۱) حقِ آزادی (Right to Freedom)

(۲) حقِ تنقید (Right to Criticism)

(۳) حقِ خود ارادیت (Right to Self Determination)

(۴) آزادئ اظہارِ رائے (Right to Freedom of Speech)

ان قوانین کی حیثیت ایک محوَر کی سی ہے، البتہ ہر ملک میں ان کی تعبیر وتشریح جدا جدا ہے، اکثر وبیشتر ممالک نے اپنی داخلی وخارجی صورتحال کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے، انہیں بعض حُدود وقُیود اور استثنائی صورتوں کے ساتھ رائج کر رکھا ہے۔

"یورپی کنونشن" (European Convention) کے آرٹیکل (۱۰) میں آزادئ اظہارِ رائے کی حُدود اور احترامِ مذہب کے حوالے سے مذکور ہے

---

(۱) "امنِ عالم کو درپیش خطرات اور آزادئ اظہارِ رائے کی درست تعبیر وتشریح" ص۷۔

کہ "ہر شخص اظہارِ رائے کی آزادی رکھتا ہے، اور یہ حق اسے کسی انتظامی رکاوٹ کے بغیر حاصل رہے گا... لیکن یہ حق کچھ پابندیوں کے ساتھ حاصل ہوگا، ان کی خلاف ورزی پر سزا اور جرمانہ دونوں ہی دیے جاسکتے ہیں! یہ آزادی قومی سلامتی اور سوسائٹی کے امن وامان میں خلل انداز نہ ہونے سے مشروط ہے، ریاست کی یہ بھی ذمّہ داری ہے کہ وہ قومی سلامتی، علاقائی خود مختاری، پبلک سیفٹی کے تمام تقاضوں کے پیشِ نظر، لوگوں کی صحت، اَخلاقیات اور دوسرے تمام بنیادی حقوق کو، مذہب کی توہین کے جُرم سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے"[۱]۔

اسی طرح ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء میں یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق(European Court of Human Rights) بھی، "توہینِ رسالت" سے متعلق ایک مقدّمے کا تاریخ ساز فیصلہ سناتے ہوئے، واضح طور پر یہ قرار دے چکی ہے کہ "پیغمبرِ اسلام کی توہین، آزادئ اظہارِ رائے کے زُمرے میں نہیں آتی؛ کیونکہ اس سے مذہبی امن خطرے میں پڑتا ہے"[۲]۔

فرانسیسی آئین(French Constitution) کے آرٹیکل (۱۱) میں ہے کہ "اظہارِ رائے کی آزادی ہر انسان کا حق ہے، اور وہ اس حق کی بنیاد پر اپنی مرضی سے بول، لکھ اور اِشاعت کر سکتا ہے، لیکن یہ حق قانون کے اندر دی جانے والی پابندیوں سے مشروط ہے"۔

اسی طرح ناروے (Norway) کے دستور میں آرٹیکل (۱۰۰) کے تحت مذکور ہے کہ "ملک میں پریس کی آزادی ہوگی، اور کسی شخص کو تحریر پر سزا نہیں دی

---

(۱) دیکھیے: "جسارت بلاگ" آن لائن، توہینِ مذہب اور یورپی ممالک کے قوانین۔

(۲) دیکھیے: بی بی سی اردو، ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۸، پیغمبرِ اسلام کی توہین آزادئ اظہارِ رائے نہیں ہے۔

جاسکے گی، لیکن اگر کوئی ایسا عمل جان بوجھ کر، یا کسی کے اکسانے پر کرے گا، جس سے مذہب کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، تو یہ عمل قابلِ سزا ہو گا"۔

جرمنی (Germany) کے آئین کے آرٹیکل (۱۱) سیکشن ۱٦۷ میں ہے کہ "مذہب اور مذہبی عبادات کی توہین قابلِ سزا جُرم ہے، اس کی سزا زیادہ سے زیادہ تین ۳سال تک ہو سکتی ہے"۔

نیوزی لینڈ (New Zealand) کے کرائم ایکٹ ۱۹٦۷ء کے پارٹ ۷ میں تحریر ہے کہ "مذہب اور اَخلاقیات اور پبلک ویلفیئر کے خلاف کہی ہوئی بات، لکھی ہوئی تحریر اور توہین آمیز مواد کی اِشاعت پر، ایک سال قید یا جُرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے"۔

اسی طرح ہالینڈ کریمنل کوڈ (Netherlands Criminal Code) میں آرٹیکل (۱۴۷) اور اسپین (Spain) میں آرٹیکل (۵۲۵) کے تحت یہ قانون موجود ہے کہ "مذہب کے بارے میں منفی اور توہین آمیز بات برداشت نہیں کی جاسکتی"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! مختلف یورپی ممالک کے دستور میں موجود، ان قوانین وضوابط سے پتہ چلتا ہے کہ "احترامِ مذہب" کے حوالے سے یورپ کے دل میں کچھ نہ کچھ جذبات اب بھی باقی ہیں، یورپی یونین اگر مخلصانہ طریقے سے اس سلسلے میں چند سنجیدہ اِقدامات کرے، اور عملی طور پر ان قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائے، تو "توہینِ مذہب" کے حوالے سے کسی نئے قانون سازی کی شاید ضرورت نہ رہے! لیکن اَلمیہ اور دُکھ یہ ہے کہ اس مُعاملے میں یورپ کا روِیہ انتہائی تعصبانہ ہے، وہ یورپ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر اور رُجحان سے خائف ہیں، یورپ اور امریکہ

---

(۱) دیکھیے: "جسارت بلاگ" آن لائن، توہین مذہب اور یورپی ممالک کے قوانین۔

میں اسلام جس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے، اسے دیکھتے ہوئے وہ لوگ خوف زدہ ہیں، کہ اگر یہ رفتار یونہی برقرار رہی تو آئندہ نصف صدی میں مسلمان، یورپ اور امریکہ کی سب سے بڑی طاقتور آبادی کی شکل اختیار کرلیں گے، اور مذہبِ عیسائیت کے پیروکار اَقلیت میں تبدیل ہو جائیں گے، اپنے اسی خوف کے پیشِ نظر وہ لوگ "اسلاموفوبیا" (Islamo Phobia) کا شکار ہو چکے ہیں! ناموسِ رسالت ﷺ پر بار بار حملے کرکے مسلمانوں کی کردارکشی کی جارہی ہے، مسلمانوں پر انتہاء پسندی اور دہشتگردی کا لیبل لگاکر، اہلیانِ یورپ کو اسلام سے بدظن کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے! تاکہ کوئی عیسائی، یہودی یا سیکولر شخص اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہو جائے!۔

گستاخانہ خاکوں کی روک تھام سے متعلق چند تجاویز

حضراتِ ذی وقار! یورپی ممالک کی طرف سے گستاخانہ خاکوں کی بار بار اِشاعت، دنیا کے ڈیڑھ اَرب سے زائد مسلمانوں کے ایمان اور نظریاتی اَساس پر حملہ ہے، ایسی ناپاک جسارت اگر کوئی عام شخص کرے تو یہ اس کا انفرادی وذاتی فعل قرار پاتا ہے، لیکن اگر اس کی پشت پناہی سرکاری سطح پر ہو، اور حاکمِ وقت خود اس میں ملوّث پایا جائے، تو اسے یقیناً عالمِ اسلام کے خلاف "اعلانِ جنگ" تصوُّر کیا جائے گا!!۔

گزشتہ دنوں فرانسیسی صدر کی جانب سے توہینِ رسالت ﷺ پر مبنی "گستاخانہ خاکوں" کی نشرواِشاعت کا سلسلہ، سرکاری سطح پر علی الاعلان ہوا، اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات شدید مجروح ہوئے، اگر غور کیا جائے تو یہ عالمی امن واَمان تباہ کرنے کی ایک بہت بڑی سازش اور انٹرنیشنل دہشتگردی

(International terrorism) ہے، جسے دنیا میں انتہاء پسندی کے بڑھاوے کے مذموم مقاصد کی تکمیل، اور اس کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے انجام دیا جارہا ہے!!۔

حکومتی سطح پر مذہبی مُنافرت سے بھرپور مواد کی اِشاعت، تاریخ میں اپنی نَوعیت کا غالبًا پہلا واقعہ ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، لیکن فی الحال ضرورت اس امر کی ہے کہ مذمتی بیانات کے ساتھ ساتھ "گستاخانہ خاکوں" کے خلاف، کچھ عملی اِقدام کرکے یورپی ممالک کو یہ مؤثر پیغام دیا جائے، کہ اس قسم کی ناپاک جسارت کو آئندہ ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا!۔ اس سلسلے میں چاہے جو بھی قیمت چکانی پڑی ہم چکائیں گے، لیکن اپنے پیارے نبی ﷺ کی عزّت وناموس پر کسی قسم کی آنچ ہرگز نہیں آنے دیں گے!!۔

میرے محترم بھائیو! ہم اُمتِ مسلمہ کو چاہیے کہ "تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ" کے لیے پوری قوّتِ ایمانی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں، اور باربار ہونے والے اس شیطانی عمل کو روکنے کے لیے عملی طور پر اِقدامات کا آغاز کریں! ہم بحیثیت قومِ مسلم سب سے پہلے اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، کہ اس واقعہ کا فوری نوٹس لیں، اور فرانس کے خلاف تادیبی کاروائی کا آغاز کریں! اسی طرح فرانسیسی صدر کو بھی اس بات کا پابند کیا جائے، کہ وہ دنیا بھر کے میڈیا کے سامنے بیٹھ کر مسلمانوں سے مُعافی مانگے! نیز اقوامِ متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق، اور یورپی عدالت برائے انسانی حقوق کے قوانین، ضوابط اور فیصلوں کی روشنی میں، فرانس کے

خلاف "عالمی عدالتِ انصاف" میں مقدّمہ دائر کیا جائے، اور مسلم ممالک کی نمائندہ تنظیم "او، آئی، سی" (Organisation of Islamic Cooperation) کو بطورِ فریق شامل کیا جائے!۔

علاوہ ازیں اقوامِ متحدہ (United Nations) کے پلیٹ فارم سے "احترامِ مذہب" اور "ناموسِ رسالت" کے حوالے سے ایک واضح لائحہ عمل دیا جائے، جو آزادیٔ اظہارِ رائے اور مختلف انسانی طبقات کے ایمان و مذہب، اور ان کے دینی مقدّسات کی حفاظت کے مابین توازُن پیدا کرے!۔

اسی طرح اس قانون میں آفاقی مذاہب سے تعلق رکھنے والے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین پر مبنی مواد کی، کسی بھی صورت میں اِشاعت کو عالمی جُرم قرار دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشرق و یورپ کے تمام ممالک باقاعدہ قانونی طریقۂ کار کو اختیار کرتے ہوئے، قانون کے عملی نفاذ کو یقینی بنائیں، اور توہین آمیز مواد کی اِشاعت کو ناقابلِ مُعافی جرم قرار دیں!۔

اسلامی تعاوُن کی تنظیم (او آئی سی) کے تمام رکن ممالک، فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، اور "اسلامو فوبیا" (Islamophobia) کے سبب مسلمانوں سے نفرت کے بڑھتے ہوئے واقعات، اور گستاخانہ خاکوں جیسی کارروائیوں پر گہری نظر رکھیں، اور خاکم بدہن ایسی صورتحال دوبارہ پیش آنے کی صورت میں متفقہ لائحہ عمل اپنائیں!!

صرف مذمتی قرار دادیں پاس کرنے کرانے پر اِکتفاء کے بجائے عملی اِقدامات کریں، جو ملک "توہینِ رسالت" کا مرتکب ہوا سے مشترکہ طور پر ناپسندیدہ ریاست قرار دیں، ان

کے سفیروں کوملک بدر کیا جائے، اپنے سفیر واپس بلائے جائیں، ان کے ساتھ ہر سطح کی تجارت کا بائیکاٹ کیا جائے، اور دفاعی مُعاہدوں کو بھی ختم کیا جائے!!۔

ترکی کی طرف سے سرکاری سطح پر، اُمتِ مسلمہ کو فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل، ایک جرأتمندانہ اِقدام ہے۔ پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک کو بھی ترکی کی طرح اس مسئلے پر فرنٹ لائن میں آنا چاہیے! کیونکہ یقینی طور پر وہ سیاسی اور مُعاشی طور پر اتنے کمزور ہر گز نہیں، کہ حکومتِ فرانس پر دباؤ نہ ڈال سکیں، یا اس مسئلے کو عالمی سطح پر اُجاگر نہ کر سکیں!۔

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضورِ اکرم ﷺ کی ناموس کی حفاظت ایمان کی ضمانت ہے! اگر کوئی مسلمان حضور نبیٔ کریم ﷺ کی گستاخی برداشت کر سکتا ہے، تو اسے مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا!۔ دوسری صدی ہجری کے عظیم بزرگ عالمِ دین اور محدّث حضرت سیّدنا امام مالک رحمہ اللہ تعالی علیہ نے ایک موقع پر خلیفہ ہارون الرشید سے فرمایا کہ "اس اُمت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، جس کے نبی ﷺ کو گالیاں دی جائیں!"[1]۔

پیارے بھائیو! آج ہمارے ایمانی جذبات سے کھیلا جارہا ہے! اور بار بار توہین آمیز کارٹونز، فلمیں، پینٹنگز، اور مذہبی مُنافرت سے بھرپور تحریر وتقریر کے ذریعے، ہماری غیرتِ ایمانی کو للکارا جارہا ہے! لہذا ہمیں اپنی تمام مصلحتوں اور مادّی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خوابِ غفلت سے جاگنا ہوگا! اور مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی اس بکھری اُمت کو متحد کرنے کا فریضہ انجام دینا ہی ہو گا!

---

(١) "الشفا" فصل في الحجّة في إيجاب قتل من سبّه أو عابه، الجزء٢، صـ١٣٨.

کتنے افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں پچاس ۵۰ سے زائد طاقتور اور مضبوط اسلامی ممالک ہونے کے باوُجود، دنیا کے ہر خطے میں صرف مسلم قوم ہی مظلوم و معتوب ہے، نہ ہماری جان محفوظ ہے نہ ہمارا دین، کہیں "ٹیری جونز" جیسے جنونی پادری کلامِ الٰہی کو شہید کررہے ہیں، تو کہیں ہمارے نبیٔ کریم ﷺ کی ذات ہی طعن و تشنیع کا نشانہ بنائی جارہی ہے، کہیں گستاخانہ خاکے بنائے جارہے ہیں، تو کہیں توہین آمیز فلمیں بناکر اُن کی کردارکشی کی جارہی ہے، اُن کی عِفت وعِصمت پر سوال اٹھائے جارہے ہیں!! اب ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کا رُخ متعیّن کریں، اور نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے کوششیں تیز تر کردیں!!۔

اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو، اور اپنے رحمت والے پیارے نبی ﷺ کی برکت سے تمام دنیا سے دہشتگردی، بداَمنی، بے سکونی، فتنہ وفساد، اور شیطانی وطاغوتی قوتوں کو نیست ونابود فرمائے، اور پوری دنیا میں امن وامان اور صحت وسلامتی کی فضا قائم فرمادے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کو ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرما، آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر ہمارے نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے بدبختوں کو نیست ونابود فرما، یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام مخالف ہر سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

دَورِ حاضر کے فتنہ وفساد کی سرکوبی

(جمعۃ المبارک ۴ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۱/۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

فتنۂ اِلحاد

برادرانِ اسلام! آج اُمتِ مسلمہ طرح طرح کے مصائب، مشکلات اور مسائل سے دوچار ہے، نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، قرآن وسنّت سے رُوگردانی کے سبب آج نَوبت یہاں تک آپہنچی، کہ اَقوامِ عالَم میں مسلمانوں سے زیادہ مظلوم کوئی قوم نہیں، ہر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ صورتحال مزید گھمبیر ہوتی جارہی ہے، سیکولرازم (secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کا لبادہ اوڑھے، کفّار ومشرکین ومُلحِدین اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں، اسلام کے خلاف نت نئی سازشیں رچائی جارہی ہیں، اور حق وباطل کی یہ لڑائی میدانِ جنگ سے نکل کر اَب فتنہ وفساد کی صورت میں ہر سُو پھیل چکی ہے!!۔

حضراتِ گرامی قدر! کفّار ومشرکین نے ہر زمانے میں دینِ اسلام پر حملوں

کے لیے مختلف انداز اپنائے، ہمارے زمانے میں مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر کفر والحاد کا پرچار، فکرِ غامدیت کا فروغ، جھوٹے مدّعیانِ نبوّت میں اضافہ، ناموسِ رسالت ﷺ پر حملے، شعائرِ اسلام کی توہین، اور اسلام کے قطعی اَحکام کو محض مفروضات کی بنیاد پر، جرح وتنقید کا نشانہ بنا کر پامال کرنا، اِن ملحدین کی اوّلین ترجیح ہے!۔

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم مسلمانوں میں اِلحادی فکر بڑی تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے، مُلحدین مختلف طریقوں حَربوں سے ہمارے مسلمان بھائی بہنوں کو، دینِ اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، ان کے قُلوب واَذہان میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں شکوک وشُبہات پیدا کر رہے ہیں، خالقِ کائنات عَزَّوَجَلّ کے وُجود سے انکار کیا جارہا ہے، مابعد الموت زندگی کو جھٹلایا جارہا ہے، فتنۂ اِلحاد کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ انسان جب ملحدانہ خیالات ونظریات کو اپنا لیتا ہے، تو رُشد وہدایت سے دُور، جنّت وجہنم کے وُجود سے انکاری، اور اَحکامِ الٰہی سے بے پرواہ ہو کر مرتَد وبے دین ہو جاتا ہے! اور دوزخ کی آگ اس کا مقدّر ٹھہرتی ہے!۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[۱] "یقیناً وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں! توکیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا؟ یا جو قیامت میں امان سے آئے گا؟ جو جی میں آئے کرو! یقیناً وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے!"۔

---

(۱) پ ۲٤، حم السجدة: ٤٠.

حضراتِ ذی وقار! ہماری نام نہاد اِشرافیہ (Elite)، میڈیا پرسنز (Media Persons) اور کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and universities) کے طلباء وطالبات، دینی علوم سے عدم آگاہی کے باعث اس فتنے کا سب سے زیادہ شکار ہورہے ہیں! ہماری سادہ لَوح عوام بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتی نظر آتی ہے، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ انہیں اس فتنے سے آگاہ اور خبردار کیا جائے، انہیں قرآن وسنّت کی تعلیم دی جائے، اسلامی تعلیمات واَحکام سے رُوشناس کرایا جائے!۔

اس سلسلے میں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز، ہسپتال، دینی مدارس اور مساجد کو بطورِ پلیٹ فارم استعمال کیا جائے، ان مقامات پر ایسا مفید لٹریچر (Literature) مفت تقسیم کیا جائے، جو فتنۂ اِلحاد اور اس کے شرعی حکم کے بارے میں ہو، اسی طرح سوشل میڈیا (social media) پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے وسیع مطالعہ کے حامل، ذہین فَطین اور قابل علماء کی ٹیم تشکیل دی جائے، جو اِلحادی فکر کو پروموٹ (Promote) کرنے والے پیجز (Pages) پر اُس کا رَد کریں اور جواب لکھیں، نیز مسلمان نوجوانوں کے ایمان کی حفاظت میں اپنا کردار کریں۔

فکرِ غامدیت

عزیزانِ ملّت! دَورِ جدید کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ "فکرِ غامدیت" بھی ہے، اس فکر کے پیچھے مشہور فتنہ باز اور نام نہاد مفکِّر "مسٹر جاوید غامدی" کی سوچ کارفرما ہے۔ ہماری عوام میں سے اکثریت اس بات سے ناواقف ہے کہ یہ شخص اِلحاد اور بے دینی کو پروموٹ (Promote) کر رہا ہے، اس کے اَفکار ونظریات شریعتِ اسلامیہ اور اُمّت کے اِجماعی واتفاقی مسائل سے متصادِم ہیں، یہ شخص آئے روز کوئی نہ کوئی گمراہ کُن

شوشہ چھوڑتا رہتا ہے، حضرت سیّدنا عیسٰی رُوح اللہ علیہ السلام کی حیات، سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ظہور، حدیث اور اِجماع کے حُجت ہونے، حدِ رَجم، قرآنِ پاک کی مختلف قراءتوں، مرد وعورت کی گواہی میں فرق، اور زَکات کے معیّن نصاب سے انکاری ہے۔ مسئلۂ تکفیر اور مرتَد کی شرعی سزا کے خلاف بھی سرگرمِ عمل ہے!!۔

اسی طرح سستی شہرت اور ناموَری کی خاطر کچھ اَور اَشخاص بھی، تفسیر بالرائے، انکارِ اِجماع، انکارِ سزائے رَجم واِرتِداد، اور اِقدامی جہاد کے انکار کے مُعاملے میں "فکرِ غامدیت" کے حامل ہیں!۔

میرے بھائیو! اگر "فکرِ غامدیت" کے تحت وضع کردہ فہمِ دین کے اُصول وقوانین کو درست مان لیا جائے، تو اُمتِ مسلمہ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی نظر آئے گی! ان ملحدانہ اَفکار ونظریات کے نتیجے میں مذہب سے بے زاری اور تذبذُب کی سوچ جنم لیتی ہے، عوام کے دلوں میں علمائے اُمّت کی عقیدت اور باہمی رشتۂ اعتماد کو گہری ٹھیس پہنچتی ہے!۔

حضراتِ گرامی قدر! "فکرِ غامدیت" کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک عربی زبان صرف قرآن فہمی کی حد تک ضروری ہے۔ اگر ان کی اس سوچ کو درست تسلیم کر لیا جائے، تو نتیجۃً صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے تمام اقوال، تابعینِ عظام ومفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات، اور فقہائے کرام قدس سرہم کے قرآن واحادیث سے اَخذ کردہ لاکھوں فقہی مسائل، بیَک جنبشِ قلم ناقابلِ اِلتفات ٹھہرتے ہیں۔ غامدی صاحب "اِجماع" کو صرف ایک بدعت اور علمی اَفسانہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک "تصوُّف" ایک عالمگیر گمراہی ہے!!۔

طُرفہ تماشا یہ کہ مُلحِدین کی طرف سے دینِ اسلام میں ہونے والی اس تحریف کو "تحقیق اور آزادیٔ اِظہارِ رائے" کا نام دے کر، "دَجّالی میڈیا" کے ذریعے، "فکرِ غامدیت" کو پروموٹ (Promote) کیا جارہا ہے!۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارے بعض ٹی وی چینلز (Tv Channels) اور تعلیمی ادارے بھی، اپنے پروگرامز اور نصاب تعلیم کے ذریعے، "اِلحادی فکر" کو پھیلانے میں شب وروز سرگرمِ عمل ہیں!! لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ "ریاستِ مدینہ" کے دعویدار حکمران، اور پیمرا (Pemra) جیسے فعّال ادارے بھی، انہیں روکنے ٹوکنے کے لیے تیار نہیں! شاید اسی طرح کی صورتحال کی عکّاسی کرتے ہوئے، شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا تھا: ع

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ ! (۱)

فتنۂ قادیانیت

برادرانِ اسلام! عالمِ اسلام کو جن شُرور وفِتن کا سامنا ہے، ان میں آج سب سے بڑا "فتنۂ قادیانیت" ہے۔ قادیانی "عقیدۂ ختمِ نبوّت" کے منکِر ہیں، یہ جھوٹے مدّعیٔ نبوّت "مرزا غلام قادیانی" کے لیے نبوّت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسے اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا شرعًا یہ لوگ مرتَد اور بے دین ہیں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اور تمام اُمّتِ مسلمہ کا اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ حضور نبیٔ کریم ﷺ اللہ رب العالمین کے آخری نبی ہیں، رسولِ کریم ﷺ پر سلسلۂ نبوّت ختم ہوچکا، اب تاقیامت کسی بھی نَوعیت کا کوئی سچا نیا نبی نہیں آسکتا۔ اس عقیدے میں

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، حصہ سوم، ص۲۳۵۔

کسی بھی تاویل وتخصیص کی کوئی گنجائش نہیں!۔

سیّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، قاطعِ قادیانیت، امام احمد رضا فاضلِ بریلی رحمہ اللہ تعالیٰ، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکِر سے متعلّق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضور پُرنور، خاتم النبیین، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم، یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیاء و مُرسلین، بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا، ضروریاتِ دین میں سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں اَدنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، وہ کافر مرتَد ملعون ہے! آیت مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّن﴾[1] "ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[2] "میرے بعد کوئی نبی نہیں!" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلَفاً وخلَفاً، ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد، قیامِ قیامت تک کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[3]۔

حضراتِ ذی وقار! حکمِ شریعت کے ساتھ ساتھ آج سے چھیالیس ۴۶ سال قبل سن ۱۹۷۴ء میں، پاکستانی آئین کی رُو سے بھی قادیانی "غیر مسلم" قرار دیے جا چکے ہیں، لیکن اس کے باوُجود یہ لوگ اپنی شیطانی چالوں اور ارادوں سے باز نہیں آئے، بلکہ شب وروز مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے، اور فتنے پھیلانے میں مصروف

---

(١) پ ٢٢، الأحزاب: ٤٠.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢.
و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرۃ، رسالہ "المبين ختم النبيين" ۲۲/ ۲۵۔

ہیں۔ آج قادیانی گروہ کی پشت پر یہود ونصاریٰ کا ہاتھ ہے، اسلام اور پاکستان مخالف قوّتیں دنیا بھر سے انہیں اَخلاقی ومالی طور پر فنڈنگ کر رہی ہیں، یہ اسرائیلی یہود کی طرح کام کرتے ہوئے "رَبوَہ" (چناب نگر) سے نکل کر رفتہ رفتہ وطنِ عزیز کے طول وعرض میں پھیل رہے ہیں، زمینیں خرید خرید کر اپنے لوگ آباد کر رہے ہیں، اَفواجِ پاکستان اور حکومتی ایوانوں میں اپنے لوگ داخل کر رہے ہیں، سوشل میڈیا(social media) پر قادیانی گروہ سے تعلق رکھنے والی نوجوان اور خوبرُو لڑکیوں کے ذریعے، مسلمان نوجوانوں کو روزگار اور شادی کا جھانسہ دے کر "قادیانی" بنایا جارہا ہے!!۔

میرے بھائیو! ہمارے نوجوانوں کو اس فتنہ سے ہر وقت خبردار رہنے کی ضرورت ہے! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے مُنافی کسی بھی قسم کا مشکوک لٹریچر آپ کی نظر سے گزرے، تو اپنے علماء سے فوری رابطہ کرکے انہیں مطلع کریں، اور اُن سے رَہنمائی لے کر اس کا فَوری اور مناسب سدِّباب کریں!۔

شعائرِ اسلام کی توہین

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کے خلاف کفّار ومشرکین اور ملحد وبے دین لوگ ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے ہیں، حق وباطل کی یہ جنگ تیر وتلوار اور قلم وقرطاس سے لے کر، آج الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا(Electronic and print media) تک، ہر محاذ پر پوری شدّت سے جاری وساری ہے!۔ آج اسلام کی خیر خواہی کے نام پر اسلام کو ڈَسنا، ناموسِ رسالت پر ڈاکہ ڈالنا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے گستاخوں کی پشت پناہی کرنا، مساجد ومدارسِ دِینیہ کو بدنام کرنے کے لیے انہیں فتنہ وفساد کے اَڈّے ظاہر کرنا، علمائے دین کی توہین اور کردار کشی کرنا، مغربی تہذیب سے مغلوب زَدہ فلموں ڈراموں میں ماں باپ،

بہن بھائی، اور بیٹا بیٹی جیسے پاکیزہ رشتوں کی حرمت اور تقدّس کو پامال کرنا، ان ملحدین کا طرّۂ امتیاز اور پسندیدہ مشغلہ ہے!!۔

راہِ حق سے پھرنے والے انہی ملحدین کے بارے میں حدیثِ قدسی میں آیا:

«وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ»[1] "یقیناً میں نے تو اپنے بندوں کو راہِ حق پر ہی پیدا کیا، پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا"۔

حضراتِ ذی وقار! اسلام مخالف سازشوں کا یہ سلسلہ صرف یہیں پر بس نہیں ہوتا، بلکہ دجّالی قوّتوں کی جانب سے علمائے اسلام اور مذہبی شخصیات کے مُعاشرتی کردار پر کیچڑ اُچھال کر، ناموسِ رسالت کے قانون کی ایک شِق (295c) کے خلاف سازش رَچائی جارہی ہے، اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس قانون کے تحت جو لوگ سزا بھگت رہے ہیں، وہ سب بے گناہ ہیں اور ان پر بنائے گئے مقدّمات، چند مولویوں اور شدّت پسند لوگوں کی کم علمی اور ہٹ دھرمی ہے (معاذ اللہ!)۔

فحاشی وعُریانیت کی لعنت

میرے محترم بھائیو! کفّار ومشرکین کی سازشوں، اور ہماری اپنی بے عملی کے باعث، مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی کا فتنہ بھی بہت تیزی سے پھیلتا جارہا ہے! گندے اور فحش گانوں کی لعنت کیا کم تھی؟ کہ اب ٹی وی، ڈش انٹینا، کیبل اور موبائل فونز کی شیطانیاں، اور ننگی تصاویر کی بہتات ہوتی جارہی ہے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧٢٠٧، صـ١٢٤١.

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾(١) "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے! اللہ سب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

اس آیتِ مبارکہ کا حکم اپنے عموم سے، فحاشی پھیلانے والی ہر چیز پر یکساں ہے، لہٰذا بدکاری کے اڈّے، سینما گھر، گندی فلمیں، ڈانس کلب، بے ہودہ قصے کہانیاں اور فحش اَشعار، غرض فحاشی وعُریانی پھیلانے والی تمام اشیاء حرام ہیں۔ مسلمان حکمرانوں پر لازم وفرض ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اڈے اور ذرائع مکمل طور پر ختم کروائیں، اور ان اَفعالِ فاحشہ کے مرتکبین کو شدید سزادی جائے؛ تاکہ آئندہ کسی کو مُعاشرے میں فحاشی وعُریانیت پھیلانے، یااُس کا مرتکب ہونے کی ہمت نہ ہونے پائے!!۔

دجّالی میڈیا کا پُرفتن اور گھناؤنا کردار

برادرانِ گرامی قدر! جیسے جیسے قیامت قریب آرہی ہے، دنیا میں جھوٹ اور مکر وفریب عام ہوتا جارہا ہے، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بناکر پیش کیا جارہا ہے، مختلف ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر فاسق وفاجر لوگ، اہم مُعاملات میں رائے زنی کرتے نظر آتے ہیں، یہ قیامت کی وہ علامات اور فتنے ہیں جن کے بارے میں نبئ کریم ﷺ نے، تقریبًا چودہ سوسال پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا۔

حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، کہ نبئ کریم ﷺ مدینہ طیّبہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر تشریف لے گئے، پھر فرمایا: «هَلْ تَرَوْنَ

(١) پ١٨، النور: ١٩.

مَا أَرَى؟» "کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟" لوگوں نے عرض کی: نہیں، نبئ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَإِنِّي لَأَرَى الفِتَنَ تَقَعُ خِلاَلَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ القَطْرِ»[1] "میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو بارش کی طرح تمہارے گھروں میں گر رہے ہیں!" یعنی وہ فتنے بارش کی طرح ہر گھر میں پہنچیں گے، اور کوئی شخص اس سے محفوظ نہیں رہ سکے گا!۔

قیامت کی ایک نشانی

قیامت سے پہلے نمودار ہونے والے فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "قیامت سے پہلے کچھ سال دھوکے اور فریب کے ہوں گے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا! خِیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا! اور ان میں رُوَیبضہ بات کریں گے" عرض کی گئی کہ رُوَیبضہ کیا ہے؟ فرمایا: «الْمَرْؤُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[2] "گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم مُعاملات میں اپنی رائے زَنی کریں گے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ، وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ»[3]

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الفِتن، ر: ۷۰۶۰، صـ۱۲۱۸.

(۲) "مسند البزّار" مسند عوف بن مالك الأشجَعي، ر: ۲۷٤۰، ۷/ ۱۷٤.

(۳) "سنن أبي داود" باب في كفّ اللسان، ر: ٤۲٦٤، صـ٥۹۹.

"عنقریب بہرے گونگے اندھے فتنے ہوں گے، جو انہیں اُچک کر دیکھے گا یہ اُسے اُچک لیں گے، اور ان فتنوں میں زبان چلانا تلوار چلانے کی طرح ہو گا!"۔

میرے عزیز بھائیو! آج دجّالی میڈیا کا کردار ہم سب کے سامنے ہے، نیوز چینلز (News channels) پر فاسق وفاجر اور کم علم لوگ، چوبیس ۲۴ گھنٹے حقائق کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہیں، وہ جھوٹ کو سچ کہیں تو دنیا اسے سچ تسلیم کرنے لگتی ہے، اور اگر وہ چمکتے سورج کی طرح رَوشن سچ کو جھوٹ کہہ دیں، تو ہر خاص وعام اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا نظر آتا ہے!۔

اپنے اچھے وقت کی قدر کیجیے

حضراتِ محترم! نمودار ہونے والے جن فتنوں کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا، آج وہ فتنے بڑی تیزی سے ظاہر ہو رہے ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے اچھے وقت کو غنیمت جاننا چاہیے، اور نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیثِ پاک میں ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَناً، كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِناً وَيُمْسِي كَافِراً، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِناً وَيُصْبِحُ كَافِراً، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا»(۱) "ان فتنوں سے پہلے اعمالِ صالحہ انجام دے لو، جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، کہ انسان مؤمن ہو کر صبح کرے گا اور کافر ہو کر شام کرے گا، یا مؤمن ہو کر شام کرے گا اور کافر ہو کر صبح کرے گا، دنیوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر ڈالے گا!"۔

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ۳۱۳، صـ٦٣.

فتنہ، فساد اور آزمائش سے بچانے والی دعا

میرے محترم بھائیو! فتنوں سے بچنے اور حفاظت کے لیے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں، اس طرح کثرت سے دعا کرتے رہنا چاہیے: ﴿رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾[1] "اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال! اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی عزّت وحکمت والا ہے"۔

فتنوں کی سرکوبی اور وقت کا تقاضا

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں، یہ شُرور وفِتن کا دَور ہے، آثارِ قیامت ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں، کفر والحاد جیسے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، مذہبی مسلّمات کی حُرمت وتقدّس کو پامال کیا جا رہا ہے، نبئ کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو، حکومتی سطح پر تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے، یہود ونصاریٰ کی جانب سے نبئ آخر الزمان ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنا کر ان کی اِشاعت کی جا رہی ہے! ایسے دِگرگوں حالات میں بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمّہ داری ہے، کہ فَوری طور پر ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنا اپنا کردار ضرور ادا کریں! اللہ عزّوجلّ نے قرآنِ پاک میں غلبۂ اسلام تک، فتنہ وفساد کرنے والوں کی سرکوبی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾[2] "ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے، اور سارا دین اللہ عزّوجلّ ہی کا ہو جائے! پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ عزّوجلّ ان کے کام دیکھ رہا ہے!"۔

---

(۱) پ ۲۸، الممتحنة: ۵.

(۲) پ ۹، الأنفال: ۳۹.

اگر ہم چاہتے کہ دَورِ جدید میں پے دَر پے اٹھنے والے ان فتنوں کی، ہمیشہ کے لیے سرکوبی ہو جائے، تو ہمیں "تحفظِ ناموسِ رسالت" سے متعلق آئینی شِقوں کو مزید مؤثِر بنانا ہوگا؛ تاکہ کسی کو اِن پر ڈاکہ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے!۔ یورپی ممالک میں بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ہمیں ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنانا ہوگا، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت، حرمت اور ناموس کی حفاظت ہو!۔

علمائے کرام، ملحدین ومستشرکین کی جانب سے وارِد کیے جانے والے عمومی اعتراضات کے بھرپور اور مدلّل جوابات دیں؛ تاکہ کسی کو اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کا موقع نہ مل سکے!۔

جن ممالک کے باشندے شعائرِ اسلام کی توہین کرکے، مذہبی مُنافَرت پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، ان کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق، ہر فورم (Forum) پر باقاعدہ احتجاج کیا جائے، اور ان کی متعلقہ حکومتوں سے عملی کاروائی کا مطالبہ کیا جائے، جبکہ مثبت پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کر لیے جائیں، اُن کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ (Boycott) کرکے، انہیں مُعاشی اِفلاس واضطراب کا مزہ چکھایا جائے؛ کہ موجودہ حالات میں مسلم ممالک کے پاس یہ ایک بہتر اور بڑا ہتھیار ہے!۔

نیز تمام اسلامی ممالک کو چاہیے کہ باہمی تعلقات ورَوابط کو مزید مضبوط بنائیں، آپس میں دفاعی معاہدے کیے جائیں، انٹرنیشنل ایشوز (International issues) پر یکساں مؤقف اختیار کیا جائے، اقوامِ متحدہ (United Nations) میں ووٹ کرتے وقت ایک دوسرے کے مفادات کا خوب خیال رکھا جائے، اور اتحاد

واتفاق کے ساتھ ساتھ باہمی تجارت کو بھی خوب فروغ دیا جائے!۔ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار فرما، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور آپ کی تعلیمات پر بھرپور عمل کی توفیق عطا فرما، ہر طرح کے شُرور وفِتن سے محفوظ رکھ، دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو ناکام بنا، کفّار، مشرکین، ملحدین اور ان کی سازشوں کو نیست ونابود فرما، اسلام کا بول بالا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

سرکارِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور ان کی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۲۷/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا وُجود پوری کائنات کے لیے خیر وبرکت کا باعث ہے، ہر دَور میں ان حضرات کی موجودگی کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی، بارگاہِ الٰہی میں مقبول ان ہستیوں کا مقام ومرتبہ بہت ہی بلند وبالا ہے، علم وحکمت کے یہ سرچشمے بعطائے الٰہی، متلاشیانِ حق کی تشنگی دُور کرتے ہیں، اُن کے قُلوب واَذہان کو محبتِ الٰہی سے لبریز کرتے ہیں، اور انہیں جہالت وگمراہی کے اندھیروں سے نکال کر نُورِ ہدایت کی رَوشنی میں لے آتے ہیں، یہ حضرات پیار محبت اور اُلفت کا درس دیتے ہیں، امن واَمان اور اُخوّت ورَواداری ان کی بنیادی تعلیمات ہیں، یہ حضراتِ مقدّسہ دنیا کی رنگینیوں اور مفادات کی جنگ سے کوسوں دُور ہیں، ربِ کائنات عزّوجلّ پر ان کے توکّل اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے مقام ومرتبہ کا یہ عالَم ہے، کہ خود خالقِ کائنات عزّوجلّ ان کی

شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ﴾[1] "سن لو! یقیناً اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خَوف ہے نہ کچھ غم!"۔

میرے محترم بھائیو! یہ وہ مقبولانِ بارگاہ ہیں جن کا دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے، ان کے شب وروز تسبیح وتہلیل میں گزرتے ہیں، ان کے قُلوب میں اللہ ورسول کی محبت وعقیدت درجۂ کمال کو پہنچی ہوتی ہے، اور ان کا مقصدِ حیات صرف اللہ ربّ العالمین کی رضا کا حصول ہوتا ہے!۔

ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک کامل اور نمایاں ہستی، حضور غوثِ اعظم "حضرت سیِّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ" کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اعلیٰ مقام ومرتبہ اور شان وعظمت سے نوازا ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ۴۷۰ یا ۴۷۱ھ میں رمضان شریف کے مبارک مہینے میں، بغداد شریف کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے ایک قصبہ "جیلان" میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والدِ ماجد کا نام "حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالی علیہ" تھا، آپ والد کی جانب سے حسنی جبکہ والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں[2]۔

حضور غوثِ اعظم اور سیادتِ متواترہ

عزیزانِ محترم! بعض شیعہ لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو سیّد نہیں مانتے، انہیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے کہ "سیِّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ یقیناً قطعاً اجلّ ساداتِ کرام سے ہیں، حضور کی سیادت متواترہ ہے، حضرت سیِّدی امامِ اوحد ابو الحسن لخمی قدس سرّہ کی

(۱) پ۱۱، یونس: ٦٢.

(۲) "بهجة الأسرار" ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، صـ۱۷۱.

"بهجۃ الاَسرار شریف"، امامِ جلیل عبداللہ بن اَسعد یافعی شافعی کی "اَسنَی المَفاخر"، علّامہ علی قاری کی "نزہۃ النواظر"، مولانا نور الدین جامی کی "نفحات الاُنس" اور شیخِ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی "زُبدۃ الآثار" وغیرہُم اجلّۂ اکابر کی معتمَدات اَسفار ملاحظہ ہوں!... رافضیوں کے یہاں تو معیارِ سیادت رفض ہے، سُنّی کیسا ہی جلیل القدر سیّد ہو، اُسے ہرگز سیّد نہ مانیں گے، اور کوئی کیسا ہی رَذیل ذلیل قوم کا آج رافضی ہو جائے، (ان کے لیے) کَل سے میر صاحب ہے!"[۱]۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آثارِ ولایت

حضراتِ محترم! ایک بار کسی نے حضرت محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ پوچھا، کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "میری عمر دس ۱۰ برس تھی، تب میں مکتب میں پڑھنے جاتا تو دیکھتا کہ میرے آنے پر فرشتے بچوں سے فرماتے کہ "ولی اُللہ کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کر دو!""[۲]۔

عبادت وریاضت اور معمولات

حضراتِ گرامی! پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عبادت ورِیاضت اور معمولات کا یہ عالم تھا، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ساری ساری رات عبادتِ الٰہی عزّوجلّ میں مصروف رہ کر، قرآنِ پاک کی تلاوت اور نوافل ادا کیا کرتے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پندرہ ۱۵ سال تک ہر رات میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا"[۳]۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الرد والمناظرۃ، ۲۰/۵۵۵، ملتقطاً۔

(۲) "بهجة الأسرار" ذكر كلمات أخبر بها عن نفسه محدثاً بنعمة ربّه، صـ۴۸.

(۳) المرجع نفسه، ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ۱۱۸.

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عبادت ورِیاضت اور معمولات سے متعلق، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابو الفتح ہَروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے چالیس ۴۰ سال تک حضرت شیخ محی الدین سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں وقت گزارا، اس مدّت میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عشاء کے وضوسے صبح کی نماز ادا کرتے، اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی بے وضو ہوتے تو فوراً وضو فرما کر دو ۲ رکعت نمازِ نفل پڑھ لیتے"[1]۔

میرے محترم بھائیو! ایک طرف اللہ تعالیٰ کے سچے برگزیدہ بندوں کا تو یہ عالَم ہے، مگر دوسری طرف آج کے نام نہاد پیروں فقیروں کا حال یہ ہے، کہ اکثر اَحکامِ شرعیہ کی پابندی نہیں کرتے، ظاہری حُلیہ بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتا، فرائض وواجبات کی ادائیگی کا بھی صحیح طور پر اہتمام نہیں کرتے، اکثر جاہل اور فاسقِ مُعلِن ہوا کرتے ہیں، اعلانیہ گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں، مریدین کی شرعی رَہنمائی کرنے کے بجائے اُن کے گھروں میں جاکر دعوتیں اڑانا، اور نذرانے وصول کرکے اپنی جائدادیں بنانا، ان نالائقوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ایسوں کو چاہیے کہ اپنے شب وروز پر خوب غور وفکر کریں! اور حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی سیرت وتعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے، اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کریں! ع

کرو گے کب تک اچھا مجھ بُرے کو

مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث![2]

---

(۱) المرجع السابق "ذكر طريقه رضي الله تعالى عنه"، صـ۱٦٤.

(۲) "ذوقِ نعت" صـ۱۱۳۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات

حضراتِ ذی وقار! آج مادّہ پرستی کا دَور ہے، ہر شخص انسانیت اور اَخلاقی اَقدار کے ساتھ نبرد آزما ہے، ایسے دِگرگوں اور نامُساعد حالات میں نفرت وعداوَت، لالچ و خود غرضی، اور مال ودَولت کی ہوَس نکال کر، محبت واِیثار اور جذبۂ اِخلاص سے وہی لوگ ہمکنار کرسکتے ہیں، جن کے دل ودماغ قرآن وسنّت کی رُوح سے آشنا ہوں۔ قُطبِ ربّانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ مبارکہ ایک ایسی ہی عہد ساز اور حیات آفرین شخصیت ہے، آپ کی سیرتِ طیّبہ اور کتابِ زیست کا ہر وَرق اُمّتِ مسلمہ کے لیے لائقِ تقلید اور مُعاشرے کی اصلاح کا باعث ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات ایک خزاں رسیدہ چمن کے لیے بادِ بہاری کے کسی خوشگوار جھونکے کی مثل ہیں، یقین جانیے! اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں، تو آج بھی دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی ہمارے قدم چوم سکتی ہے!۔

فرائض وواجبات کی پابندی

حضراتِ گرامی قدر! مسلکِ حق اہل سنّت وجماعت اور حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات یا عقائد ونظریات نہیں رہے، کہ فرائض کو ترک کرکے سنّتوں کی طرف توجہ کی جائے، یا سُنن کو چھوڑ کر نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہوا جائے! ہمارے نزدیک ایسا کرنے والے احمق اور گمراہ ہیں! لیکن بدقسمتی سے آج اَحکامِ شریعت سے ناواقف بعض بہروپیے "پیری فقیری" کے نام پر، عوام الناس میں شُکوک وشُبہات پیدا کررہے ہیں، حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام لے کر، اور خود کو اُن کا پیروکار بتاکر کے، بعض ایسے غیر شرعی عقائد ونظریات کا پرچار کررہے ہیں،

جن کا شریعتِ مطہّرہ اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی حقیقی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر شریعتِ مطہّرہ پر عمل پیرا رہے، اور فرائض وواجبات پر عمل کی تاکید بھی کرتے رہے!۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدوں، عقیدت مندوں اور ہر محبت کرنے والے مؤمن سے ارشاد فرمایا کہ "مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے، اور ان سے فراغت کے بعد سنّتوں پر توجہ دے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنّتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے، اگر کوئی شخص ادائے فرض کے بجائے سُنن ونوافل میں مشغول ہوا، تو وہ ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہو، اور بادشاہ کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے"[1]۔

میرے عزیزو! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے، کہ اَحکامِ شریعت کی پابندی کی جائے، اور نوافل ومستحبات میں پڑنے سے قبل، فرائض وواجبات پر عمل کو یقینی بنایا جائے، نفسانی خواہشات سے بچتا رہے اور انہیں شریعتِ مطہّرہ کے تابع کرے!۔

اِتّباعِ شریعت کی تاکید

عزیزانِ گرامی قدر! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کے انتہائی پابند تھے، ان کے نزدیک محبت ودشمنی اور پسند ناپسند کی کسوٹی صرف شریعت تھی، وہ ہر چیز کو شریعت کے ترازُو میں تولا کرتے، جو چیز معیارِ شریعت پر پورا اُترتی اسے اپنا لیتے، اور جو پورا نہ اُترتی

(۱) "فتوح الغيب" المقالة ٤٨ فيما ينبغي للمؤمن أن يشتغل به، صـ۱۱۳.

اسے ترک کر دیتے تھے۔ اِتّباعِ شریعت کی تاکید کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تُو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے، تو اُس کے کاموں کو قرآن وسنّت پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ، اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت کر؛ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ ﴾[1] "خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!"[2]۔

شریعتِ مطہَّرہ کے اَحکام اور اس کی حُدود کی پاسداری سے متعلق تنبیہ کرتے ہوئے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ "شریعتِ پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشی ہے، خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا"[3]۔

تقدیرِ الٰہی پر ایمان

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اللہ رب العالمین نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرّر فرمایا ہے، دنیا کا کوئی بھی کام اپنے مقرّر وقت سے پہلے ہرگز نہیں ہوسکتا! لہٰذا انسان کو ہمیشہ اپنے رب عزوجل کی رضا پر راضی رہنا چاہیے، اور کبھی ناشکری

---

(١) پ٢٣، صٓ: ٢٥.

(٢) "الطبقات الكبرى" للشَّعراني، ومنهم أبو ...إلخ، الجزء ١، صـ١٣١.

(٣) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ٩٩.

یا بے صبری کا مُظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، رب تعالی کی رضا پر راضی رہنے کی تعلیم دیتے ہوئے، امام العارفین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب اللہ تعالی اپنے بندے کی کوئی دعا قبول فرماتا ہے، اور جو چیز بندے نے اللہ تعالیٰ سے طلب کی وہ اسے عطا کرتا ہے، تو اس سے اللہ کے ارادے میں کوئی فرق نہیں آتا، اور نہ نَوشتۂ تقدیر نے جو لکھ دیا ہے اس کی مخالفت لازم آتی ہے؛ کیونکہ بندے کا سوال اپنے وقت پر رب تعالی کے ارادہ کے مُوافق ہوتا ہے، اس لیے قبول ہو جاتا ہے، اور روزِ اَزَل سے جو چیز اس کے مقدّر میں ہے، وقت آنے پر اُسے مل کر رہتی ہے"[1]۔

شریعت و طریقت میں باہمی تعلق

حضراتِ محترم! بعض لوگ "شریعت" کو "راہِ سُلوک" سے جدا سمجھتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اَحکامِ شریعت پر عمل کیے بغیر وہ "چِلّہ کشی اور خَلوَت نشینی" کے ذریعے "حقیقت و معرفت" کی منزل کو پالیں گے! وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "فقہ سیکھو اس کے بعد خَلوَت نشیں ہو! جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ جتنا سنوارے گا اُس سے زیادہ بگاڑے گا، لہٰذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو!"[2]۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مالکِ نفع و ضرر جاننا

حضراتِ محترم! بعض لوگ عقیدت میں محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مالکِ نفع و ضرر مانتے ہیں، اور بعض اس عقیدہ کو شرک قرار دیتے ہیں،

---

(۱) "فتوح الغيب" المقالة ٦٨ في قوله تعالى: ﴿كُلَّ ...الآية، صـ١٥٢، ١٥٣.

(۲) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ١٠٦.

امامِ اہل سنّت امام احمد رضا خان کی بارگاہ میں اس بارے میں ایک سوال پیش ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواباً "عقیدۂ اہل سنّت" واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو بعطائے الٰہی عزّوجلّ مالکِ نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں، مسلمان جب ایسا لفظ کہتا ہے تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے، نہ یہ کہ (معاذ اللہ) بذاتِ خود بے عطائے الٰہی مالکِ نفع وضرر جانے؛ کہ یہ کفرِ خالص ہے، اور کوئی مسلمان اس قصد سے نہیں کہتا"[1] ع

مُحیِ دیں غوث ہیں، اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا![2]

حضراتِ ذی وقار! آج ہم خود کو حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ماننے والوں میں شمار کرتے ہیں، انہیں پیرانِ پیر روشن ضمیر کہتے ہیں، اگر کوئی ان کی شان میں نازیبا کلمات کہے، تو اس کے ساتھ اُلجھنے سے بھی گریز نہیں کرتے، لیکن بدقسمتی سے عملی طور پر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم آج تک اُن کی تعلیمات سے -کماحقُّہ- واقف بھی نہیں، بطورِ تعارُف "بڑے پیر صاحب" کہنے کے سوا، ہم ان کی شخصیت سے بھی واقف نہیں، حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ زندگی بھر تبلیغِ دین میں مصروفِ عمل رہے، اور مخلوقِ خدا کو وعظ ونصیحت فرماتے رہے[3]۔ لیکن آج ہم انہیں ایک "پیر صاحب" سے زیادہ حیثیت دینے کو تیار نہیں، ہر ماہ ان کے "ایصالِ ثواب" کے لیے "گیارہویں شریف" کا ختم دِلا کر، بریانی وغیرہ نیاز کھا کر سمجھتے ہیں کہ محبت وعقیدت کا پورا حق ادا ہو گیا!۔

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب العقائد والکلام"، ۱۸/۱۰۳، ملتقطاً۔
(۲) "ذوقِ نعت" ۲۹۔
(۳) "بهجة الأسرار" ذكر وعظه رضي الله عنه، صـ۱۸۳، ۱۸٤.

میرے بھائیو! ایسا ہرگز نہیں، صحیح معنی میں حقِ عقیدت صرف اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے، کہ ہم حضرت کی سیرتِ مبارکہ اور آپ کی کتب کا مطالعہ کریں، ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں، اور ان پر عمل کی بھرپور کوشش کریں!۔

حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال شریف

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! وقت کے اس عظیم امام، عالم، غوث اور روحانی بزرگ حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال شریف ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں ہوا، بوقتِ انتقال آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عمر شریف تقریبًا نوے ۹۰ برس تھی"[۱]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصّہ عطا فرما، اور تو ہمیں اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "ذَیل طبقات الحنابلة" إسماعيل بن أبي طاهر بن الزبير الجيلي، ۲/ ۲۰۶.

جعلی پیروں کا شر و فساد

(جمعۃ المبارک ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۴/۱۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

پیری مریدی

برادرانِ اسلام! بیعت کے معنی پورے طَور سے بِک جانا ہے[1]۔ بیعتِ اِرادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر، اپنے آپ کو شیخ مرشِد، ہادیٔ برحق، واصلِ حق (یعنی جو اللہ تک پہنچ چکا ہو، اُس) کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اُس کی مرضی کے نہ رکھے، اپنی ہر مشکل اُس پر پیش کرے۔ غرض اُس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہو کر رہے۔ یہ بیعتِ سالکین ہے، اور یہی مقصودِ مشایخِ مرشدین ہے، یہی اللہ عزّوجلّ تک پہنچاتی ہے[2]۔

---

(۱) "الملفوظ" حصّہ ۲، ص۲۶۰۔

(۲) "فتاویٰ افریقہ" ص۱۲۶۔

شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت

میرے محترم بھائیو! حقیقی اولیائے کرام قرآن و سنّت اور اپنے روحانی فُیوض و برکات سے، جہاں اپنے مریدین و معتقدین کی، مذہبی و اَخلاقی اور ظاہری و باطنی تربیت فرماتے ہیں، وہیں آج کل بعض نام نہاد جعلی پیر فقیر، ولایت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے، ان کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے نظر آتے ہیں! انہیں گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں! اور خود ان جعلی پیروں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب ان سے کسی شرعی مُعاملے نماز وغیرہ سے متعلق پوچھا جائے، تو (معاذاللہ) کہتے ہیں کہ "ہم شریعت کے پابند نہیں، شریعت ہماری پابند ہے"۔

کوئی کہتا ہے کہ "تم شریعت پر چلو، ہماری طریقت کا راستہ اس سے الگ ہے، تم ظاہری اَحکام پر عمل کرتے ہو، اور ہم باطنی علوم پر عمل پیرا ہیں"۔

بعض لوگ یہ حیلہ سازی بھی کرتے ہیں کہ "میاں! ہم تو مدینے میں نماز پڑھتے ہیں، میاں! نماز تو روحانیت کا نام ہے، جو دِل میں ہوتی ہے، ہمارے دل نمازی ہیں"... وغیرہ وغیرہ۔

ایسے جعلی پیروں کا کوئی اعتبار نہیں! ایسے پیروں سے اپنا ایمان اور عقیدہ محفوظ رکھنا فرض ہے؛ کہ کہیں یہ لٹیرے ہمارا ایمان ہی برباد نہ کر دیں!؛ کیونکہ عام طور پر ان کے شنیع اَقوال و عقائد، کفر و گمراہی پر مشتمل ہوا کرتے ہیں۔ نیز اُن سے دُور رہنا اس لیے بھی ضروری ہے، کہ اہل سنّت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "طریقت شریعت سے جُدا نہیں"۔ چنانچہ مجدِّدِ اعظم، امامِ اہل سنّت، سیّدُنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال ہیں"[۱]۔

بیعت (پیری مریدی) قرآنِ کریم کی رَوشنی میں

عزیزانِ محترم! (۱) اللہ ﷻ کا ارشاد ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[۲] "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو؛ اس امید پر کہ فلاح پاؤ!"۔

امام حافظ الدین نَسَفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ہر وہ چیز وسیلہ ہے جس کے ذریعہ مطلوب تک پہنچا جائے، یعنی وہ قُربت وعبادت اور ترکِ مَعاصی، جن سے قربِ خداوندی حاصل کیا جائے"[۳]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مُرشِد ہے"[۴]۔

(۲) حضور نبئ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام وصحابیاتِ محترمات سے مختلف مَواقع پر، مختلف قسم کی بیعتیں لیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾[۵]

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والاِباحہ (سوم ۳)، تصوّف وطریقت، ۱۷/ ۱۰۶۔

(۲) پ۶، المائدة: ۳۵.

(۳) "المدارك" المائدة، تحت الآية: ۳۵، ۱/ ۳۲۰.

(٤) "القول الجميل مع شفاء العليل" الحكمة في تكرار البيعة، صـ۳۹.

(٥) پ۲٦، الفتح: ۱۰.

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں اے حبیب! وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا اُس نے خود اپنا نقصان کیا، اور وہ عہد جس نے پورا کیا جو اُس نے اللہ سے کیا تھا، تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب عطا فرمائے گا!"۔

علّامہ خازِن رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "کیونکہ انہوں نے جنّت کے بدلے میں اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ بیعت کی اصل یہ ہے کہ ایسا عہد جس میں انسان اپنے آپ پر امام کی اطاعت لازم کرتا ہے، اور اس عہد کو پورا کرتا ہے جس کا اُس نے التزام کیا ہے، اور اس مقام پر بیعت سے مراد حدَیبیہ کے مقام پر ہونے والی "بیعتِ رضوان" ہے"[1]۔

(۳) اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾[2] "اے نبی! جب تمہارے پاس اس بات پر بیعت کرنے کو مسلمان عورتیں حاضر ہوں، کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی مَوضعِ ولادت میں اٹھائیں کہ پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکا دیں، اور اس کے پیٹ سے جَنا ہوا بتائیں، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی، تو اِن سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو!"۔

(۱) "لُباب التأويل في معاني التنزيل" الفتح، ٤/ ١٥٧.

(۲) پ۲۸، الممتحنة: ١٢.

امامِ بغوی رحمۃ اللہ تعالٰی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہ فتحِ مکّہ کے دن ہوا جب رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم مَردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے، اور حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم صفا پر تھے، اور حضرت عمر حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے نیچے تھے، وہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے حکم پر خواتین سے بیعت لے رہے تھے، اور حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی بات خواتین تک پہنچا رہے تھے"[1]۔

بیعت (پیری مریدی) حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

حضراتِ محترم! (۱) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبّہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے: «كان النبيُّ ﷺ يبايعُ النّساءَ بِالكلام بهذه الآيةِ: ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ [الممتحنة: ١٢]» "حضور نبئ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم خواتین سے زبانی، اس آیتِ مبارکہ کے اَحکام کی بیعت لیتے، کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی!" آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: «وما مسّتْ يدُ رسولِ الله ﷺ يدَ امْرأةٍ، إلّا امْرأةً يملكُها»[2] "اپنی اَزواج اور باندیوں کے سِوا، رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چُھوا"۔

(۲) حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: «بايِعوني علَى أن لا تُشركُوا بالله شيئاً، ولا تسرقُوا، ولا تَزْنُوا، ولا تقتلُوا أولادَكم، ولا تأتُوا ببهتانٍ تفترونَه بينَ أيدِيكم وأرجُلِكم، ولا تعصوا في معروفٍ، فمَن وَفَى منكم فأجرُه علَى الله، ومَن

---

(١) "معالم التنزيل" الممتحنة، تحت الآية: ١٢، ٤/ ٣٣٤، ٣٣٥.

(٢) "صحيح البخاري" باب بيعة النساء، ر: ٧٢١٤، صـ١٢٤٢.

أصاب مِن ذلك شيئاً، فعُوقِب به في الدّنيا فهو له كفّارة، ومَن أصاب مِن ذلك شيئاً فستره اللهُ فهو إلى الله، إن شاء عفا عنه، وإن شاء عاقبَه!» "مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زِنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اور بہتان تراشی نہیں کرو گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑو، اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے، تم میں سے جس نے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر و ثواب اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے، اور جو اِن میں سے کسی برائی میں مبتلا ہو، اور دنیا میں اسے سزا مل گئی تو وہ اس کا کفّارہ ہو گیا، اور اللہ تعالی نے جس کا پردہ رکھا تو وہ اللہ کے سپرد ہے، کہ چاہے تو اسے مُعاف فرمائے، اور چاہے تو سزا دے!"۔ صحابی کہتے ہیں کہ ہم نے اِس بات پر حضورِ اقدس ﷺ سے بیعت کی"[۱]۔

بیعت (پیری مریدی) اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

حضراتِ گرامی قدر! امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "علمِ ظاہر کے بغیر علمِ باطن کا جاننا ممکن نہیں"[۲]۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "اللہ تعالی نے کبھی کسی جاہل (غیرِ عالم) کو اپنا ولی (دوست) نہیں بنایا"[۳]۔

حضرت معروف عجمی بسطامی رحمہ اللہ تعالی علیہ کے والد نے فرمایا، کہ مجھے ابو یزید رحمہ اللہ تعالی علیہ

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب، ر: ١٨، صـ٦.

(۲) انظر: "فيض القدير" حرف العين، تحت ر: ٥٧١١، ٤/ ٣٨٨.

(۳) دیکھیے: "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحہ، رسالہ "مقالِ عُرفاء" ۱۳۸/۱۷۔

نے کہا کہ میرے ساتھ چلو، اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے! یہ شخص زاہد مشہور تھا، اور لوگ دُور دُور سے اس کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ہم اس کی طرف چل دیے، ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے قبلے کی طرف منہ کرکے تھوک دیا۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ تعالی علیہ یہ دیکھتے ہی واپس لَوٹ گئے اور اسے سلام تک نہ کیا۔ فرمایا کہ یہ شخص تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب کا لحاظ نہیں کر پا رہا، اپنے دعویٰ ولایت کا لحاظ کیا کر پائے گا؟!"[۱]۔

امام قشیری رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "مرید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی شیخ سے آدابِ طریقت سیکھے؛ کیونکہ جس کا طریقت میں کوئی استاد نہیں، وہ اس راہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا، چنانچہ حضرت ابو یزید فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی استاد نہیں، اس کا پیشوا شیطان ہے!"[۲]۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "راہِ حق کے مرید کو کسی شیخ اور استاد کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی پیَروی کرے؛ تاکہ وہ شیخ اسے سیدھے راستے کی طرف رَہنمائی کرتا رہے؛ کیونکہ دین کا راستہ نہایت گہرا ہے، اور شیطانی راستے کثیر بھی ہیں اور ظاہر و سطحی بھی (فوری سمجھ آنے والے)، لہذا جس کا کوئی رَہنما مرشِد نہیں، ضرور اسے شیطان اپنے راستے پر لے جائے گا، جیسے وہ شخص جو بغیر کسی مُحافظ کے ہلاکت خیز وادیوں سے گزرے، تو وہ گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے!"[۳]۔

---

(۱) انظر: "الرسالة القشَيرية" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ۲۹.

(۲) "الرسالة القشَيرية" باب الوصية للمريد، صـ۳۹۰.

(۳) "إحياء علوم الدّين" بيان شروط الإرادة ومقدمات المجاهدين ...إلخ، ۳/ ۸۱.

امام شیخ شہاب الدّین سُہروَردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "خرقہ پوشی یا خرقہ، شیخ اور مرید کے درمیان ایک رشتہ اور تعلق ہے، اور مرید کی طرف سے شیخ کی خدمت میں ایک ذریعۂ تحکیم ہے (یعنی مرید شیخ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیتا ہے)، جب دُنیوی مصلحتوں کے لیے یہ تحکیم شریعت میں جائز و پسندیدہ امر ہے، تو پھر منکرِ خرقہ (خرقہ پوشی) کس طرح اس کا انکار کر سکتا ہے؟! جو ایک ایسے طالبِ صادق کو شیخ پہناتا ہے، جو اپنے مرشد کے پاس حسنِ عقیدت کے ساتھ حاضر ہو کر، دینی اُمور میں اسے اپنا رَہبر بنا لیتا ہے؛ تاکہ شیخ اسے راہِ ہدایت پر گامزن کرے، اسے آفاتِ نفس و فسادِ اعمال کی بصیرت عطا کرے، اور اسے تعلیم دے کہ نفس دشمن کن کن راستوں سے حملہ آور ہوتا ہے"[1]۔

پیر اور شیخ کی شرائط

حضراتِ ذی وقار! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام، شرائط اور ضوابط ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، دو ۲ قسم ہے، **قسمِ اوّل:** شیخِ اتّصال، یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ، حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متّصل ہو جائے، اس کے لیے چار ۴ شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتّصالِ صحیح، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو؛ کہ منقطع کے ذریعہ سے اتّصال ناممکن ہے۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعمِ وراثت، اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں، **یا** بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اِذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں، **یا** سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا

---

(۱) "عوارف المعارف" الباب ۱۲ في شرح خرقة المشايخ الصوفية، ٥/ ۱۰۲.

گیا، لوگ براہِ ہوَس اس میں اذن و خلافت دیتے چلے آتے ہیں، **یا** سلسلہ فی نفسہٖ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا، جو بوجہِ انتفائے بعض شرائط، قابلِ بیعت نہ تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتّصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مَت جُدا ہے!۔

(۲) شیخ سنّی العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔ آج کل بہت کھلے ہوئے بددِینوں بلکہ بے دینوں، حتی کہ وہابیہ نے (جو سرے سے منکِر و دشمنِ اولیاء ہیں) مکّاری کے لیے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار خبردار! احتیاط احتیاط!!۔

(۳) عالِم ہو۔ اقول: علمِ فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہو، اور لازم ہے کہ عقائدِ اہلِ سنّت سے پورا واقف ہو، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف (جاننے والا) ہو۔ ورنہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہو جائے گا! ع

مَن لم یعرف الشّرَ فیوماً یقع فیہ

جو شَر سے آگاہ نہیں، ایک دن اُس میں مبتلا ہو ہی جائے گا!

صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے، اور جاہل براہِ جہالت اُن میں پڑ جاتے ہیں، اوّل تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ اُن کے قول یا فعل سے کفر سرزَد ہوا، اور بے اطلاع توبہ ناممکن ہے، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے! اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیمُ الطبع جاہل ڈَر بھی جائے، توبہ بھی کرلے، مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی و مرشِد بنے بیٹھے ہیں، ان کی عظمت جو خود اُن کے قُلوب میں ہے، کب قبول کرنے دے؟!

(۴) فاسقِ مُعلِن نہ ہو۔ اقول: اس شرط پر حصولِ اتّصال کا توقُّف نہیں؛

کہ مجرّد فسق باعثِ فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازِم ہے، اور فاسِق کی توہین واجب ہے، دونوں کا اجتماع باطل ہے۔ "تبیین الحقائق" امام زیلعی وغیرہ میں دربارۂ فاسق ہے کہ "امامت کے لیے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے، اور شریعت میں تو اس کی توہین واجب ہے!"[1]۔

قسمِ دُوم ۲: شیخِ اِیصال، کہ شرائطِ مذکورہ کے ساتھ مَفاسِدِ نفس ومکائدِ شیطان (شیطان کی مکاریاں) ومصائدِ ہوا (خواہشاتِ نفس کے حملوں) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت کرنا جانتا ہو، اور اپنے متوسِّل پر شفقتِ تامّہ رکھتا ہو، کہ اس کے عُیوب پر اُسے مطّلع کرے، اُن کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے، نہ محض سالک ہو نہ نِرا مجذوب۔ "عوارف شریف" میں فرمایا کہ "یہ دونوں قابلِ پیری نہیں"[2]۔

اقول: اس لیے کہ اوّل (یعنی سالک) خود اَب تک راہ میں ہے، اور دوسرا (یعنی مجذوب) طریقِ تربیت سے غافل ہے۔

اقول: اس لیے کہ وہ مراد ہے، اور یہ مرید۔

پھر بیعت بھی دو ۲ قسم ہے:

بیعتِ اوّل: بیعتِ برکت (بیعتِ اتّصال) کہ صرف تبرک کے لیے داخلِ سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اَغراضِ فاسدہ کے لیے ہوتی ہے، وہ خارج اَز بحث ہے۔ اس بیعت کے لیے شیخِ اتّصال (جو شرائطِ اَربعہ کا جامع ہو) بَس ہے۔

---

(۱) "تبيين الحقائق" كتاب الصّلاة باب الإمامة، الجزء ۱، صـ۱۳٤.

(۲) "عوارف المعارف" الباب ۱۰ في شرح رتبة المشيخة، ۵/ ۹۷.

اقول: بے کار یہ بھی نہیں، مفید اور بہت مفید، اور دنیا وآخرت میں بکار آمد (کام آنے والی) ہے۔ محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا، ان سے سلسلہ متّصل ہو جانا، فی نفسہٖ سعادت ہے!۔

اوّلاً: ان کے خاص غلاموں سالکانِ راہ سے اس امر میں مشابہت ہے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «مَن تشبّهَ بقومٍ فهو منهم»[1] "جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرلے وہ انہی میں سے ہے!"۔

ثانیاً: ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک (لڑی، ہار) میں منسلک ہونا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا رب عزّوجلّ فرماتا ہے: «هُم القومُ لا يشقَى بهم جليسُهم!»[2] "کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا!"۔

ثالثاً: محبوبانِ خدا رحمت کی علامت ہیں، وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں، اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں۔ امامِ یکتا سیّدی ابو الحسن نور الملّۃ والدّین علی "بہجۃ الاَسرار شریف" میں فرماتے ہیں کہ "حضور پُرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کہ اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو، اور اس نے نہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہو، نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو، کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے، اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے، اللہ تعالی اسے قبول فرمالے گا، اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر

---

(۱) "سنن أبي داود" باب في لبس الشهرة، ر: ٤٠٣١، صـ٥٦٩.

(۲) "صحيح مسلم" باب فضل مجالس الذكر، ر: ٦٨٣٩، صـ١١٧٠، ١١٧١.

ہو تو اُسے تَوبہ کی توفیق عطا کرے گا، اور وہ میرے مریدوں کے زُمرے میں ہے، اور بے شک میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں، ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنّت میں داخل فرمائے گا!"[1]۔

بیعت دُوم ۲: بیعتِ ارادت (بیعت اِیصال) کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر، اپنے آپ کو شیخ مرشِد، ہادیٔ برحق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اسے مطلقًا اپنا حاکم ومالک ومتصرّف جانے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اِس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض اَحکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں، انہیں اَفعالِ خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہو کر رہے، یہ بیعتِ سالکین ہے[2]۔

مُراقبہ تصوّرِ شیخ

حضراتِ گرامی قدر! شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ "جب مرشِد اس کے پاس نہ ہو، تو محبت وتعظیم کے ساتھ مرشِد کی صورت کو، اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان تصوُّر کرتا رہے، تب مرشِد کی خیالی صورت اِسے وہ فائدہ دے گی، جو فائدہ مرشِد کی صحبت دیتی ہے"[3]۔

---

(۱) "بهجة الأسرار" فصل أصحابه وبُشراهم، صـ۱۰۰.

(۲) "فتاویٰ افریقہ" صـ۱۲۳-۱۲۶، ملتقطاً۔

(۳) "القول الجميل مع شفاء العليل" فصل ٦، صـ٩٦، ٩٧.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "اگر تم ترقی سے رُک گئے ہو، تو چاہیے کہ صورتِ شیخ کو اپنے داہنے شانے پر، اور شانے سے دل تک ایک امر کشیدہ فرض کرلو، اور اس پر صورتِ شیخ کو لا کر اپنے دل میں رکھو! اس سے امید ہے کہ تمہیں مقامِ غیب وفنا حاصل ہو جائے "[۱]۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "ہماری صحبت تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متّصل ہے، اگرچہ خاص یہ آداب واَشغال ثابت نہ سہی!"[۲]۔

خلاصۂ کلام

عزیزانِ گرامی قدر! قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ مرید ہونے کا مقصد اپنے باطن کی اِصلاح، اَحکامِ شریعت کا پابند ہونا، اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارنا ہے۔ ہر انسان پر واجب ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح کرے، اس کے لیے جہاں دیگر ذرائع ہیں، وہیں کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ایک ذریعہ ہے۔ لہذا کسی سے بیعت ہو کر، یعنی کسی کی مریدی اختیار کرکے بھی اپنی اصلاح کی کوشش جائز ہے، اور کسی متبعِ سنّت پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی جائز ہے۔

ایک اِصلاحی پہلو

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس بات کی وضاحت بھی کر دوں کہ جاہل، بے عمل، بلکہ بدعمل پیروں کی اصلاح بھی ضروری ہے، جو اَحکامِ شریعت پر عمل کیے بغیر جنّت میں جانا چاہتے ہیں۔ ان کی جہالت میں سے ان کا یہ طرزِ عمل بھی ہے،

---

(۱) "الانتباه في سلاسل الأولياء الله" طريقة نقشبندية، صـ٤٦.

(۲) "القول الجميل مع شفاء العليل" فصل ۱۱، صـ۲۱۱، ملخصاً.

کہ یہ لوگ خود کو شریعتِ مطہّرہ کے اَحکام سے آزاد سمجھتے ہیں، اور لوگوں کے سامنے بھی اَحکامِ شریعت کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ جبکہ بعض جاہلوں نے محض دنیا کمانے کی خاطر پیری مریدی کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ لہذا ہم سب کی ذمّہ داری ہے، کہ ہم خود بھی ایسے جاہل اور بد عمل پیروں سے بچیں، اور اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی ان کے شَر و فساد سے بچائیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضراتِ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصّہ عطا فرما، اور اپنی محبت واطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

صحت وتندرستی اور اس کی حفاظت

(جمعۃ المبارک ۲۵ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۱۱/۱۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

صحت وتندرستی اللہ تعالی کی ایک بیش بہا نعمت ہے

برادرانِ اسلام! صحت وتندرستی اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت ہے، لیکن عام حالات میں انسان کو اس نعمت کی قدر وقیمت کا کوئی احساس نہیں ہوتا، ہاں البتہ جو شخص دکھ، تکلیف اور بیماری جھیل کر دوبارہ شفاء پاتا ہے، تب اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو تو اس دنیا سے انسان کی تمام تر رغبتیں اور دلچسپیاں ختم ہو کر رہ جائیں، تمام عالَم کی رنگینیاں اس کے سامنے ماند پڑ جائیں، اور اس وقت اس کی سب سے بڑی تمنّا اور خواہش یہی ہو، کہ وہ جلد از جلد صحتیاب ہو جائے!۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اس وقت دنیا میں جہاں ہر طرف طرح طرح کی جان لیوا بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں، ایسے میں صحت وتندرستی ایک نعمتِ عظیمہ نظر آتی

ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے، اور بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جانتے ہوئے، اپنے رب تعالی کو راضی کرلینا چاہیے!۔

حضراتِ گرامی قدر! ہم اگر صحیح سلامت روزانہ اپنے بستر سے اٹھتے ہیں، اپنی پسند کا کھانا کھالیتے ہیں، اٹھ بیٹھ سکتے ہیں، ہمارا دل ودماغ اور دیگر جسمانی اعضاء ٹھیک کام کررہے ہیں، ہم صحیح دیکھ اور سن پاتے ہیں، اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو چُھو سکتے ہیں، زبان سے چکھ سکتے ہیں، توسمجھ لیجیے کہ ہم سر سے پاؤں تک اللہ کے فضل وکرم اور اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں! اس عظیم مہربانی پر ہم اللہ تعالی کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے! اللہ رب ذوالجلال نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾[1] "تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے!"۔

اسلام میں تندرستی وپاکیزگی کی اہمیت

میرے محترم بھائیو! ہم جس جگہ پر عبادت کرتے ہیں اسے بھی پاک صاف رکھنے کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَعَہِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰہٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[2] "ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی، کہ میرے اس گھر کو طواف، اعتکاف اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو!"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ رب العزّت نے اپنے بندوں کو صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دی، اور ان کا شمار اپنے پسندیدہ بندوں میں فرمایا، اس کے باوُجود ہماری اکثریت نَفاست وپاکیزگی کے اُصول سے دُور ہوتی چلی جارہی ہے، قرآنِ پاک میں

(۱) پ۲۷، الرحمن: ۱۳.

(۲) پ۱، البقرة: ۱۲۵.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾[1] "اللہ عزّوجلّ توبہ کرنے والوں، اور صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

دینِ اسلام صفائی اور پاکیزگی کو اس قدر پسند فرماتا ہے، کہ تمام بدنی عبادات میں اس کا خاص اہتمام کرنے اور اس پر عمل کی تعلیم دیتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾[2] "اے ایمان والو! جب تم نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ، اور سروں کا مسح کرو، اور گٹّوں تک پاؤں دھوؤ، اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو!"۔

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز ہم وطنو! تندرستی اور پاکیزگی ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ صفائی ستھرائی کا تصوّر اور اَحکام، اسلام سے قبل بھی پائے جاتے تھے، لیکن حفظانِ صحت کے اُصول وقواعد کو جس انداز سے اسلام نے پیش کیا ہے، اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نَفاست وپاکیزگی کو اپنا شِعار بنانے، اور گندگی سے دُور رہنے کی خاص طور پر تاکید فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾[3] "اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دُور رہو!"۔

رسولِ اکرم ﷺ نے طہارت وپاکیزگی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد

(١) پ٢، البقرة: ٢٢٢.

(٢) پ٦، المائدة: ٦.

(٣) پ٢٩، المدّثّر: ٣-٥.

فرمایا: «الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيمَانِ»[1] "پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے"۔

پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو

صحت ایک عظیم نعمت ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (٢) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[2] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے، (۴) فراغت کو مصروفیت سے پہلے، (۵) اور اپنی زندگی کو مَوت سے پہلے غنیمت جانو!"۔

میرے عزیز بھائیو! اگر ہم اللہ اور اس کے رسول کے اَحکام پر عمل کرتے ہوئے صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کا خیال رکھیں گے، تو ربِ کریم کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ ہم صحت مند اور تندرست بھی رہیں گے، بصورتِ دیگر طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں، اور تندرستی جیسی عظیم نعمت کی بے قدری کرنے کے باعث، اس کے چھن جانے کا بھی اندیشہ ہے!۔

حضراتِ گرامی قدر! تندرستی دنیا کی اُن چند نعمتوں میں سے ہے، کہ یہ جب تک قائم رہتی ہے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی، مگر جونہی یہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الطهارة باب فضل الوضوء، ر: ٥٣٤، صـ١١٤.

(٢) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٨٤٦، ٨/ ٢٧٩٧.

ہمیں فوراً احساس ہوتا ہے، کہ یہ نعمت دیگر تمام نعمتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور اہمیت کی حامل ہے۔ ہم اگر کسی دن سر سے پاؤں تک اپنے جسم کا جائزہ لیں، تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم میں سے ہر شخص بہت سی قیمتی نعمتوں سے مالامال ہے۔ ہماری آنکھ کی پلکوں ہی کو لے لیجیے، اس میں چند عضلات (Muscles) ہوتے ہیں، یہ مسلز ہماری پلکوں کو اٹھاتے اور گراتے ہیں، اگر یہ مسلز جواب دے جائیں تو انسان اپنی پلکیں نہیں کھول سکتا!۔

میرے عزیز دوستو! دنیا میں بے شمار لوگ کمر درد کا شکار ہیں، گردن کے مہروں کی خرابی انسان کی زندگی اجیرن کر دیتی ہے، انگلیوں کے جوڑوں میں درد ہو جائے تو انسان سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ قبض اور بواسیر نے لاکھوں لوگوں کو بے چین کر رکھا ہے، دانت اور داڑھ کا درد راتوں کو بے سکون کر دیتا ہے۔ آدھے سر کا درد انسان کی چیخیں نکلوا دیتا ہے، منہ کی بدبو بظاہر معمولی سا مسئلہ ہے، مگر لاکھوں لوگ ہر سال اس پر اَربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ ہمارے معدے میں ذرا سی خرابی پیدا ہو جائے تو دنیا بھر کی نعمتیں چُھوٹ جاتی ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے تندرست اور صحت مند ہونے کے باوُجود، ہم نہ تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، نہ ہی اس عظیم نعمت کی ناقدری سے باز آتے ہیں!۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ- أَنْ يُقَالَ لَه: أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ»[1] "قیامت کے دن بندے سے، سب سے پہلے نعمتوں کے بارے میں

(١) "سنن الترمذي" باب ومن سورة ألهكم التكاثر، ر: ٣٣٥٨، صـ٧٦٧.

سوال ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں جسمانی صحت نہیں دی تھی؟! اور ٹھنڈے پانی سے تمہیں سیراب نہیں کیا تھا؟!"۔ بدقسمتی سے آج اس بیش بہا نعمت کی کماحقّہ قدر نہیں کی جاتی، بلکہ اس سلسلے میں بڑی غفلت برتی جاتی ہے۔

صحت کی اہمیت کا اندازہ نبئ اکرم ﷺ کی اس حدیث پاک سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسولَ اللہ! کونسا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ ...»[1] "تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو!"۔

اگر انسان صحت مند اور تندرست ہوگا، تو اللہ کی تمام نعمتوں سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، جبکہ بیماری کی حالت میں ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اسلام اور قابلِ رشک مُعاشرے کا قیام

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلام دینِ فطرت اور سرچشمۂ روحانیت ہونے کے ساتھ ساتھ، ہماری مادّی زندگی کے لیے بھی ایک بہترین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم، نہ صرف روحانی ومُعاشی ترقی حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ صحت وتوانائی کا حصول بھی ممکن بنا سکتے ہیں؛ کیونکہ اسلام کا ایک اہم ہدَف متوازِن شخصیت کے حامل، صالح مؤمن افراد پیدا کرنا، اور ایک ایسے قابلِ رشک مُعاشرے کا قیام عمل میں لانا بھی ہے، جس میں انسان صحت مند، توانا، مضبوط اَعصاب کا مالک، قوّتِ برداشت رکھنے والا، بیماریوں سے دُور، گندگی سے پاک صاف

(١) "صحيح البخاري" كتاب الزكاة، ر: ١٤١٩، صـ٢٢٩.

اور ظاہری وباطنی طور پر پاکیزہ ہو!۔

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے صحت وتندرستی کو بھی مرکزی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا اسے برقرار رکھنے کے لیے متوازِن غذا، طہارت ونَفاست، اور ورزش بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، اور یہ تمام اُمور اسلامی تعلیمات اور عبادت کے ساتھ ساتھ، حفظانِ صحت کے اُصول میں بھی پائے جاتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر چین وسکون سے زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

چاق وچوبند رہنے کی اہمیت اور فوائد

حضراتِ گرامی قدر! عبادتِ الٰہی کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اس کی کما حقّہ ادائیگی کے لیے بھی ضروری ہے کہ انسان تندرست ہو، چاہے نماز ہو، روزہ ہو، یا حج، ہر ایک کی ادائیگی کے لیے چاق وچوبند اور صحت مند ہونا ضروری ہے۔ صحت وتندرستی کا شمار چونکہ اللہ عزّوجلّ کی بڑی نعمتوں میں ہوتا ہے، شاید اسی لیے اللہ تعالی کو جسمانی لحاظ سے کمزور مؤمن کے بجائے طاقتور مؤمن زیادہ پسند ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «المُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى الله، مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ»[1] "اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مؤمن کے مقابل، طاقتور مؤمن بہتر اور زیادہ محبوب ہے"۔

علاوہ ازیں دینِ اسلام سستی اور کاہلی کو سخت ناپسند فرماتا ہے، چاہے وہ عبادات میں ہو یا عملی زندگی میں، لہٰذا وہ کھیل اور ورزش جو انسانی جسم میں پُھرتی اور قوّت کا ذریعہ بنتے ہیں، انہیں جائز قرار دیا، بلکہ ان کے لیے ترغیب بھی دی۔ اس کے

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب القدر، ر: ٦٧٧٤، صـ١١٦١.

ساتھ ساتھ دینِ اسلام نے اُن تمام کاموں اور اشیاء سے منع فرمایا جو انسانی صحت کے لیے مضر ہیں، اور ان اُمور کے بجالانے کا ارشاد فرمایا جو انسان کی صحت اور تندرستی کے لیے مفید ہیں۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ، فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ، وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ، فَلْيَقُمْ»[1] "جب تم میں سے کوئی شخص سایہ میں ہو، اور وہاں سے سایہ اس طرح گزرنے لگے، کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں آجائے، اور کچھ حصہ سایہ میں ہو، تو اُسے چاہیے کہ وہاں سے اُٹھ جائے" یعنی آدھا دھوپ اور آدھا چھاؤں میں نہ رہے؛ کیونکہ اس سے بیماری کا اندیشہ ہے۔

علّامہ عبد الرؤف مُناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "بیک وقت دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنے کی ممانعت اس لیے فرمائی؛ کہ ایسا کرنا انسانی جسم اور مزاج دونوں کے لیے نقصان دہ ہے"[2]۔

میرے محترم بھائیو! سوشل میڈیا کے اس دَور میں انسان اس قدر مصروف ہو چکا ہے، کہ جسمانی وَرزش کے لیے وقت نکالنا تقریبًا ناممکن ہوتا چلا جارہا ہے، بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، سب کو دن رات موبائل کے ساتھ ہی آپ مصروف پائیں گے، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہورہا ہے کہ انسان مختلف جسمانی بیماریوں مثلاً موٹاپا، دل کے

---

(۱) "سُنن أبي داود" كتابُ الأدب، بابُ في الجلوس بين الشمس والظلّ، ر: ٤٨٢١، صـ٦٨٢.

(٢) انظر: "التيسير شرح الجامع الصغير" حرف الهمزة، ١/ ١٢٣.

اَمراض، ذیابیطس (Diabetes)، بلڈ پریشر (Blood pressure) اور دیگر طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ ایسے میں اس چیز کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ فوری طور پر اپنی جسمانی سرگرمیوں میں اضافہ کیا جائے؛ تاکہ ایسی خطرناک صورتحال کا شکار ہونے سے بچا جاسکے، اور ان پر فوری طور پر قابو پایا جاسکے!!۔

صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے کے لیے اسلامی تعلیمات

عزیز دوستو! دینِ اسلام نے نماز، روزہ اور حج جیسی عبادات ہم پر لازم کی ہیں، ان میں جسمانی وَرزش کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، لہٰذا جو مسلمان ان عبادات کو بجالائے گا وہ ثواب کا بھی مستحق ٹھہرے گا، اور ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی تندرست رہے گا۔ ہم وضو کریں یا نماز پڑھیں، ہمارے جسم کے تمام اَعضاء حرکت کرتے ہیں، روزہ حفظانِ صحت کے اُصول کے مطابق، ہمیں تندرست اور چاق وچوبند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حج کے تمام اَرکان جسمانی مشقّت کے متقاضِی ہیں، جس سے انسانی جسم کو قوّت ملتی ہے اور اَعضاء مضبوط رہتے ہیں۔

نبئ کریم ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- کو مختلف صورتوں میں ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دی، جو کسی طور پر وَرزشی سرگرمیوں سے کم نہیں، جیسا کہ ایک روایت میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے تین ۳ بار ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ»(۱) "سنو! طاقت تیر اندازی میں ہے!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے خود بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ وَرزشی سرگرمیوں میں حصہ لیا، جبکہ اس زمانے میں تیر اندازی میں کئی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو

---

(۱) "صحيح مسلم" باب فضل الرمي والحثّ عليه، ر: ٤٩٤٦، صـ٨٥٧.

شہرت بھی حاصل تھی۔

اسی طرح مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ اور ان کے قُرب وجوار میں، سمندر یا نہر نہ ہونے کے باوُجود، رسولِ اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- کو تیراکی (Swimming) کی ترغیب دی، جو انسانی جسم کے لیے انتہائی مفید اور اَعضاء کی تقویت کا باعث ہے۔ چنانچہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ الله ﷻ فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ، إلّا أَرْبَع خِصَالٍ: (١) مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، (٢) وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ، (٣) ومُلاعبَةُ أَهْلِهِ، (٤) وَتَعَلُّمُ السِّبَاحَةِ»[1] "سوائے چار ۴ چیزوں کے، اللہ تعالی کی یاد سے تعلق نہ رکھنے والی ہر چیز بے کار ہے: (۱) آدمی کا تیر اندازی کے لیے ان دو ۲ نشانوں کے درمیان دَوڑنا جہاں تیر پھینکا جائے، (۲) اپنے گھوڑے کو سدھانا، (۳) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، (۴) اور تیراکی (Swimming) سیکھنا سکھانا"۔

چہل قدمی کے طور پر پیدل چلنا بھی ایک بہترین وَرزش ہے، یہ صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحداً أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ الله ﷺ، كَأَنَّمَا الأَرْضُ تُطْوَى لَهُ، إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا، وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ»[2] "میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلتے کسی کو نہیں دیکھا، ایسا لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے سمٹی جارہی ہو، (اور جب ہم آپ کے ہمراہ چلتے تو) خوب مشقّت اُٹھانا پڑتی، جبکہ

---

(١) "المعجمُ الكبير" جابر بن عمير الأنصاري، ر: ١٧٨٥، ٢/ ١٩٣.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٤٨، صـ٨٣١.

رسولِ اکرم ﷺ پر چلنے میں مشقّت کے آثار دکھائی نہ دیتے"۔

برادرانِ اسلام! الغرض اسلام میں صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے والے کاموں کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور اس میں اسلام کی منشا و حکمت یہ بھی ہے، کہ ہم اس کے ذریعے طاقت و قوّت حاصل کریں؛ تاکہ خوب سے خوب تر دینِ اسلام کی خدمت کرسکیں، اور دشمنانِ دین کی طرف سے جارحیت کی صورت میں، اپنا دِفاع اور حفاظت اچھے طور پر کرسکیں!۔

صحت و تندرستی کے لیے چند مفید مشورے

(۱) پوری نیند لینا صحت و تندرستی کے لیے بہت ضروری ہے، لہذا رات جلد سونا اور صبح سویرے جلد اٹھنا چاہیے۔ رات دس ۱۰ بجے تک کوشش کرے کہ بہر صورت سوجائے، صبح جلد اُٹھے، فجر سے پہلے اُٹھ کر تہجد بھی پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۲) صبح خالی پیٹ ایک گھنٹہ یا آدھا پون گھنٹہ (دو سے تین کلو میٹر) پیدل چلنا بہت مفید ہے، لیکن اگر صبح جلدی نہ ہوسکے تو چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں جب بھی ممکن ہو، کم از کم ایک گھنٹہ پیدل ضرور چلنا چاہیے۔

(۳) صبح اُٹھنے کے بعد فوراً کچھ نہ کھائے، بلکہ کم از کم ایک گھنٹے کے بعد کھانا چاہیے۔

(۴) ناشتہ اچھا ہو، جو پروٹین (مثلاً دیسی انڈے وغیرہ) سے بھرپور ہو۔

(۵) دوپہر کے کھانے میں پھل اور کچی سبزیوں سے خوب پیٹ بھرے، جس میں سلاد پتہ، ٹماٹر، کھیرا، مولی، ککڑی، چقندر وغیرہ کا استعمال کرے۔

(٦) کھانے میں روٹی چاول کی کثرت نہ کرے، بلکہ گوشت، دیسی مرغ، سبزی شوربے سے پیٹ بھرنے کی عادت ڈالے۔ کھانے سے پہلے خوب پیٹ بھر کر

کچی سبزیاں کھائے، پھر اس کے بعد کھانا تناول کرے۔ کھانے میں گوشت وغیرہ کا شوربا چمچ سے پی لے، یا سبزی کا سالن پکا ہے تو اسے چمچ سے سیر ہو کر کھائے، روٹی چاول کم سے کم کھائے۔

کوشش کرے کہ روٹی جَو کی ہو، اور خالص جو کی نہ ہو سکے، تو جو اور گندم کا آٹا ہم وزن لے کر اس کی روٹی بنا کر کھائے، چاول ہفتے میں صرف ایک ہی بار کھائے تو بہتر ہے۔

(۷) فارمی مرغ، کوکنگ آئل (Cooking oil) اور دیگر غیر معیاری کھانوں (Junk foods) سے بھی خوب اجتناب کرے۔

(۸) پکانے کے لیے زیتون یا سرسوں کا خالص تیل اور دیسی گھی استعمال کرے۔

(۹) مہینے میں تین ۳ روزے رکھے، یا ہو سکے تو ہفتے میں ایک، یا ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھے، یا کم از کم ہر پیر کو روزہ رکھنے کی عادت بنائے۔

(۱۰) رات کے کھانے اور سونے کے درمیان، کم از کم تین ۳ گھنٹے کا وقفہ ہونا چاہیے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں تندرستی جیسی عظیم نعمت کی قدردانی عطا فرما، بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جانتے ہوئے، تیری رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر نیک اَعمال بجالانے کا جذبہ عطا فرما، ہمیں تمام روحانی و جسمانی بیماریوں سے نَجات دے، تیری ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

سوشل میڈیا اور ہماری ذمّہ داریاں

(جمعۃ المبارک ۲ جُمادی الأُولی ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۲/۱۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے چند فوائد

برادرانِ اسلام! آج ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں، یہ انٹرنیٹ (Internet) اور سوشل میڈیا (social media) کا زمانہ ہے، بلاشک وشبہ دَورِ جدید کی یہ ایک ایسی اِیجاد ہے، جس کی بدَولت ساری دنیا ایک گلوبل ویلج (Global Village) میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے، اس کے ذریعے معلومات (Information) کا حصول بہت آسان ہوچکا ہے، نوجوان نسل کو تعلیم میں مدد درکار ہو تو وہ صرف ایک کلک (Click) کے ذریعے اپنی مطلوبہ تعلیمی معلومات حاصل کرسکتے ہیں، گھر بیٹھے دنیا کی اچھی سے اچھی یونیورسٹی میں داخلہ لے سکتے ہیں، بینک، اسکول، دفاتر، بزنس، اخبارات، سیاست، مذہب، معیشت، مُعاشَرت، الغرض دنیا کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات اور مسائل کا حل، چند منٹوں میں تلاش

کرسکتے ہیں، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی بدَولت بڑے سے بڑے فاصلے سمٹ آئے ہیں، اور باہمی رابطہ بھی بہت آسان ہوگیا ہے۔

ایک وقت وہ تھا کہ جب لوگ بیرونِ ملک مقیم اپنے عزیزوں کی شکل دیکھنے، اور ان کی آواز سننے کو ترس جایا کرتے تھے، لیکن جدید میڈیا کی بدَولت آپ واٹس اپ (WhatsApp)، ایمو (IMO) یا اسکائپ (Skype) وغیرہ ایپس (Apps) کے ذریعے، دنیا کے کسی بھی کونے میں، اور کسی بھی وقت اپنے پیاروں سے، نہ صرف گھنٹوں باتیں کرسکتے ہیں، بلکہ ویڈیو کال (Video Call) کے ذریعے انہیں براہِ راست دیکھ بھی سکتے ہیں، اپنی خوشی غمی میں انہیں بھی شریک کرسکتے ہیں۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اسی طرح ہم دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ بھی تعلقات استوار کرکے، باہم مذہبی ومُعاشرتی غلط فہمیوں کو دُور کر سکتے ہیں۔ دینِ اسلام کے بارے میں کتب اور ویڈیوز کو اپلوڈ (upload) کرکے پوری دنیا تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اپنے کسی بھی مُعاملہ یا مسئلہ میں مختلف ماہرین (Various experts) اور مُعاملہ فہم لوگوں سے مشاوَرت بھی کرسکتے ہیں۔ الغرض اس تیز رفتار اور جدید دَور میں انٹرنیٹ اور اس سے متعلقہ ذرائع اِبلاغ، ایک اعتبار سے نعمتِ الٰہی اور عطیۂ خداوندی بھی ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾[1] "تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! نعمت بر نعمت کے حصول کے لیے لازم ہے، کہ پہلے سے عطا کردہ نعمتوں پر اللہ رب العالمین کا شکر ادا کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

---

(١) پ١٤، النحل: ٥٣.

قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ﴾[1] "اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اَور زیادہ دُوں گا"۔

میرے بھائیو! شکرِ نعمت کے لیے چاہیے کہ بندہ نیکی و بھلائی کے کاموں میں رِضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنا مال خرچ کرے، اُس کی عبادت کرکے اپنی آخرت سنوارے، اور جدید دَور کے تقاضوں کے پیشِ نظر، نت نئی اِیجادات میں مہارت حاصل کرکے، مثبت اور درست استعمال کے ذریعے، اپنے مذہب، ملّت اور ملک وقوم کو خوب فائدہ پہنچائے!۔

سوشل میڈیا کے منفی اثرات

عزیزانِ گرامی قدر! جہاں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے اس قدر فوائد ہیں، وہیں اس کے کئی منفی اثرات بھی ہیں، عام طور پر ہمارے لوگوں اسے منفی سرگرمیوں کے لیے زیادہ استعمال کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج یہ چیز نعمت کم اور زحمت زیادہ محسوس ہو رہی ہے؛ کیونکہ اس کے غلط استعمال کے سبب ہماری تہذیب وتمدّن اور مذہبی مُعاملات سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں، ہماری نوجوان نسل اپنی تہذیب سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے، اپنے رہن سہن کے طور طریقوں اور اندازِ گفتگو کو اپنانے میں انہیں عار محسوس ہوتی ہے، جاہلیت کے اَطوار اور ہندوؤں کے رسم ورَواج کو جدید فیشن سمجھ کر اپنانے میں، ہماری قوم اس قدر آگے نکلی جا رہی ہے، کہ ان میں سے بعض نے تو اپنے دین ومذہب کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

نوجوان بچیاں گھر کے بند کمروں میں غیر محفوظ ہو چکی ہیں، بعض تو اپنے ہی

---

(۱) پ۱۳، إبراهيم: ۷.

ہاتھوں اپنی عزّت وعصمت کو نیلام کرنے لگی ہیں، ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد ایک دوسرے سے بیگانے ہو چکے ہیں، طلبہ وطالبات اپنے فارغ اوقات میں مطالعۂ کتب کے بجائے، چیٹنگ (Chatting) کی صورت میں فضول گفتگو کے ذریعے اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہیں۔ حقائق کے برعکس فیس بک (Facebook) کی بعض فیک پوسٹوں (Fake posts) پر نازیبا کمنٹس (Comments) کی صورت میں، گالی گلوچ، غیبت، چغلی، بدکلامی بدتہذیبی، اِلزام تراشی اور بہتان بازی کا بازار بھی خوب گرم رہتا ہے!!۔

میرے بھائیو! آج کا یہ میڈیا جہاں معلومات (Information) کا بہت بڑا ذریعہ ہے، بدقسمتی سے وہیں اسے غلط اور نامناسب معلومات کے فروغ میں بھی، بطورِ ہتھیار استعمال کیا جارہا ہے۔ سیاسی جماعتیں اپنے مخالفین پر اس کے ذریعے کیچڑ اُچھال رہی ہیں، جبکہ دہشتگرد بھی اپنے مذموم پروپیگنڈہ اور ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال خوب کر رہے ہیں۔ نام نہاد مہذّب یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم انتہاء پسند، یہود ونصاریٰ اور ہندو بھی اسی میڈیا کو ہمارے نبئ کریم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شان میں گستاخی کے لیے استعمال کر رہے ہیں!!۔

سوشل میڈیا کے ذریعے توہین آمیز کارٹونز (Cartoons) کا مقابلہ کروا کر، اُمّتِ مسلمہ کی دل آزاری کا سامان بھی کیا جارہا ہے۔ شخصی آزادی کا غلط استعمال بھی خوب ہو رہا ہے، جس کا جو جی چاہتا ہے سوشل میڈیا پر اَپلوڈ کر دیتا ہے، ایک دوسرے کے لیے قوّتِ برداشت ختم ہوتی جارہی ہے، کوئی کسی کی رائے کا احترام کرنے کو تیار نہیں۔ لوگ بلا سوچے سمجھے اپنا ذاتی ڈیٹا (Data) شیئر (Share) کر رہے ہیں، جسے جرائم پیشہ گروہ بلیک میلنگ

کے لیے استعمال کر کے لوگوں سے لُوٹ مار کر رہے ہیں، اُن کی عزّتوں سے کھلواڑ رہے ہیں، اُن کے بارے میں غلط اور بے بنیاد تہمتوں کا بازار گرم کر رہے ہیں!!۔

یاد رہے کہ کسی بھی مسلمان کو بے قصور تکلیف واَذیت دینا حرام ہے، نیز اللہ تعالی کی شدید ناراضگی کا بھی سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾[1] "جو ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو بے قصور ستاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیا!"۔

میرے عزیز دوستو! کسی مسلمان کو تکلیف واِیذا دینا، کسی کے عیبوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، کسی کے عیبوں کو لوگوں میں مشہور کرنا، کسی کے بارے میں اَفواہیں پھیلاتے رہنا، کسی کے راز جاننے کی کوشش کرنا اور انہیں لوگوں میں عام کرنا، شرعًا ناجائز وحرام ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کو موبائل کال، ایس ایم ایس (Sms) یا انٹرنیٹ کے ذریعے کسی مسلمان کا کوئی راز، عیب یا غلطی معلوم ہو جائے، تو ہرگز ہرگز اسے انتہائی شدید مجبوری یا ضرورت کے بغیر کسی سے بیان نہ کیا جائے؛ کیونکہ اس طرح اُس مسلمان کی اِیذا رَسانی، عیب جُوئی اور راز اِفشانی کے قوی اِمکانات ہیں، اور یہ سب کام یقیناً ناجائز وحرام ہیں۔ بُری بات اور بُرے کام اچھے اَخلاق اور شرافت کے مُنافی ہیں!۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ

(١) پ٢٢، الأحزاب: ٥٨.

اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ!»[1] "اے وہ لوگو جو صرف اپنی زبان سے اسلام لائے، جبکہ ایمان ابھی اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت مت کرو! اُن کی عیب جُوئی مت کرو! جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا، اللہ تعالی اس کے عیب کو ظاہر فرمادے گا، اور اللہ تعالی جس کے عیب ظاہر فرمادے، وہ اپنے گھر میں بھی ذلّت ورُسوائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا!"۔

فحش اور بے ہودہ مواد کی تشہیر

حضراتِ گرامی قدر! انٹرنیٹ کی بڑی اور سب سے خاص برائی، فحاشی وعُریانیت پر مبنی فلمیں گانے، بے حیائی کے مَناظر، اشتہارات کے نام پر بیہودگی، مشرکانہ رسم ورَواج، نجی معلومات کی فریب دہی، اور فحش پیغامات ومَواد کی باہم ترسیل وتشہیر ہے، اور یہ سب شیطان کی طرف سے ہماری آنکھوں اور کانوں کی لذّت کا سامان، اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآنِ کریم میں بے حیائی پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾[2] "یقیناً جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا وآخرت میں دُکھ دینے والا عذاب ہے"۔

میرے پیارے بھائیو! نیکی اور گناہ میں تمیز رکھنے کا شُعور ہوتے ہوئے بھی، بعض نادان لوگ بے حیائی پھیلانے والی ان چیزوں کے دِلدادہ نظر آتے ہیں، لیکن ایک

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الغيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

(٢) پ١٨، النور: ١٩.

مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اپنے ہر قول وفعل میں، شرعی حُدود وقُیود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پھر چاہے وہ کوئی سائنسی اِیجاد ہو، یا روزمرہ زندگی سے متعلق کوئی کام، ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے جسم کے اعضاء سے بھی باز پُرس ہوگی، چاہے وہ کان آنکھ ہو یا دل، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾(۱) "کان آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے!"۔

لہذا جب ہم سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں، تو چاہیے کہ تصاویر اور ویڈیوز دیکھنے میں (چاہے خلوَت ہو یا جلوَت) ہر جگہ اللہ ربّ العزّت سے ڈرتے رہیں! چونکہ ہمارا شیئر (Share) کیا ہوا مواد صرف ذاتی اکاونٹ تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کی شیئرنگ کا دائرہ شبانہ روز وسیع تر ہوتا جاتا ہے، بے شمار لوگ اسے دیکھتے ہیں، اور ہمارے نامۂ اعمال میں اَن گنت لوگوں کے سنگین گناہوں کا بوجھ بھی درج ہوتا رہتا ہے!!۔

بلاتحقیق کسی بات کو دوسروں کے ساتھ شیئر کرنا کیسا؟

عزیزانِ محترم! کئی باتیں ایسی ہیں جو انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کے ذریعے ہمارے علم میں آتی ہیں، اور ہم بلاتحقیق وبلااحتیاط انہیں آگے شیئر (Share) کر دیتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا عقل ودانش کے بھی خلاف ہے! ایسی چیزیں شیئر کرنے کے بعد بسااوقات شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ کسی دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں، ایسی کوئی پوسٹ یا ویڈیو شیئر کرے، جو کسی مسلمان کے لیے نَدامت وعار، یا بدنامی کا باعث ہو، تو اس کی تشہیر کرنے کے بجائے اسے چُھپانا، اور لوگوں سے پوشیدہ رکھنا لازم ہے!۔

---

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۳٦.

جن جن مقامات پر شریعتِ اسلامیہ نے اجازت دی ہے، وہاں بھی بلاتحقیق کسی کی پوشیدہ بات لوگوں سے بیان کرنا جائز نہیں؛ کہ کہیں ہماری طرف سے کسی مسلمان کو اِیذا نہ پہنچے! کہیں ہماری کوتاہی کسی مسلمان کی بدنامی اور آبرُو ریزی کا باعث نہ بن جائے! کہیں ہماری نادانی وبے احتیاطی کسی کے گھر بار، کیرئیر (Carrier) اور زندگی کی بربادی کا سبب نہ بن جائے! اور بعد میں ہمیں نَدامت وشرمندگی اُٹھانی پڑے! اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾(۱) "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو؛ کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے اِیذا نہ دے بیٹھو! پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ!"۔

لہٰذا کتاب وسنّت کی اِن تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے، ہمیں بغیر سوچے سمجھے کسی بھی خبر یا پیغام (چاہے وہ قرآنِ کریم یا حدیثِ پاک کا نام لے کر کہی گئی ہو) کو کلک کرکے شیئر کرنے کی جلد بازی سے بچنا چاہیے، اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہیے، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیے؛ کیونکہ یہی اللہ عزّوجلّ کا حکم ہے، ہمارا پیارا پروردگار جلّ جلالہٗ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾(۲) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ!"۔

اسی طرح ہم میں سے کوئی، جب فرمانِ الٰہی یا حدیثِ رسول بیان کرے، تو پوری تحقیق کے ساتھ بیان کرے، اپنی طرف سے اس کو قرآن یا حدیث نہ بتائے، اگر

(۱) پ۲٦، الحجرات: ٦.

(۲) پ۱۱، التوبة: ۱۱۹.

ہمیں کوئی ایسی بات سوشل میڈیا، انٹرنیٹ یا کسی دوسرے ذریعہ سے معلوم ہو، تو اسے بھی بنا تحقیق آگے شیئر نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ کبھی کبھی ایسا کرنا بہت بڑے گناہ، اور جہنم میں جانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ كَذِباً عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ!»[1] "میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا، اور کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنا، دونوں برابر نہیں! بلکہ جو مجھ پر جان بُوجھ کر جھوٹ باندھے، اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے!"۔

لہٰذا جب تک حدیثِ پاک کا صحیح علم نہ ہو، اُسے حدیثِ رسول کہہ کر بیان کرنا، یا سوشل میڈیا پر شیئر کرنا دُرست نہیں؛ کیونکہ یہ گویا حضور نبئ کریم ﷺ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے کے مترادِف ہے، لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ کسی ماہر عالمِ دین کے ذریعے، پہلے ان باتوں کی تحقیق کرلیں؛ تاکہ بات پختہ اور یقینی ہو جائے، پھر اسے لوگوں میں بیان کریں، اور فیس بک وغیرہ پر بھی شیئر کریں۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال کا شرعی حکم

حضراتِ ذی وقار! بعض لوگ انٹرنیٹ کے استعمال کو مطلقاً حرام بتاتے ہیں، حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں؛ کیونکہ جب انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا استعمال، جائز شرعی اُمور، تعلیم وتعلّم، تبلیغِ دین، درست آگاہی، بہتر مقاصد اور تعمیری کاموں میں باہمی مدد کے لیے ہو، تو اس کے استعمال میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔

اگر انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کا استعمال، ناجائز وحرام اور غیر شرعی اُمور، مثلاً فلمیں ڈرامے، گانے باجے، فحاشی وعُریانیت پر مبنی مَواد دیکھنے، اور نامحرم خواتین

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ١٢٩١، صـ٢٠٦.

وحضرات سے بے تکلف اور بے پردہ گفتگو وغیرہ میں سہولت کے لیے کیا جائے، تو شرعًا اس کی اجازت نہیں، بلکہ ایسا کرنا حرام وممنوع ہے!۔

انٹرنیٹ کے استعمال میں چند احتیاطی تدابیر

عزیزانِ گرامی قدر! بدقسمتی سے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے غلط استعمال کا رجحان، ہمارے مُعاشرے میں بڑی تیزی سے بڑھتا جارہا ہے! اس کے باعث نوجوان نسل اور بچوں کے ذہنوں پر، مسلسل کاری ضرب لگائی جارہی ہے، مُعاندینِ اسلام بڑے منظّم اور غیر محسوس انداز سے، ہمارے مذہبی جذبات کو سرد کر رہے ہیں، ہماری نوجوان نسل میں فحاشی، عُریانیت اور بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں، ان میں اَخلاقی بگاڑ پیدا کر کے مُعاشَرتی توازُن کو مضطرِب کیا جارہا ہے، غلط معلومات اور جھوٹی خبروں کو سنسنی خیز انداز میں وائرل (Viral) کر کے، ہمارا قیمتی وقت برباد کیا جارہا ہے، نسلِ نَو کو ذہنی وجسمانی طور پر مفلوج کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، انہیں ان کے اپنوں سے دُور کیا جارہا ہے!!۔

چنانچہ اس سلسلے میں والدین کو اس سنگین صورتحال کا اِدراک کرتے ہوئے، ذہنی طور پر بیدار رہنے کی اَشد ضرورت ہے، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بیٹا یا بیٹی انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا پر کیا دیکھ رہا ہے کیا کر رہا ہے! ساری ساری رات کمپیوٹر چلتا ہے، والدین سمجھتے ہیں کہ بیٹا یا بیٹی پڑھائی میں لگے ہوئے ہیں، جبکہ عموماً پڑھائی کے علاوہ اَور بھی بہت کچھ ہو رہا ہوتا ہے! والدین کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اُٹھ کر کبھی دیکھ ہی لیں کہ آخر بچہ کیا کر رہا ہے؟ اگر یہ نہیں کر سکتے تو کم از کم فحش مَواد پر مبنی مخصوص ویب سائٹس ہی کو بلاک کروادیں، ورنہ اگر پانی سر سے گزر گیا تو پچھتاوے

کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج انٹرنیٹ ہماری ایک اہم اور بنیادی ضرورت بن چکا ہے، لہذا ہم کسی کو اس کے استعمال سے مکمل طور پر روک نہیں سکتے، اور نہ ہی ایسا ممکن نظر آتا ہے، دشمنانِ اسلام نے اس کے ذریعے ہماری تہذیب اور اَقدار کو تباہ وبرباد کرنے کا پختہ عزم کر رکھا ہے! لہذا ہمارے علمائے دین، اسکول کالجز کے اساتذۂ کرام، اور مذہبی وملّی تنظیمات کو چاہیے، کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مثبت استعمال پر زور دیں، اور نوجوان نسل کی ذہن سازی کرتے ہوئے ان کی درست رَہنمائی کریں؛ تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت فلموں ڈراموں اور گانے باجوں کے بجائے، تعلیم، صحت اور اَخلاقیات پر مبنی مواد پڑھنے میں صرف کریں، اس تیز ترین ذریعۂ اِبلاغ کا خود شکار بننے کے بجائے اسے اپنا ہتھیار بنائیں، اس کے ذریعے اسلام دشمنوں کا مقابلہ کریں، اور اسے اسلام کی تبلیغ اور مذہبی ڈائیلاگ (Religious dialogue) کا ذریعہ بناکر، غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے، اور مسلمانوں کی اِصلاح کی کوشش میں استعمال کریں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کو بُرے ماحول سے بچا، ہمیں اپنی عبادت اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرما، ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

سالِ نَو کی آمد

(جمعۃ المبارک ۹ جُمادی الاُولی ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۲/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

سالِ نَو کا جشن

برادرانِ اسلام! دسمبر کا مہینہ ختم ہونے کو ہے، اس کے اختتام کے ساتھ ہی جاری عیسوی سال مکمل ہو کر نیا سال شروع ہونا ہے۔ نئے سال کے آغاز پر ہمارے وطنِ عزیز کے بہت سے مسلم اور غیر مسلم، بالخصوص نوجوانانِ قوم، خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں، اللہ تعالی کی نعمت اور اس کے فضل واحسان پر خوشی کا اظہار بھی، اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے، لیکن یہاں دو ۲ باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

ایک بات یہ کہ کسی بھی موقع پر خوشی مناتے وقت، شریعتِ اسلامیہ کی حُدود وقُیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے، ایسے کاموں سے پرہیز کیا جائے، جنہیں ایک سلیمُ الطبع انسان اچھا شمار نہیں کرتا، مثلاً فائرنگ، آتش بازی، شراب نوشی، اور پھر سڑکوں اور چوراہوں پر سیٹیاں بجا بجا کر شور وغل کرنا، اپنی گاڑیوں کے سائلینسر نکال کر انہیں دَوڑاتے چلے

جانا، ریس لگانا، لڑکے لڑکیوں کا سمندر کنارے، اور تفریحی مقامات پر مخلوط ہلّا گلّا کرنا، ...وغیرہ وغیرہ خلافِ شریعت کاموں سے اجتناب لازم لازم اور لازم ہے!۔

پردہ داری

محترم بھائیو! مَردوں اور خواتین کا آپس میں ایک دوسرے کی طرف مائل ہونا، ایک طبعی اور فطری بات ہے؛ کیونکہ اگر یہ فطری میلان وقلبی رُجحان نہ ہو تو انسانی مُعاشرہ، اور تہذیب وتمدّن کا یہ گہوارہ بھی وُجود میں نہیں آسکے گا، لیکن ان جذبات اور خواہشات کا گلا گھونٹنا، اور انہیں ہمیشہ کے لیے انسانی جسم کے پنجرے میں قید کر دینا، یا اس کے برعکس ان جذبات وخواہشات کو مکمل آزادی کا پروانہ دے دینا، دونوں ہی درست نہیں، دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے میں ہی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہے۔

حجاب وستر پوشی پردہ کی پہلی سیڑھی ہے، بدنگاہی اور بے پردگی انسان کو بدکاری کی طرف دھکیلتی اور اُبھارتی ہے، جبکہ دینِ اسلام انسان کو اس بدکاری، گمراہی اور بدنامی کے گہرے گڑھے کی ہلاکت وبربادی سے بچاکر، فَوز وفلاح کی طرف بلاتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾[1] "اے حبیب! مسلمان مَردوں کو حکم دیجیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں! یہ ان کے لیے بہت سُتھرا ہے!"۔ لہٰذا مسلمان کی شان یہ ہے کہ زِنا اور اس کے اَسباب سے بھی دُور رہتا ہے، اور اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ہے۔

میرے بھائیو! دینِ اسلام نے مزید کرم یہ فرمایا، کہ اگر بلا قصد نادانستہ طور پر،

---

(۱) پ۱۸، النور: ۳۰.

غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے، تو اس پر مُؤاخذہ اور گرفت نہیں، حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا عَلِيُّ! لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ؛ فَإِنَّ لَكَ الأُولَى، وَلَيْسَتْ لَكَ الآخِرَةُ»(۱) "اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالنا؛ کہ پہلی نظر تمہیں مُعاف ہے، مگر دوسری نظر مُعاف نہیں!"۔ یہ حکم مَرد وعورت دونوں کے لیے ہے، لہذا عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کے ساتھ ساتھ پردے کے اَحکام بتائے جائیں، کہ آرائش وزیبائش کا بے جا شَوق، کہیں تمہیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے! کہیں عزّت وناموس سے محروم کر کے بے حیائی، بے شرمی اور آوارگی کی تاریکیوں میں ڈال کر، تمہارے دین ومذہب کو تباہ وبرباد نہ کردے!۔

میرے عزیز دوستو! خواتین پردہ داری کی بدَولت، بدقماش وبدمُعاش لوگوں کی ہَوس سے اپنی عزّت، ناموس اور آبرُو کو محفوظ ومامون رکھ سکتی ہیں، عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بقیہ جسم کا چھپانا، اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو مکمل پردہ بھی لازم وضروری ہے، خالقِ کائنات جَلّ جلالہ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾(۲) "اے حبیب! مسلمان خواتین کو حکم دیجیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں! اپنی پارسائی کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اس میں حرج نہیں، اور وہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں!"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" باب مَا جاء فِي نَظْرَةِ الْمَفَجَأَءة، ر: ۲۷۷۶، صـ۶۲۷.

(۲) پ۱۸، النور: ۳۱.

دوسری بات یہ کہ آیا نئے سال کا آنا جو حقیقۃً ایک سال کا گزرنا، یعنی ہماری زندگی سے کم ہونا ہے، تو کیا زندگی یوں لمحہ بہ لمحہ گزر کر کم ہوتے ہوئے، اختتام کی طرف بڑھنے پر خوشی منائی جائے؟! یا اللہ ورسول کی یاد سے غفلت میں گزرے اوقات اور ماہ وسال پر، نادم وشرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ، فکرِ سلیم کا دامن تھام کر سالِ نَو، بلکہ آئندہ تمام زندگی میں، عبادت واِطاعتِ الٰہی پر مستعد ومستقیم رہ کر، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا سامان کیا جائے؟!

نعمتِ عقل اور اس کی حفاظت

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العالمین کی عطا کردہ نعمتوں میں سے عقلِ سلیم بھی ایک عظیم نعمت ہے، اس کی حفاظت بھی شکرِ نعمت ہے، جبکہ اسے گناہ کے کاموں اور شراب نوشی ودیگر غلط کاموں میں ضائع کرنا، اس نعمت کی ناشکری ہے۔ شراب نوشی حرام، گناہِ کبیرہ اور ایک شیطانی کام ہے، اس سے بچنا بے حد ضروری ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾[1] "اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور جُوئے کے تیر چلانا، ناپاک شیطانی کام ہیں، تو اِن سے بچتے رہنا!"۔

شراب بنانا، پینا، پلانا، شراب کا کاروبار، اس کی آمدنی کھانا، کھلانا، کسی کو تحفے میں شراب دینا، اسلامی تعلیمات کی سَراسر خلاف ورزی ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا،

(١) پ٧، المائدة: ٩٠.

وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ»[1] "اللہ تعالی نے شراب پر، اُسے پینے اور پلانے والے پر، اسے بیچنے اور خریدنے والے پر، اسے بنانے والے پر، اسے بنوانے والے پر، اسے اُٹھانے والے، اور جس کے لیے اُٹھائی جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے!"۔

میرے پیارے بھائیو! اِن لعنتی وبُرے کاموں میں مبتلا ہو کر، اپنی صحت وآخرت داؤ پر مت لگائیے! جیساکہ عیسوی سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز پر، ہیپی نیوائیر (Happy New Year) کے نام سے، جہاں کئی خُرافات نے جنم لے رکھا ہے، وہیں غیروں کے پیچھے چلتے ہوئے بعض نادان مسلمان بھی، ان آفات میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں!۔

فُضولیات سے بچنا

عزیزانِ محترم! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کی ہم پر اس قدر کرم نوازیاں مہربانیاں اور نعمتیں ہیں، جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، دیگر نعمتوں کے ساتھ ساتھ اَعضاء کی سلامتی، قوّتِ گویائی اور مال وزَر وغیرہ بھی، پروَردِ گارِ عالم کی عظیم الشان نعمتیں ہیں، جن پر شکر بجالانا، اور بطورِ شکرانہ اِن تمام نعمتوں کو اللہ ورسول کی رِضا کے کاموں میں استعمال کرنا، اور ممنوع وفُضول اَقوال واَفعال سے بچنا ہم سب پر لازم ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ»[2] "اچھا مسلمان وہ ہے جو فُضولیات سے دُور رہے"، یعنی مسلمان کے کمالِ اسلام کی علامت، اور اسلام کا تقاضا ومنشا یہ ہے، کہ

---

(١) "سنن أبي داود" باب العصير للخمر، ر: ٣٦٧٤، صـ٥٢٧.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الزُّهد، ر: ٢٣١٧، صـ٥٣١.

بندہ فُضول اَفعال واَقوال سے گریز کرتا رہے، فُضولیات سے اپنے دامن کو بچائے رکھے؛ تاکہ سعادتِ دارَین اس کا مقدّر ہو، اور فلاح وکامرانی کے ایسے پھول کھلیں، جن کی خوشبو گناہوں کی بدبو کو مَحو کردے! اپنی نگاہ اپنے نصب ُالعین پر جمائے رکھے؛ تاکہ اس کی زندگی کا سفر یکسوئی سے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

کامل مسلمان کی یہ صفت وشان ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اقوال، افعال اور اِخراجات وغیرہ میں ہر اِسراف وفضول سے خود بچ کر، دوسروں کو بھی بچانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے!۔

ماضی کا احتساب

میرے عزیز دوستو! نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں، اپنے مُحاسبہ کی طرف توجہ دلاتا ہے، کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال مزید کم ہو گیا، اس میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟ ہمیں عبادات، مُعاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کی ادائیگی کے مُعاملے میں، اپنی زندگی کا مُحاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے، کہ ہم سے کہاں کہاں کیا کیا غلطیاں ہوئیں؟؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیاں کوتاہیاں چھپا سکتا ہے، مگر خود اپنی نظروں سے نہیں بچ سکتا! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا!»[1] "اس سے پہلے کہ تم سے (بروزِ قیامت) حساب لیا جائے، دنیا میں خود اپنا مُحاسبہ کرلو!"۔

(١) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة، ر: ٢٤٥٩، صـ٥٦٠.

آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا

میرے محترم بھائیو! ہمیں اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، وقت وحالات کے تقاضوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے، اولاد کی درست رَہنمائی کریں، انہیں مناسب وقت اور ماحول فراہم کریں، والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی اولاد کی جائز ضروریات، اپنی حیثیت وطاقت کے مطابق پورا کریں، ان کی جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ ذہنی نشو ونما کا بھی اہتمام کریں؛ کیونکہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: «إِنَّ اللهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ: أَحفِظَ أَمْ ضَيَّعَ؟ حَتَّى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»[1] "یقیناً اللہ تعالی ہر ذمّہ دار سے اس کی ذمّہ داری کے بارے میں پوچھے گا: کہ آیا اُس نے اپنی ذمّہ داری نبھائی یا ضائع کردی؟ یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پوچھے گا!"۔

لہذا جہاں ہم اپنے بچوں کو دیگر معلومات فراہم کرتے ہیں، وہیں سالِ نَو پر منائے جانے والے آج کل کے طریقۂ جشن کے بارے میں بھی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں!۔

وقت ایک عظیم نعمت ہے

برادرانِ اسلام! انسان نیک اعمال کی بجاآوری میں تاخیر لمبی امیدوں کے باعث کرتا ہے، لیکن جب انسان وقت کو غنیمت جان کر رِضائے الٰہی کے حصول میں لگ جاتا ہے، تب جنّت کی ابد الآباد نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے، اور اگر وقت کو صرف

---

(۱) "صحيح ابن حِبّان" كتاب السير، ر: ٤٧٦، صـ٧٧٧.

عیش وعشرت، خوش گپیوں اور مسخرہ پن میں ضائع وبرباد کر دے، تو سراسر نقصان وخسران اٹھاتا ہے۔ حضور نبئ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرصتِ وقت کو عظیم نعمت قرار دیا، اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کو گھاٹے میں پڑنے والا بتایا۔ حضرت سیّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے: «نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: (١) الصِّحَّةُ (٢) وَالْفَرَاغُ»[1] "دو۲ نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: (۱) تندرستی (۲) اور فراغت"۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے، کہ آدمی کبھی فارغ نہ رہے، جسے جسمانی صحت حاصل ہو، اور وہ اُس حال میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے، بلکہ وقت کو یونہی ضائع کر دے، تو وہ خسارے میں ہے؛ کہ اللہ تعالی کا شکر اُس کے اَحکام پر عمل کرنے، اور اُس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے میں ہے، تو جو اِن اُمور میں حد سے تجاوُز کرے، وہی خسارے میں ہے"[2]۔

"خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت اور خوشحالی ملی تھی، تو اللہ تعالی کی یاد، عبادات اور اَذکار واَوراد زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تھا، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کے سبب نقصان اُٹھایا"[3]۔ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو جسمانی صحت وفراغت کے اوقات سے بھی نوازا ہے، اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں، انہیں کبھی زوال نہیں آنا، لیکن یہ بات صرف ایک شیطانی وسوسہ اور دھوکا ہے، لہٰذا اِن عظیم نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے ان کا درست استعمال کیجیے، اور ہم

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، ر: ٦٤١٢، صـ١١١٣.
(٢) "فتح الباري شرح صحيح البخاري" تحت ر: ٦٤١٢، ١١/ ٢٥٩.
(۳) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" زیرِ حدیث: ۶۲۲۳، ۶/۹۔

میں سے ہر ایک دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کے لیے آگے کیا بھیج رکھا ہے؟!

پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو

وقت ایک عظیم نعمت ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے؛ کہ اِسی وقت کے صحیح یا غلط استعمال سے زندگی سنورتی یا بگڑتی ہے۔ حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (٢) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[1] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے، (۴) فراغت کو مصروفیت سے پہلے، (۵) اور اپنی زندگی کو مَوت سے پہلے غنیمت جانو!"۔

اگر اِن پانچوں مُعاملات میں غَور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے، کہ تمام اُمور میں وقت ہی کی اَہمیت اُجاگر کی جارہی ہے، یعنی جوانی، صحت، مالداری، فراغت اور جب تک سانس باقی ہے، زندگی کے تمام اَوقات کو غنیمت جانو، اور اِن سے خوب فائدہ اُٹھالو، نیک اعمال جتنے زیادہ کرسکتے ہو کرلو، زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خیر خواہی کرلو؛ کیونکہ جب یہ وقت نکل جائے گا اور انسان بڑھاپے، بیماری، محتاجی اور مصروفیت کا شکار ہوجائے گا، تب اسے صحیح طَور پر نیک اعمال کا موقع نہیں مل سکے گا، اور جب مَوت کی آغوش میں چلا جائے گا، تب تو نیکیوں کا وقت بالکل ہی ہاتھ سے نکل چکا ہوگا!۔

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٨٤٦، ٨/ ٢٧٩٧.

لہٰذا وقت کی قدر دانی ہی عقلمندی کا تقاضا ہے، اس تقاضے کو پورا کرتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل کرنا، ہماری آخرت کے لیے انتہائی ضروری ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾[1] "آدمی اپنی کوشش ہی کا نتیجہ پائے گا، اور اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی!"۔

ہماری زندگی کا ایک سال مزید کم ہو گیا!

حضراتِ گرامی قدر! آج کا مسلمان نئے سال کی آمد پر جشن مناتا ہے، کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس نئے سال کی آمد پر، اُس کی زندگی کا ایک برس مزید کم ہو چکا ہے! زندگی اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش بہا نعمت ہے، اور نعمت کے زائل یا کم ہونے پر جشن نہیں منایا جاتا، بلکہ افسوس کیا جاتا ہے! گزرا ہوا سال کہیں حَسین یادیں، خوشگوار واقعات، اور کہیں تلخ تجربات، غم واَلَم اور مختلف حادثات کے نُقوش چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے، انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام بھی دے کر الوَداع ہوتا ہے! اختتامِ ماہ وسال بلکہ ہمارا گزرتا ہوا ہر ہر لمحہ، ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اے غافل انسان! تو تیزی سے اپنی مقرّرہ مدّتِ زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہے! کسی شاعر نے کیا خوب کہا: ع

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادِی خالق نے گھڑی عمر کی اِک اَور گھٹا دی![2]

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «ما ندمتُ على شيءٍ

(۱) پ ۲۷، النجم: ۳۹، ۴۰.

(۲) کلام دوا کر راہی۔

ندمِي على يومٍ غَربتْ شمسُه، نقصَ فيه أجلي، ولم يزدْ فيه عملي!»[1]
"میں کسی چیز پر اتنا نادِم اور شرمندہ نہیں ہوا، جتنا نادِم ایسے دن کے گزرنے پر ہوا، جو میری زندگی سے کم ہوگیا، اور اُس میں میرے نیک عمل میں اضافہ نہ ہوسکا!"۔

حضرت سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اے ابنِ آدم! تو ایّام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ کہ تیرا ایک حصہ گزر گیا!"[2]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سالِ نَو پر ہونے والی خُرافات اور بے ہودگیوں میں، اپنا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع کرنے سے محفوظ فرما، گزرتے ماہ وسال کے بخیر وعافیت وَداع ہونے پر، دل کی گہرائی سے شکر بجالانے کی توفیق عطا فرما کر، سالِ نَو میں اپنی خاص رحمت وبرکت اور انعام واِکرام سے مستفیض فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "قيمة الزمن عند العلماء" ندم ابن مسعود على اليوم يمرّ ...إلخ، صـ۲۷.

(۲) المرجع نفسه، يا ابن آدم إنّما أنت أيّام! صـ۲۷.

فہارسِ علمیہ

فہرستِ آیاتِ قرآنیہ

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	جلد/صفحہ
مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا	۱	البقرہ	۱۲۸	۵۰۴/۱
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ	۱	البقرہ	۱۲۹	۵۰۴/۱
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	۱	البقرہ	۱۳۱	۵۰۰/۱
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ	۲	البقرہ	۱۵۱	۲۳۴/۱
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ	۲	البقرہ	۱۵۳	۴۷۵/۱
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ	۱	البقرہ	۱۵۷	۱۵۰/۲
اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا	۲	البقرہ	۱۵۸	۴۷۵/۱
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ	۲	البقرہ	۱۶۸	۳۸۵/۱

عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ	٢	البقرہ	١٨٧	٢٧٥/١
یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ	٢	البقرہ	١٨٩	٩٠/٢
وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ	٢	البقرہ	١٩٤	٣٠٨/١ ٢٠١/١ و٣٢١/١
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ... الآیۃ	٢	البقرہ	٢٢٢	و٣٥١/٢
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ	٢	البقرہ	٢٢٢	٣٥١/٢
وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	٢	البقرہ	٢٢٨	٧٠/١
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ...الآیۃ	٣	البقرہ	٢٦٠	٥٠٧/١
اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ ...الآیۃ	٣	البقرہ	٢٧٥	٣٨٨/١
یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ	٣	البقرہ	٢٧٦	٢٧٨/٢

آیت	پارہ	سورت	آیت نمبر	جلد/صفحہ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ	۳	آلِ عمران	۳۱	۲/۲۳۳
لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ	۳	آلِ عمران	۶۱	۱/۱۸۷
فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ	۴	آلِ عمران	۹۷	۱/۴۷۳
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا	۴	آلِ عمران	۹۷	۱/۴۶۵
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ	۴	آلِ عمران	۱۰۲	۱/۳۱۱ ۱/۳۷۵ و۲/۱۵۱
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا	۴	آلِ عمران	۱۰۳	و۲/۱۷۳
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا...الآیة	۴	آلِ عمران	۱۰۳	۲/۱۴۹
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ	۴	آلِ عمران	۱۰۵	۱/۱۸۴
كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	۴	آلِ عمران	۱۱۰	۱/۳۳ و۱/۲۲۷
وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ				

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	جلد/صفحہ
الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ	۴	آلِ عمران	۱۲۱	۳۴۸/۱
اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ	۴	آلِ عمران	۱۲۲	۳۴۹/۱
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	۴	آلِ عمران	۱۳۰	۳۹۰/۱
وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ... الآية	۴	آلِ عمران	۱۳۵	۱۹۶/۱
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ...الآية	۴	آلِ عمران	۱۴۴	۳۵۰/۱
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ	۴	آلِ عمران	۱۴۴	۳۵۱/۱ ۳۵۲/۱و ۳۵۳/۱و
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا				

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ	۵	النساء	۶۹	۲/۳۳۶
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا	۵	النساء	۸۰	۲/۲۳۸
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا	۵	النساء	۸۱	۱/۱۰۶
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ	۵	النساء	۸۲	۱/۳۴۰
يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا	۵	النساء	۱۰۸	۱/۳۷۰
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ	۵	النساء	۱۳۵	۱/۵۵
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا	۵	النساء	۱۳۷	۲/۵۰
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ	۶	النساء	۱۷۱	۲/۳۷۹

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ ...الآية	۶	المائدہ	۶۶	۲۳۰/۱
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ	۶	المائدہ	۶۸	۲۲۶/۱
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	۷	المائدہ	۹۰	۴۳۲/۱ و۳۷۵/۲
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ	۷	الانعام	۵۷	۱۵۸/۱
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ	۷	الانعام	۹۰	۱۰۸/۱
وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ	۸	الانعام	۱۴۱	۲۶۱/۲
قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا	۸	الانعام	۱۵۱	۷۵/۱
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ...الآية	۸	الانعام	۱۵۳	۳۰۹/۱
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ				

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ...الآية	۸	الانعام	۱۵۸	۴۲۶/۱
اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ	۸	الانعام	۱۵۹	۱۷۴/۲
قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	۸	الانعام	۱۶۲	۴۸۱/۱
فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ	۸	الاعراف	۱۳	۴۴۹/۱
فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	۸	الاعراف	۶۹	۱۱۲/۱
اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ	۹	الاعراف	۱۴۲	۲۹۳/۱
وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ	۹	الاعراف	۱۵۶	۲۵۴/۱
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا	۹	الاعراف	۱۸۹	۴۴۳/۱
وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا				

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	جلد/صفحہ
لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ	۹	الانفال	۳۰	۸۵/۲
وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ	۹	الانفال	۳۹	۳۲۲/۲
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ	۱۰	الانفال	۴۶	۱۸۱/۱ و۱۷۵/۲
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ	۱۰	الانفال	۶۰	۱۷۳/۱
وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ	۱۰	التوبہ	۳	۴۶۷/۱
قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا ...الآية	۱۰	التوبہ	۲۴	۲۳۴/۲ و۲۸۵/۲
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ				

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ...الآیة	۱۰	التوبہ	۳۴، ۳۵	۱/۲۵۷
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ	۱۰	التوبہ	۳۶	۱/۱۳۷ و۲/۸۱
فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ	۱۰	التوبہ	۳۶	۱/۱۳۸
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	۱۰	التوبہ	۴۰	۱/۱۱۷
وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ	۱۰	التوبہ	۵۴	۲/۲۷۹
اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ...الآیة	۱۰	التوبہ	۶۰	۱/۲۶۰
اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ				

رَحِمَ رَبِّیْ	۱۳	یوسف	۵۳	۳۹۵/۱
وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ	۱۳	یوسف	۸۷	۱۰۹/۱
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ	۱۳	الرعد	۱۱	۱۱۰/۱
لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ	۱۳	ابراہیم	۷	۱۱۳/۱
لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ	۱۳	ابراہیم	۷	۳۶۳/۲
فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	۱۴	النحل	۴۳	۱۳۱/۱ و ۱۸۴/۲
وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ	۱۴	النحل	۵۳	۳۶۲/۲
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ...الآیة	۱۴	النحل	۵۸، ۵۹	۴۳۰/۱
اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی	۱۴	النحل	۹۰	۱۶۷/۱
اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ				

بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِيۡنَ	۱۷	الانبیاء	۵۱- ۷۰	۱/۴۹۷
وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ	۱۷	الانبیاء	۱۰۷	۲/۲۴۶
وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ ...إلى وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ	۱۷	الحج	۲۷- ۲۹	۱/۴۶۶
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا	۱۷	الحج	۳۴	۱/۴۸۲
لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ	۱۷	الحج	۳۷	۱/۴۸۲
اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ...الآية	۱۷	الحج	۳۹	۲/۱۶۹
اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ	۱۷	الحج	۴۱	۱/۱۶۰ و۱/۲۲۶ و۲/۲۸۰
اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ...الآية	۱۸	النور	۱۹	۱/۴۳۱ و۲/۳۱۹ و۲/۳۶۶
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ وَمَنۡ يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ	۱۸	النور	۲۱	۱/۳۱۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا...الآية	۱۸	النور	۲۷، ۲۸	۱/۴۵۵
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ	۱۸	النور	۳۰	۲/۳۷۳
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ...إلآية	۱۸	النور	۳۱	۲/۳۷۴
وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	۱۸	النور	۳۱	۱/۱۹۵ و۱/۳۲۰
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ...الآية	۱۸	النور	۵۸	۱/۴۶۲
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى	۱۹	النمل	۵۹	۲/۱۵۰
قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ	۲۰	القصص	۲۷	۱/۲۶۶

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ	۲۰	القصص	۶۸	۲۱۲/۱
وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	۲۱	العنکبوت	۶۴	۳۱۱/۱
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا...الآية	۲۱	الروم	۲۱	۶۲/۱ و۴۴۳/۱
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ	۲۱	الروم	۳۹	۲۵۶/۱
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	۲۱	الاحزاب	۲۱	۲۴۰/۲
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا	۲۲	الاحزاب	۳۳	۲۸۱/۱ و۱۵۱/۲
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا	۲۲	الاحزاب	۴۰	۱۳۴/۲
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	۲۲	الاحزاب	۴۰	۱۴۱/۲ و۲۲۶/۲ و۳۱۶/۲
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا				۵۰۶/۱

نُوحًا وَّالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ...الآیة	۲۵	الشوری	۱۳	۲۲۴/۱
اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ	۲۵	الشوری	۱۹	۳۸۶/۱
قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی	۲۵	الشوری	۲۳	۲۸۲/۱
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِیْلُ ... الآیة	۲۵	الشوری	۴۱، ۴۲	۱۷۳/۱
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ	۲۵	الدخان	۳	۳۰۰/۱
وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا	۲۶	الاحقاف	۱۵	۷۵/۱
وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا	۲۶	الاحقاف	۱۵	۴۳۹/۱
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ	۲۶	الاحقاف	۳۵	۱۱۴/۱
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ	۲۶	الفتح	۸، ۹	۲۲۸/۲
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا	۲۶	الفتح	۹	۲۸۴/۲

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَۚ ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ ﴿٢﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿٣﴾ۙ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	۳۰	العلق	۱-۵	۲۳۴/۱
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ	۳۰	القدر	۱	۳۰۰/۱
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ	۳۰	القدر	۳	۲۹۷/۱
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ	۳۰	القدر	۴	۲۹۸/۱
سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ	۳۰	القدر	۵	۲۹۹/۱
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ	۳۰	البینہ	۵	۲۵۶/۱
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ	۳۰	الکوثر	۲	۴۸۴/۱
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ	۳۰	الفلق	۵	۴۴۸/۱

فہرستِ اَحادیث وآثار

ماٰخذ ومَراجع

- أدب الدنيا والدين، علي بن محمد البغدادي الماوردي (ت٤٥٠ هـ)، دار مكتبة الحياة ١٩٨٦م.
- اُصول الرَّشاد لقمع مَبانی الفساد، علّامہ مفتی نقی علی خان (ت۱۲۹۷ھ)، تحقیق ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، ادارۂ اہلِ سنّت ۱۴۳۰ھ، ط۱۔
- الإبانة الكبرى، ابن بطّة العكبري (ت٣٨٧هـ)، تحقيق: رضا مُعطي وعثمان الأثيوبي، الرياض: دار الراية ١٤١٥هـ، ط٢.
- الأسامي والكُنى، أبو أحمد الحاكم (ت٣٧٨هـ)، تحقيق أبي عمر محمد بن علي الأزهري، القاهرة: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر ١٤٣٦هـ، ط١.
- الأمالي المطلقة، ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢هـ)، تحقيق: حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤١٦هـ، ط٢.
- البداية والنِّهاية، ابن كثير (ت٧٧٤هـ)، تحقيق: علي شيري، بيروت: مكتبة المعارف/ دار إحياء التراث العربي ١٤٠٨هـ، ط١.
- الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك، ابن شاهين (ت٣٨٥هـ)، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤ هـ، ط١.
- الترغيب والترهيب، المنذري (ت٦٥٦ هـ)، تحقيق: إبراهيم

شمس الدين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٧هـ، ط١.
- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط١.
- الرياض النضرة في مناقب العشرة، محب الدّين الطَبَري (ت٦٩٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية، ط٢.
- السيرة النبوية، ابن هِشام (ت٢١٣هـ)، تحقيق: محمد شحاته إبراهيم، القاهرة: دار المنار.
- الشريعة، الآجرّي (ت٥١٦هـ)، تحقيق: د. عبد الله بن عمر بن سليمان الدميجي، الرياض: دار الوطن ١٤٢٠هـ، ط٢.
- الصبر والثواب عليه، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١ هـ)، تحقيق: محمد خير رمضان يوسف، بيروت: دار ابن حزْم ١٤١٨هـ، ط١.
- الضعفاء الكبير، العقَيلي (ت ٣٢٢هـ) تحقيق: عبد المعطي أمين قَلَعْجي، بيروت: دار المكتبة العلمية ١٤٠٤هـ، ط ١.
- العقيدة الطحاويّة، الطحاوي (ت٣٤١هـ)، بيروت: دار ابن حَزْم ١٤١٦هـ، ط١.
- الغنية لطالبي طريق الحقّ، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١هـ)، تحقيق أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٧هـ، ط١.

- الفتاوى الهنديّة، الشيخ نظام (ت١١٦١هـ) وجماعة من علماء الهند الأعلام، بشاوَر: المكتبة الحقّانية.
- الفتح الكبير في ضمّ الزيادة إلى الجامع الصّغير، السُّيوطي (ت٩١١هـ)، تحقيق: يوسف النَّبهاني، بيروت: دار الفكر ١٤٢٣هـ، ط١ .
- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- الكشف والبيان عن تفسير القرآن، الثعلبي (ت ٤٢٧هـ)، تحقيق: الإمام أبي محمد بن عاشُور، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢هـ، ط١.
- الكفاية في علم الرواية، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣هـ)، تحقيق: أبو عبد الله السورقي، إبراهيم حمدي المدني، المدينة المنوّرة: المكتبة العلمية.
- المَدخل إلى علم السُنن، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: محمد عوامة، القاهرة: دار اليسر للنشر والتوزيع، بيروت: دار المنهاج للنشر والتوزيع ١٤٣٧هـ، ط١.
- المصنَّف، عبد الرزاق الصَنعاني (ت٢١١هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى، بيروت: المكتب الإسلامى ١٤٠٣هـ، ط٢.
- المنامات، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ)، تحقيق: عبد القادر أحمد عطا، بيروت: مؤسّسة الكتب الثقافية ١٤١٣هـ، ط١.

- امام احمد رضا اور تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوّت، صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری (ت ۲۰۲۰م)، کراچي: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۲۰۰۴ء۔
- انسانی حقوق کا عالمی منشور، اردو، نیویارک: محکمۂ اطلاعاتِ عامّہ اَقوام متحدہ۔
- برطانوی مظالم کی کہانی (مشعلِ راہ) عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری (ت ۱۴۲۸ھ)، لاہور: فرید بک سٹال، ط۱۔
- بقيع الغرقد، الشيخ محمد أمين الأميني (ت ١٣٤١هـ)، المدينة: دار الحديث ١٤٢٨هـ، ط١.
- بہارِ شریعت، مفتی امجد علی اعظمی (ت ۱۳۶۷ھ)، کراچي: مكتبة المدينة ۱۴۲۹ھ۔
- بہارستان، ظفر علی خاں (ت ۱۹۵۶ھ)، اردو اکیڈیمی پنجاب، لاہور۔
- بی بی سی اردو، ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۸، پیغمبرِ اسلام کی توہین آزادئ اظہارِ رائے نہیں ہے۔
- تحذیر النّاس، محمد قاسم نانَوتوی (ت ۱۲۹۷ھ) کراچي: دار الِاشاعت۔
- تهذيب الأسماء واللُغات، الإمام النوَوي (ت ٦٧٦هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية.
- جسارت بلاگ "آن لائن، توہینِ مذہب اور یورپي ممالک کے قوانین۔
- جنّتی زیور، عبد المصطفیٰ اعظمی (ت ۱۴۰۶ھ) تحقیق مجلس المدينة العلمية، کراچي: مكتبة المدينة ۱۴۳۵ھ، ط۷۔
- جواہر البیان فی اَسرار الاَرکان، علاّمہ نقی علی خان (ت ۱۲۹۷ھ)، ممبئ: رضا اکیڈمی۔
- حُجَّةُ الله البالغة، الشاهْ ولي الله الدهلوي (ت ١١٧٦هـ) تحقيق: السيّد سابق، بيروت: دار الجيل ١٤٢٦ هـ، ط ١.

- خزانة التواريخ النَّجدية، الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن (ت١٤٢٣هـ)، ١٤١٩هـ، ط١.
- دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، محمد علي البكري الصديقي (ت١٠٥٧هـ)، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٥هـ.
- دلیل، ۲۵ اکتوبر ۲۰۲۰، فرانسیسی صدر کا پاگل پن۔
- ذَيل طبقات الحنابلة، ابن رجب الحنبلي (ت٧٩٥هـ)، تحقيق: د. عبد الرحمن بن سليمان العثَيمين، الرياض: مكتبة العبيكان ١٤٢٥هـ، ط١.
- روزنامہ نوائے وقت "علّامہ اقبال کا سیاسی نظریہ، آن لائن، ۰۹ نومبر ۲۰۱۲ء۔
- روزنامہ نوائے وقت "علّامہ اقبال: دین اور سیاست، آن لائن، ۰۷ نومبر ۲۰۱۱ء۔
- زاد المعاد في هَدي خير العباد، ابن قيّم (ت٧٥١هـ)، بيروت: مؤسّسة الرسالة – الكويت: مكتبة المنار الإسلامية ١٤١٥هـ، ط٢٧.
- سنن أبي داود، سليمان بن الأشعَث (ت٢٧٥هـ)، الرياض: دار السّلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن الترمذي، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن النَّسائي، أحمد بن شعَيب (ت٣٠٣هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤٢٥هـ.

- سیرتِ سیّدِ الانبیاء (مترجم اردو)، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی (ت۱۱۷۴ھ) لاہور: مظہرِ علم۱۳۸۶ھ، ط۱۔
- شاہکار انسائیکلوپیڈیا قرآنیات، از سیّد قاسم محمود (ت۲۰۱۰ء)، کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن۔
- شرح الزرقاني على المواهب اللدُنية بالمنح المحمدية، الزرقاني (ت ١١٢٢هـ) بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٧ه، ط١.
- شرح السنّة، ابن خلف البربهاري (ت ٣٢٩ هـ) تحقيق: أبو ياسر خالد بن قاسم الردادي، المدينة المنوّرة: مكتبة الغربا الأثرية ١٤١٤ه، ط١.
- صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦ه)، الرياض: دار السّلام ١٤١٩ه، ط٢.
- المُسند، أحمد بن حنبل (ت٢٤١ه)، تحقيق صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٤ه، ط٢.
- صحيح مسلم، مسلم بن الحجّاج (ت٢٦١ه)، الرياض: دار السّلام ١٤١٩ه، ط١.
- عجائب الآثار في التراجم والأخبار، الجبرتي المؤرّخ (ت١٢٣٧ه)، بيروت: دار الجيل.
- عرف التعريف بالمَولد الشّريف، ابن الجزري (ت٨٣٣ه)، فلسطين: واحة آل البيت لإحياء التراث والعلوم.

- علماء ہند کا شاندار ماضی، سیّد محمد میاں صاحب (ت۱۳۹۵ھ)، لاہور: جمعیۃ پبلیکیشنز ۲۰۱۰ء، ط۶۔
- عيون الأخبار، ابن قتَيبة (ت٢٧٦هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٨هـ.
- غیاث اللغات، غیاث الدّین رامپوری (ت۱۲۶۱ھ)، کانپور: مطبع نظامی ۱۲۹۲ھ۔
- فاضل بریلوی اور اُمور بدعت، سیّد محمد فاروق القادری، لاہور: رضا پبلی کیشنز ۱۴۲۲ھ۔
- فانوس، خلافتِ راشدہ نمبر، بزمِ انوار القرآن، کراچي۔
- فُتوح البلدان، البلاذري (ت٢٧٩هـ)، بيروت: مكتبة الهلال ١٩٩٨م.
- فتوح الغيب، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١هـ) مصر: مكتبة ومطبعه مصطفى البابي ١٣٩٢هـ، ط٢.
- فضائل الأوقات، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: عدنان عبد الرحمن مجيد القيسى، مكة المكرمة: مكتبة المنارة ١٤١٠، ط١.
- فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ)، تحقيق: وصي الله محمد عباس، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٣هـ، ط١.
- فيض القدير شرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١هـ)، مصر: المكتبة التجارية ١٣٥٦هـ، ط١.
- قيمة الزمن عند العلماء، عبد الفتّاح أبو غدّة الحلَبى الحنفى

(ت١٤١٧هـ)، حلَب: مكتب المطبوعات الإسلامية، ط١٠.
- كشف الخفاء ومزيل الإلباس، أبو الفداء العجلوني (ت ١١٦٢هـ)، تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هنداوي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٠ه، ط١.
- كشف اللِّثام شرح عمدة الأحكام، شمس الدين الحنبلي (ت١١٨٨هـ)، تحقيق: نور الدين طالب، الكويت: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية – سورية: دار النوادر ١٤٢٨هـ، ط١.
- کتاب الہند (مترجم اردو)، البیرونی (ت۱۰۴۸ء)، لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار ۲۰۰۵ء۔
- کشف المحجوب، داتاگنج بخش علی ہجویری (ت ۴۶۴ھ)، لاہور: بسمن پبلیکشنز ۱۴۱۶ھ، ط۱۔
- کلام فلک، لال چند فلک، ویاس پُستکالہ لاہور ۱۹۱۳ء، ط۱۔
- ماہنامہ دُخترانِ اسلام مارچ ۲۰۱۶ء لاہور، جلد ۲۳، شمارہ ۳۔
- ماہنامہ کنز الایمان لاہور "اگست ۱۹۹۵ء، تحریکِ پاکستان نمبر۔
- مخلوط نظامِ تعلیم کے تباہ کن اثرات "آن لائن آرٹیکل۔
- مدخَل الشّرع الشريف، ابن الحاج العبدري (ت٧٣٧هـ)، بيروت: دار الفكر.
- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ)، گجرات: نعیمی کتب خانہ۔
- مُسند البزّار، أبو بكر أحمد بن عَمرو (ت٢٩٢هـ)، تحقيق: د. محفوظ الرحمن زين الله، المدينة المنوّرة: مكتبة العلوم والحكم.

- مسند الشهاب، القضاعي (ت٤٥٤هـ)، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلَفي، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٧هـ، ط٢.
- مسند الفردَوس، أبو شجاع الدَّيلمي (ت٥٠٩هـ)، من المخطوط.
- مکالمہ، ۲۳ اگست ۲۰۱۸ء، توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ اور ہماری اَخلاقی ودینی ذمّہ داری۔
- نهاية الأرب في معرفة أنساب العرب، القلقشندي (ت٨٢١هـ)، تحقيق إبراهيم الإبياري، بيروت: دار الكتاب اللبنانين ١٤٠٠هـ، ط٢.
- یوروا سٹیٹ رپورٹ، برائے سال ۲۰۱۷ء۔
- فتح الباري بشرح صحيح البخاري، العسقلاني (ت٨٥٢هـ)، القاهرة: دار الحديث ١٤٢٤هـ.
- لُباب التأويل في معاني التنزيل، الخازِن (ت٧٤١هـ)، بشاور: مكتبة فاروقية.
- لُباب التأويل في معاني التنزيل، الخازِن (ت٧٤١هـ)، بشاور: مكتبة فاروقية.
- إتحاف الزائر وإطراف المقيم للسّائر، أبو اليمن بن عساكر الدِمشقي (ت ٦٨٦هـ)، تحقيق: حسين محمد علي شكري، بيروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم.
- اَحکامِ شریعت، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ)، لاہور: شبیر برادرز ۱۹۸۴م ط۱۔
- إحياء علوم الدِّين، الغزالي (ت٥٠٥هـ)، بيروت: دار الكتب

العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.
- أُسد الغابة في معرفة الصحابة، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، تحقيق الشيخ علي محمد معوّض، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٢٤هـ، ط٢.
_ اسلامی زندگی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)، تحقیق شعبۂ تخریج المدینۃ العلمیۃ، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۱ھ، ط۱۔
_ اعلی حضرت کاوصایاشریف، مولانا حسنین رضاخان (ت۱۴۰۱ھ)، ۱۴۱۸ھ، ط۱۔
_ الأشباه والنظائر، ابن نجَيم (ت٩٧٠هـ)، تحقيق الدكتور محمّد مطيع الحافظ، دِمشق: دار الفكر ١٤٢٠هـ.
_ الإصابة في تمييز الصحابة، ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢هـ)، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥هـ، ط١.
_ الاقتصاد في الاعتقاد، الغزالي (ت٥٠٥هـ)، تحقيق عبد الله محمد الخليلي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤هـ، ط١.
_ الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ ولیّ اللہ دہلوی (ت۱۱۷۶ھ)، لائل پور: کتب خانہ علویّہ رضویہ۔
_ الباعث على إنكار البدَع والحوادث، أبو شامّة (ت٦٦٥هـ)، تحقيق عثمان أحمد عنبر، القاهرة: دار الهُدى ١٣٩٨هـ، ط١.
_ البحر الرائق، ابن نجَيم المصري الحنفي (ت٩٧٠هـ)، تحقيق الشيخ

زكريّا عميرات، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٨ھ، ط١.
_ التحرير، الكمال بن الهُمام (ت٨٦١ھ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٧ھ، ط١.
_ التعريفات، السيّد شريف الجُرجاني (ت٨١٦ھ)، تحقيق إبراهيم الأبياري، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٣ھ.
_ التفسير الكبير = مفاتيح الغيب، فخر الدّين الرّازي (ت٦٠٦ھ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤١٧ھ، ط٢.
_ التفسيرات الأحمديّة، مُلّا جِيوَن (ت١١٣٠ھ)، پشاور: مكتبة حقّانية.
_ التيسير بشرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١ھ)، تحقيق دكتور مصطفى محمّد الذَهبى، القاهرة: دار الحديث ١٤٢١ھ، ط١.
_ الجامع لأحكام القرآن، القُرطبي (ت٦٧١ھ)، تحقيق عبد الرزّاق المهدي، كوئته: المكتبة الرشيديّة.
_ الحاوي للفتاوي، السُّيوطي (ت٩١١ھ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤ھ.
_ الخصائص الكبرى، السُيوطي (ت٩١١ھ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢ھ، ط٢.
_ الدرّ الثمين في مبشّرات النّبي الأمين، الشّاهْ ولي الله الدهلوي (ت١١٧٦ھ)، كراچي: مير محمد كتب خانه۔

_ الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار، الحَصكفي (ت١٠٨٨هـ)، تحقيق الدكتور حسام الدّين فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبيروت: دار إحياء التراث العربي.

_ الدرّ المنثور في التفسير المأثور، السُيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ.

_ الدُرر الحِسان في البعث والجنان، السُيوطي (ت٩١١هـ)، مصر: المطبعة الكاستليه ١٢٨٧هـ، ط١.

_ الرّسالة القشَيرية، القشَيري (ت٤٥٦هـ)، بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية ١٤٢٠هـ، ط١.

_ السنن الكبرى، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، بيروت: دار الفكر.

_ السنن الكبرى، النَّسائي (ت٣٠٣هـ)، تحقيق د. عبد الغفّار سليمان البنداري، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١١هـ، ط١.

_ السنية الأنيقه فى فتاوى افريقه، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ)، فيصل آباد: مكتبه نوريّه رضويّه ۲۰۰۴ء۔

_ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، قاضي عياض (ت٥٤٤هـ)، تحقيق عبد السلام محمد أمين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.

_ الصواعق المحرقة في الردّ على أهل البِدَعِ والزندقة، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٤هـ)، تحقيق: عبد الوهّاب عبد اللطيف، ملتان:

مكتبه مجيديّه ١٤١٠هـ، ط٣.
_ الطبقات الكبرى، ابن سعد (ت٢٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط١.
_ الفتاوى الخيرية لنفع البريّة، خير الدّين الرَّملي (ت١٠٨١هـ)، (هامش العقود الدريّة) مصر: المطبعة المَيمنيّة ١٣١٠هـ.
_ الفقيه والمتفقّه، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣هـ)، السعوديّة: دار ابن الجَوزي ١٤٢١هـ، ط٢.
_ القاموس المحيط، الفيروزآبادي (ت١١٧هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٥هـ، ط١.
_ القول الجميل في بيان سواء السبيل، الشاهْ ولي الله الدهلوي، (ت١١٧٦هـ)، لاهور: مكتبة رحمانية.
_ الكاشف عن حقائق السُنن، الطِيبي (ت٧٤٣هـ)، تحقيق بديع السيّد اللحّام، كراتشي: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ١٤١٣هـ، ط١.
_ الكامل في التاريخ، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٣٩٨هـ.
_ الكامل في ضعفاء الرجال، ابن عدي (ت٣٦٥هـ)، تحقيق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٨هـ، ط١.
_ المستدرَك على الصحيحَين، الحاكم (ت٤٠٥هـ)، تحقيق حمدي

الدمرداش محمد، مكّة المكرّمة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٠هـ، ط١.

_ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، القاري (ت١٠١٤هـ)، كراتشى: إدارة القرآن والعلوم الإسلاميّة ١٤٢٥هـ، ط٢.

_ المصنَّف، ابن أبي شَيبة (ت٢٣٥هـ)، تحقيق كمال يوسف الحوت، الرياض: مكتبة الرُشد ١٤٠٩هـ، ط١.

_ المعجم الأوسط، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، بيروت: دار الفكر ١٤٢٠هـ، ط١.

_ المعجم الكبير، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ)، تحقيق حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢هـ، ط٢.

_ المقاصد الحسنة، السخاوي (ت٩٠٢هـ)، تحقيق محمد عثمان الخشت، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٥هـ، ط١.

-الملفوظ، مفتئ اعظم ہند (ت ۱۴۰۲ھ)، ممبئ: رضا اکیڈمی ۱۴۲۷ھ، ط۲۔

_ المنهاج لشرح صحيح مسلم بن الحجّاج، النَّوَوي (ت٦٧٦هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط٤.

_ المواهب اللدُنيّة بالمنح المحمّديّة، القسطلاني (ت٩٢٣هـ)، تحقيق صالح أحمد الشامى، بيروت: المكتب الإسلامى ١٤٢٥هـ، ط٢.

_ الموطّأ، الإمام مالك (ت١٧٩هـ)، تحقيق نجيب ماجدي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٣هـ.

_ الميزان الكبرى، الشَّعراني (ت٩٧٣هـ)، بيروت: دار الفكر ط١.
_ آئینۂ قیامت، مولانا حسن رضا خان (ت۱۳۲۶ھ)، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۷ھ۔
_ بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، الكلاباذي (ت ٣٨٠هـ)، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل - أحمد فريد المزيدي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٠هـ، ط١.
_ بهجة الأسرار ومعدن الأنوار، الشطنوفي (ت٧١٣هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٣هـ، ط١.
_ تاريخ الخلفاء، السُيوطي (ت٩١١هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش، القاهرة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٥هـ، ط١.
_ تاريخ الطبَري، الطبري (ت٣١٠هـ)، بيروت: دار التراث ١٣٨٧هـ، ط٢.
_ تاريخ بغداد، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣هـ)، تحقيق صدقي جميل العطار، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤هـ، ط١.
_ تاريخ دِمشق، ابن عساكر (ت٥٧١هـ)، تحقيق علي شيري، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ، ط١.
_ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الزَيلعي (ت٧٤٣هـ)، مصر: المطبعة الأميرية ١٣١٥هـ، ط٣.
_ تفسير الألوسي = رُوح المعاني في تفسير القرآن العظيم، شهاب الدّين الألوسى (ت١٢٧٠هـ)، تحقيق: على عبد الباري عطية،

بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥هـ، ط١.

_ تفسير الجلالَين، المحلّي (ت ٨٦٤هـ)، والسُيوطي (ت٩١١هـ)، أعظم جَره: مجلس البركات الجامعة الأشرفية ١٤٢٧هـ.

_ تفسير القرآن العظيم، ابن كثير (ت٧٧٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ.

_ تفسير ضياء القرآن، پیر محمد کرم شاہ ازہری (ت۱۴۱۸ھ)، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکشنز۱۳۹۸ھ،ط۳۔

_ تفسیرِ نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)،لاہور: مکتبہ اسلامیہ۔

_ تکمیل الایمان، عبدالحق محدّث دہلوی (ت۱۰۵۲ھ)، کراچي: الرحیم اکیڈمی۔

_ تهذيب اللغة، محمد بن أحمد الهَروي (ت٣٧٠هـ)، تحقيق محمد عوض مرعب، بيروت: دار إحياء التراث العربي ٢٠٠١م، ط١.

_ جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ابن جرير الطَبَري (ت٣١٠هـ)، تحقيق صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٥هـ.

_ جامع بيان العلم وفضله، القُرطبي (ت ٤٦٣هـ)، تحقيق: أبي الأشبال الزهيري، السعودية: دار ابن الجوزي، ١٤١٤هـ، ط١.

_ جوہرِ تقویم، ضیاء الدین لاہوری (ت۱۴۴۳ھ)، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۹۴ء، ط۱۔

_ حدائقِ بخشش، امام احمد رضا (ت۱۳۴۰ھ)، کراچي: مکتبۃ المدینہ۔

_ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعَيم الأصفهاني (ت٤٣٠هـ)، تحقيق مصطفى عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة.
_ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم الدین مرادآبادی (ت١٣٦٧ھ)، مبارکپور اعظم گڑھ: الجامعۃ الاشرفیہ/کراچی: مکتبۃ المدینہ۔
_ دلائل النبوّة، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق عبد المعطي قَلَعْجي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٣٣هـ، ط٢.
_ ذَوقِ نعت، مولانا حسن رضا خان (ت١٣٢٦ھ)، لاہور: انجمن حزب الاَحناف۔
_ ردّ المحتار على الدرّ المختار، ابن عابدين (ت١٢٥٢هـ)، تحقيق د. حُسام الدين بن محمّد صالح فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبُولاق: دار الطباعة المصريّة.
_ روزنامہ نوائے وقت "21 اپریل 2016ء۔
_ سُبل الهُدى والرَّشاد في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الشّامي (ت٩٤٢هـ)، تحقيق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٤هـ، ط١.
_ سرالشہادتین، عبدالعزیز محدّث دہلوی (ت١٢٣٩ھ)، لکھنو: نَوَلکِشور۔
_ سنن ابن ماجه، محمد بن يزيد (ت٢٧٥هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢١هـ، ط١.
_ سنن الدارقُطني، علي بن عمر الدارقطني (ت٣٨٥هـ)، تحقيق

الشيخ مجدي حسن، ملتان: نشر السنّة ١٤٢٠هـ.
_ سنن الدارمي، الدارمي (ت٢٥٥هـ)، تحقيق فواز أحمد زمرلي، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٠٧هـ، ط١.
_ سوانحِ کربلا، علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی (ت ۱۳۶۷ھ)، تخریج: المدینۃ العلمیۃ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۹ھ، ط۱۔
_ شرح الزرقاني على الموطأ، محمد بن عبد الباقي الزرقاني (ت١١٢٢هـ)، بيروت: دار الجيل.
_ شرح السُنّة، البغَوي (ت٥١٦هـ)، تحقيق محمد سعيد اللحّام، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ.
_ شرح الشفا، علي القاري (ت١٠١٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط٢.
_ شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، السُيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤١٤هـ، ط٢.
_ شرح العقائد النَّسَفية، التفتازاني (ت٧٩٢هـ)، تحقيق محمد عدنان درويش، دِمشق: مكتبة دار البيروتي ١٤١١هـ.
_ شرح تنقيح الفصول في علم الأصول، أبو العباس شهاب الدّين أحمد القرافي (ت٦٨٤هـ) تحقيق طه عبد الرؤوف سعد، بيروت: شركة الطباعة الفنية المتحدة ١٣٩٣هـ، ط١.
_ شُعب الإيمان، البيَهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش

محمّد العدل، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤هـ، ط١.

_ صحيح ابن حِبّان، أبو حاتم محمد بن حِبّان (ت٣٥٤هـ)، بيروت: بيت الأفكار الدوليّة ٢٠٠٤م.

_ ضرب کلیم، محمد اقبال (ت۱۳۳۸ھ)، لاہور: شائع کردہ ڈاکٹر محمد اقبال ۱۳۶۹، ط۱۔

_ عرفانِ شریعت، امام احمد رضا (ت۱۳۴۰ھ)، لائل پور: سنّی دار الاِشاعت۔

_ عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، الشاهْ ولي الله الدهلوي (ت١١٨٠هـ)، تحقيق محبّ الدّين الخطيب، القاهرة: المطبعة السلَفية ١٣٨٥هـ، ط١.

_ عمدة القاري شرح صحيح البخاري، العيني (ت٨٥٥هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٨هـ، ط١.

_ عوارف المعارف، شهاب الدّين السُّهروَردي (ت٦٣٢هـ)، (مطبوع مع إحياء علوم الدين)، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.

_ غامدیت، مفتی وسیم اختر، کراچي: المکتبۃ الشاذلیہ ۱۳۶۹، ط۱۔

_ فتاوی رضویہ، امام احمد رضا خان (ت۱۳۴۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن، کراچي: ادارۂ اہلِ سنّت ۲۰۱۷ء، ط۱۔ ولاہور: رضا فاؤنڈیشن ۱۴۱۲ھ، ط۱۔

_ فتاوی امجدیہ، امجد علی اعظمی (ت۱۳۶۷ھ)، کراچي: مکتبہ رضویہ۔

_ فتح القدير للعاجز الفقير، ابن الهمام (ت٨٦١هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي.

_ فرہنگ آصفیہ، مولوي سیّداحمد دهلوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۲۰۰۲م.

_ فواتح الرَّحموت، بحر العلوم عبد العلي اللكنوي (ت١٢٢٥هـ)، اللكنؤ: نَوَلْكِشور.

_ فيوض الحرمَين، شاهْ ولي الله المحدِّث الدهلوي (ت١١٧٦هـ)، دهلي: المطبع الأحمدي ١٣٠٨هـ.

_ قنية المنية لتتميم الغنية، نجم الدّين الزاهدي (ت٦٥٨هـ)، كَلْكَتَّه.

_ كتاب الخراج، قاضي أبو يوسف (ت١٨٢هـ)، القاهرة: المكتبة السلَفية ١٣٨٢هـ، ط٣.

_ كتاب السُنّة، ابن أبي عاصم (ت٢٨٧هـ)، تحقيق: محمد ناصر الألباني، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٠هـ، ط١.

_ كشف الظنون، حاجي خليفة (ت١٠٦٧هـ)، مصر: دار الطباعة المصرية ١٢٧٤هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ.

_ ما ثبت من السُنّة في أيّام السَنة، عبد الحقّ المحدِّث الدَّهلوي (ت١٠٥٢هـ)، لاهور: الإدارة النعيمية الرضوية، ط٢.

_ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الهيثمي (ت٨٠٧هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٢٢هـ، ط١.

_ مدارج النبوّت، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ)، لاہور: نوریّہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۹۷م، ط۲۔

_ مدارك التنزيل وحقائق التأويل، النَّسَفي (ت٧١٠هـ)، تحقيق

الشيخ زكريّا عميرات، پشاور: مكتبة القرآن والسنّة.
_ مدارك التنزيل وحقائق التأويل، النَّسَفي (ت٧١٠هـ)، تحقيق الشيخ زكريّا عميرات، پشاور: مكتبة القرآن والسنّة.
_ مَراقي الفلاح، الشُّرُنبُلالي (ت١٠٦٩هـ)، كوئته: المكتبة العربية.
_ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، القاري (ت١٠١٤هـ)، تحقيق صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٢هـ.
_ مسلَّم الثبوت، محبُّ الله بن عبد الشكور (ت١١١٩هـ)، اللكنؤ: نَوَلْكِشَور، مع فواتح الرَّحموت.
_ مسند أبي يعلى، أحمد بن علي المُوصلي (ت٣٠٧هـ)، تحقيق ظهير الدين عبد الرحمن، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.
_ معالم التنزيل، البغَوي (ت٥١٦هـ)، تحقيق خالد عبد الرحمن العك، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٣هـ، ط٥.
_ مفردات ألفاظ القرآن، الرّاغب الأصفهاني (ت٥٠٢هـ)، تحقيق نديم مرعَشلي، طهران: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.
_ مقالاتِ اقبال، سیّد عبدالواحد معینی، لاہور: القمرانٹرپرائزز ۲۰۱۱ء، ط۱۔
_ میلاد وقیام (إذاقة الأثام لمانعي عملِ المَولد والقيام)، نقی علی خان (ت۱۲۹۷ھ)، تحقیق ڈاکٹر محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچي: ادارۂ اہل سنّت۔
_ نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی شریف الحق امجدی (ت۱۴۲۱ھ)، کراچي: برکاتی پبلیشرز۔

_ نوادِر الأصول في معرفة أحاديث الرّسول، الحكيم الترمذي (ت٣١٨هـ)، تحقيق عبد الحميد محمد الدرويش، دِمشق ١٤٢٥هـ، ط١.
_ نورالعرفان، مفتی احمدیار خان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)، لاہور: پیر بھائی کمپنی۔

International Covenant on Civil and Political -Rights.

فہرستِ فہارس

ادارۂ اہلِ سنّت کی مطبوعات

١. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢ھ)، محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦ھ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩ھ/ ٢٠١٨م. وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة، ١٤٣٨ھ/ ٢٠١٧م. ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣ھ/ ٢٠٢٢م.

٢. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ھ) محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦ھ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩ھ/ ٢٠١٨م. وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة،

١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٣. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م. وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٤. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ/ ٢٠١٣م.

٥. حياة الإمام أحمد رضا: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام من حيث

صلته مع العلماء العرب، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأورديّة)، طبعت أوّلاً من "مكتبة بركات المدينة" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٧. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، (بالعربية) طبعت محقَّقة أوّلاً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م. وثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات،

١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً من "دار أهل السنّة" ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. ورابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٨. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأورديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ /٢٠٠٦م.

٩. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا" لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً (نشر إلكتروني) بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأورديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.

١١. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لمِلك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين البِهاري، طبعت محقَّقة، أوّلاً من "دار أهل السنّة"

كراتشي ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م. وثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

١٢. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس)، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

١٣. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٤. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة
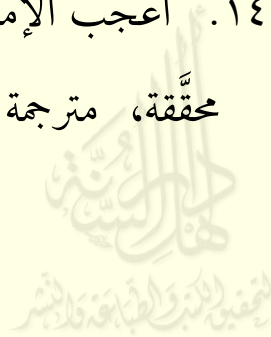
لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٥. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/٢٠٠٨م.

١٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، نقلها إلى الأوردية: مفتي الديار الهندية سابقاً الشيخ أختر رضا خانْ الأزهري، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٧. إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولد والقيام (بالأوردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، طبعت محقَّقة أوّلاً ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م. وثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م.

١٨. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأوردية): للعلاّمة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، محقَّقة ١٤٣٠هـ/ ٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

١٩. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، نقلها إلى العربية: مفتي الدِّيار الهنديّة سابقاً الشيخ أختر رضا خانْ الأزهري، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.

٢٠. المعتقد المنتقَد: للإمام فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستند بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقّق، طُبع أوّلاً من "دار الفقيه"

أبوظبي الإمارات ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثانياً من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٢١. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثانياً من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٢. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنية والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأوردية): له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٣. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، الطبعة الأولى، محقَّقة (٢٢ مجلّداً بالأورديّة)، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م.

٢٤. نظم العقائد النَّسَفية، (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع أوّلاً من "دار الصّالح" القاهرة ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. وثانياً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٢٥. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأوردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٢٦. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي

(ت١٣٦٧هـ) أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٩هـ/٢٠١٨م. وثانياً ١٤٤٢هـ / ٢٠٢٠م.

٢٧. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٢٨. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/٢٠١٨م.

٢٩. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/٢٠١٨م.

٣٠. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣١. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٢. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٣. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٤. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٥. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م.

٣٦. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر ﵁): له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٧. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٨. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠ھ/ ٢٠١٨م.

٣٩. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠ھ/ ٢٠١٨م.

٤٠. الأمن والعُلى لناعتي المصطفى بدافع البلاء (مترجَم بالعربية): له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠ھ/ ٢٠١٩م.

٤١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ھ)، محقّق، ١٤٤٠ھ / ٢٠١٩م (نشر إلكتروني).

٤٢. اسلامی عقائد ومسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، اوّلاً ١٤٤٠ھ/٢٠١٩ء۔ ثانیاً ١٤٤٢ھ/٢٠٢١ء۔

٤٣. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء۔ الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٤. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جد وجہد (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ /۲۰۲۰ء (آن لائن)۔

٤٥. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔ الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٦. متن الآجرومية في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ / ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٧. مختصر الآجرومية في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٨. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۷) ۱۴۴۱ھ/۲۰۱۹ء، کل صفحات: ۵۳۲ (آن لائن)۔

٤٩. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۸) ۱۴۴۱ھ/۲۰۱۹ء، کل صفحات: ٦۵۲ (آن لائن)۔

٥٠. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۰) ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۱ء، کل صفحات: ۹۸۲ (آن لائن)۔

51. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini

52. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

عنقریب شائع ہونے والی کتب ورسائل

١. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ﻫ) (نقلها إلى العربية حقّقها): د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني.

٢. عقائد وكلام (اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ﻫ).

٣. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).

الدَولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة

(١٣٢٣هـ)

لشيخ الإسلام والمسلمين، إمام أهل السنّة والجماعة

الإمام أحمد رضا خان الماتُريدي رحمه الله تعالى

(ت ١٣٤٠هـ)

مع تعليقات المؤلِّف باسم تاريخي

الفُيوضات الملكيّة لمحبّ الدَّولة المكيّة (١٣٢٥هـ)

ويليه

جلائل التقريظات لأجلّة علماء الحرمَين الشّريفَين وغيرهما من البلاد الإسلاميّة

تحقيق واعتناء

الدكتور المفتي محمد أسلم رضا الـمَيمني حفظه الله تعالى